کتاب الفتاوی

''زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق سوالات کا جواب
اور مسائل کا حل، کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں،
حوالہ جات کے اہتمام کے ساتھ اور آسان زبان میں''

آٹھواں حصہ

(نماز، زکوۃ، روزہ، حج)

تالیف

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ترتیب

مفتی محمد عبداللہ سلیمان مظاہری

تقسیم کار

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	:	کتاب الفتاوی (آٹھواں حصہ)
مصنف	:	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
ترتیب و کمپوزنگ	:	مفتی محمد عبداللہ سلیمان مظاہری
		(قبا گرافکس، حیدرآباد، فون:09704172672)
طبع اول	:	۲۰۱۴ء
صفحات	:	۵۰۰
قیمت	:	...... روپے
باہتمام	:	المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد (انڈیا)

ناشر	:	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

فہرست مسائل

جنازہ سے متعلق مسائل

زکوۃ سے متعلق مسائل

روزہ سے متعلق مسائل

حج سے متعلق مسائل

فرضیت حج ۴۰۷

جماعت کا بیان

بعد میں آنے والے صف کس طرح بنائیں؟

سوال:- جو لوگ نماز شروع ہونے کے بعد مسجد آئیں، آگے کی صف پوری ہو چکی ہو، تو انہیں نئی صف میں کس طرح کھڑا ہونا چاہئے؟ کیا وہ دائیں جانب سے کھڑا ہو؟ (نام غیر مذکور)

جواب:- جو لوگ بعد میں آئیں، نئی صف بن رہی ہو، لیکن اتنے لوگ نہیں ہوں کہ صف مکمل ہو سکے تو وسطی حصہ سے نمازیوں کو کھڑا ہونا چاہئے، جیسے جیسے نمازی آتے جائیں دائیں اور بائیں صفیں بڑھتی جائیں، یہ نہ ہو کہ بعد میں آنے والے بالکل دائیں طرف کھڑے ہو جائیں اور باقی صف خالی رہے۔(۱)

سوال:- جو لوگ مسجد میں بعد میں آئیں اور جماعت شروع ہو چکی ہو، تو ان کو صف میں کس طرح جگہ لینی چاہئے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک طرف کی صف پوری ہو جاتی ہے، اور دوسری طرف کی صف خالی رہ جاتی ہے، ایسے میں بعد میں آنے والا کیا کرے؟ (محمد فاروق، نرمل)

جواب:- صف بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اگلی صف پوری کی جائے، پھر اس

---

(۱) فتح الباری ۲:۲۲۵، کتاب الأذان، باب میمنة المسجد والإمام

کے بعد کی، اسی طرح پیچھے کی صفیں بنائی جائیں، یہ مناسب نہیں ہے کہ پہلی صف تو پوری نہیں ہوئی اور دوسری صف میں کھڑے ہونے لگے، اگلی صف مکمل نہ ہو تو امام کے سامنے جس طرف سے صف چھوٹی ہو اس میں آ کر کھڑے ہوں، اور اگر امام کے دونوں طرف صف برابر ہو، تو دائیں طرف کھڑا ہونا بہتر ہے، نیز اگر صف کے درمیان کہیں خلا ہو تو اس کو پُر کرنا چاہئے:

"ینبغي أن یکملوا ما یلي الإمام من الصفوف ، ثم ما یلي ..... وإذا استوی جانبا الإمام فإنه یقوم الجائي عن یمینه إلی آخره" (۱)

صف کی خالی جگہ کو پُر کرنا

سوال:- بعض دفعہ آگے کی صف میں جگہ خالی ہوتی ہے، مگر وہاں تک پہنچنے کے لئے پچھلی صف کے نمازی کے سامنے سے گزرنا پڑتا ہے، اگر صف کے خلا کو چھوڑ دیا جائے تو یہ بھی آداب کے خلاف ہے اور نمازی کے سامنے سے گزر کر جایا جائے تو اس کی بھی ممانعت ہے۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

(سید عبدالرشید، پھول باغ)

جواب:- اگر آگے کی صف میں جگہ خالی ہو تو صفوں کے بیچ سے نکلتے ہوئے آگے کی صف پُر کر لینی چاہئے، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

"فلو شرعوا وفي الصف الأول فرجة له خرق الصفوف" (۲)

---

(۱) البحر الرائق: ۱/۳۵۳

(۲) ردالمحتار: ۲/۳۱۰

نیز یہ بات بھی درست ہے کہ صف کے کنارے سے داخل ہو اور سامنے سے گزرتے ہوئے خالی جگہ کو پُر کرے ؛ کیوں کہ جن لوگوں نے درمیان میں خلاء چھوڑا ہے ، وہ اس کے ذمہ دار ہیں ، صف پر کرنے کے لئے نمازی کے سامنے سے گزرنے والے پر اس کا گناہ نہیں۔

" وفي آخر الصفوف مواضع خالية ، فالداخل أن يمر بين يديه ليصل الصفوف : لأنه أسقط حرمة نفسه فلا يأثم المار بين يديه " (۱)

نماز کی صف میں خلا

سوال:- فرض نمازوں کی صف بندی میں جان بوجھ کر بیچ میں بعض لوگ عمداً جگہ کو خالی چھوڑ دیتے ہیں ، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟　　(محمد اکبر ، ٹولی چوکی)

جواب:- جماعت کی نماز میں صف کی بڑی اہمیت ہے ، اور صف کی درستگی کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے باتوں کا حکم دیا ہے ، ایک یہ کہ صف سیدھی ہو ، لوگ آگے پیچھے نہ ہوں ، دوسرے : صف میں خلا نہ ہو ، چنانچہ حضرت انس ﷺ نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ نماز میں مونڈھے سے مونڈھا اور قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہوا کرتے تھے ، قد وقامت اور جسامت میں فرق کے لحاظ سے یہ بات تو ممکن نہیں ہے کہ تمام نمازیوں کے مونڈھے ایک دوسرے سے ملے رہیں ؛ اس لئے یہ تعبیر بطور محاورہ کے ہے ، مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ صفوں میں اتصال رکھتے تھے کہ ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہوتے تھے ، بیچ میں فاصلہ نہیں رہنے دیتے تھے : "... كان أحدنا يلزق منكبه بمنكب صاحبه وقدمه بقدمه " (۲) ؛ اس لئے

---

(۱)　منية المصلي وغنية المتملي : ص : ۲۴۴

(۲)　بخاری ، كتاب الجماعة والإمامة ، باب الزاق المنكب بالمنكب الخ ، حدیث نمبر : ۶۹۲

صفوں کے درمیان عمداً جگہ خالی چھوڑ دینا درست نہیں ،فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر پہلی صف میں دو نمازیوں کے درمیان جگہ خالی رہ گئی ہو اور دوسری صف مکمل ہوگئی ہو تو آنے والے نمازی کو چاہئے کہ دوسری صف کو پھاندتے ہوئے پہلی صف میں پہونچ کر جو جگہ خالی ہے، اسے پُر کردے۔

صف میں اتصال اور حدیث نبوی ﷺ

سوال:- بعض احباب نماز میں بہ حالت قیام پاؤں سے پاؤں ملانے پر بہت زور دیتے ہیں اور اس کو حضور ﷺ کی سنت اور آپ کا طریقہ قرار دیتے ہیں، اس کی وجہ سے ہمارے یہاں نمازیوں کے درمیان اختلاف پیدا ہورہا ہے، براہ کرم اس سلسلہ میں وضاحت فرمائیں۔

(محمد اسماعیل صابری، ممبئی)

جواب:- اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا عمل ملنا دشوار ہے؛ کیوں کہ حضور ﷺ ہمیشہ امامت فرمایا کرتے تھے، البتہ ایک بار سیدنا حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے آپ ﷺ نے نماز پڑھی ہے؛ کیوں کہ آپ ﷺ نماز شروع ہونے کے بعد تشریف لائے تھے؛ اس حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے بازو میں کھڑے ہوئے متصل صحابی کے ساتھ قدم ملایا تھا یا نہیں؟ اور مرض وفات میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھ کر نماز ادا فرمائی، اس میں بیٹھے ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں ملتا کہ آپ ﷺ کے پاؤں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں سے ملے ہوئے تھے، جہاں تک زبانی ارشاد کی بات ہے تو میرے حقیر علم کے مطابق ایسی کوئی روایت نہیں، جس میں آپ ﷺ نے پاؤں سے پاؤں ملا کر کھڑے ہونے کا حکم دیا ہو؛ البتہ آپ ﷺ نے مونڈھے سے مونڈھے ملانے یا گردنوں کو ایک دوسرے کے برابر کرنے کا حکم دیا ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں گردنوں کو ایک دوسرے کے

بالمقابل رکھنے کا حکم ہے: "حاذوا بالأعناق" (۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مونڈھوں کو ایک دوسرے کے بالمقابل کرنے کا ذکر ہے: "وحاذوا بين المناكب" (۲)؛ ہاں، بعض صحابہ کا عمل منقول ہے کہ وہ ٹخنہ سے ٹخنہ اور قدم سے قدم ملایا کرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ (۳)

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصد یہ ہے کہ صف میں خلا نہیں ہونا چاہئے؛ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت میں ہے کہ اپنی صفوں کو سیدھا کرو، ایک دوسرے سے قریب قریب رکھو اور گردنوں کو ایک دوسرے کے مقابل کرو: "ورصوا صفوفكم وقاربوا بينها" (۴) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ مونڈھے آپس میں ملا کر رکھو، فاصلوں کو پُر کردو اور شیطان کے لئے خالی جگہیں نہ چھوڑو:

"حاذوا بين المناكب وسدوا الخلل .... ولا تذروا فرجات للشيطان" (۵)

ان ارشادات میں آپ ﷺ نے صفوں کو سیدھا رکھنے اور نمازیوں کے درمیان خلا باقی نہ رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے، یعنی مقصود یہ ہے کہ نمازی نمازیوں کے ساتھ مل کر کھڑے ہوں، ورنہ ظاہر ہے کہ مونڈھے سے مونڈھا ملا کر اور گردن کے مقابل گردن کا رکھنا ممکن نہیں؛ کیوں کہ لوگوں کے قد و قامت میں فرق ہوتا ہے، صفوں میں اتصال کے اس مقصود کو پورا کرنے کے لئے بعض صحابہ نے اجتہاد کرتے ہوئے قدم سے قدم ملا کر نماز ادا کی، اس طرح انہوں نے اپنی کوشش کے مطابق حضور ﷺ کے منشأ کو پورا فرمایا؛ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک نمازی کا پاؤں دوسرے نمازی کے پاؤں سے سٹا ہوا ہو؛ کیوں کہ اس سے بعض نماز پڑھنے

---

(۱) أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف، حدیث نمبر:۶۶۷

(۲) حوالہ سابق، حدیث نمبر:۶۶۶ (۳) بخاری مع الفتح:۲/۲۱۱

(۴) حوالہ سابق، حدیث نمبر:۶۶۷ (۵) حوالہ سابق، حدیث نمبر:۶۶۶

والوں کو بے سکونی کا احساس ہوتا ہے اور ان کی توجہ نماز سے ہٹ جاتی ہے، سنت یہ ہے کہ نمازیوں کے درمیان قابل لحاظ خلا باقی نہ رہے، بعض روایتوں میں ہے کہ خلا رہ جاتا ہے تو شیطان بکریوں کے بچے کی شکل میں بیچ میں داخل ہو جاتا ہے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دو نمازیوں کے درمیان اتنا فاصلہ نہ ہونا چاہئے کہ بکری کے بچہ جیسا چھوٹا جانور درمیان سے گذر جائے —— بہر حال! ایسے مسائل میں شدت برتنا شریعت کے مزاج کے خلاف ہے اور اس سے امت کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے۔

کیا بچے بڑوں کی صف میں کھڑے ہو سکتے ہیں؟

سوال:- ہماری مسجد میں امام صاحب اس بات پر بہت اصرار کرتے ہیں کہ بچہ کو پیچھے کھڑا کیا جائے، صف میں نہیں رکھا جائے، اگر بچے کو پیچھے رکھ دیا جائے تو وہ شرارت کرنے لگتے ہیں، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟　　　(محمد محسن، ورنگل)

جواب:- جو بچے بہت کم سن اور بے شعور ہوں اور ان کے پیشاب وغیرہ کر دینے کا اندیشہ ہو، انہیں تو مسجد میں لانا ہی نہیں چاہیے، ایسے ہی بچوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان سے مسجدوں کو بچایا جائے، (۱) اگر باشعور بچے ہوں تو انہیں مسجد میں لانا چاہئے؛ تاکہ ان کی تربیت ہو سکے، اصل طریقہ تو یہی ہے کہ ان کی مستقل صف پیچھے بنادی جائے؛ لیکن اگر اژدحام کی وجہ سے بچوں کے گم ہونے کا، یا نماز کے درمیان شرارت کرنے اور بڑوں کی نماز میں خلل پیدا کرنے کا اندیشہ ہو، تو اس بات کی گنجائش ہے کہ بڑوں کی صف میں ہی ان کو کھڑا کیا جائے:

"ربما يتعين في زماننا إدخال الصبيان في صفوف الرجال إلخ" (۲)

---

(۱) مصنف عبد الرزاق، كتاب الصلاة، حديث نمبر: ۱۷۲۸

(۲) تقريرات رافعي على الرد: ۳۲۲/۲

جماعت میں بچے کہاں کھڑے ہوں؟

سوال:- بچے مسجد میں کس طرح نماز پڑھیں ، بڑے حضرات بچوں کو آگے نماز پڑھنے نہیں دیتے اور بچے پچھلی صف میں کھڑے ہوکر کافی شور وپکار کرتے ہیں، اور اس سے سب کی نمازیں خراب ہوتی ہیں۔ (جاوید اختر ، نظام آباد)

جواب:- اصل میں تو بچوں کی صف مردوں سے پیچھے ہونی چاہئے ، حضرت ابو مالک اشعریؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر نماز پڑھ کر لوگوں کو بتایا، چنانچہ پہلے مردوں کی صفیں لگائیں ، پھر ان کے پیچھے بچوں کی ، اس کے بعد نماز پڑھائی ؛ (۱) لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب بچے نابالغ اور ذی شعور ہوں اور نماز کے درمیان شور وشغب نہ کرتے ہوں ، اگر بچے چھوٹے ہوں اور شور کرتے ہوں ، تو انہیں بڑوں کی صف میں شامل کرلینا چاہئے ، چنانچہ علامہ رافعیؒ نے علامہ رحمتیؒ کا قول اس طرح نقل کیا ہے:

" ربما يتعين في زماننا إدخال الصبيان في صفوف الرجال : لأن المعهود منهم إذا اجتمع صبيان فأكثر تبطل صلاة بعضهم ببعض و ربما تعدى ضررهم إلى فساد صلاة الرجال " (۲)

'' ہمارے زمانہ میں یہ بات متعین ہے کہ بچوں کو بھی مردوں ہی کی صف میں رکھا جائے ، اس لیے کہ یہ بات گویا طے شدہ ہے کہ جب چند بچے جمع ہو جائیں تو وہ ایک دوسرے کی نماز کو خراب کر کے ہی چھوڑتے ہیں اور بعض اوقات بڑوں کی نماز

---

(۱) سنن أبي داؤد ، حدیث نمبر : ۶۷۷ ، باب مقام الصبيان من الصف ۔

(۲) تقريرات رافعي على الشامي : ۲/۷۳

خراب کرنے کا باعث بھی بنتے ہیں''

بس جہاں بچوں کے شور اور بڑوں کی نماز خراب ہونے کا اندیشہ ہو، وہاں بہتر یہی ہے کہ بچوں کو بڑے اپنی صف میں شامل کریں ۔

مسجد میں چھوٹے بچے

سوال:- بعض لوگ اپنے ساتھ چھوٹے بچوں کو مسجد میں لے کر آتے ہیں، خاص کر جمعہ کے دن نماز کے دوران یہ بچے شور وغل کر کے نماز میں خلل ڈالتے ہیں اور یہ مصلیوں کے سامنے گھومتے پھرتے رہتے ہیں، ایسے میں کیا لوگوں کی نماز درست ہو جاتی ہے اور ایسا کرنا کہاں تک درست ہے؟ (بابو اکیلا، کوہیر)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے ایسے بچوں کو مسجد میں لانے سے منع فرمایا ہے، جن میں ابھی شعور کی اس درجہ کمی ہو کہ وہ مسجد اور نماز کی اہمیت کو محسوس نہیں کرتے ہوں: جنبوا مساجدکم الصبیان و المجانین (۱)؛ اس لئے اتنے چھوٹے بچوں کو مسجدوں میں نہیں لانا چاہئے جو بچے نسبتاً بڑے اور سمجھدار ہوں انہیں مسجد میں لانا درست ہے؛ بلکہ تربیتی نقطۂ نظر سے بہتر ہے؛ البتہ دو باتوں کا خیال رکھنا چاہئے، ایک یہ کہ والدین انہیں مسجد اور نماز کا ادب واحترام سکھائیں؛ تاکہ نمازیوں کو دشواری اور مسجدوں کی بے حرمتی نہ ہو، دوسرے یہ کہ اگر کئی بچے ہوں تو ان کی صف بڑوں کے پیچھے رکھی جائے، بڑوں کی صف کے بیچ میں نہ رکھی جائے —— جہاں تک بچوں کے نمازیوں کے سامنے گھومنے پھرنے کی بات ہے تو ان کو منع کرنا چاہئے؛ لیکن اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی ''ولو مر مار في موضع سجوده لا تفسد ، وإن أثم'' (۲) باوجود نمازی کے سامنے سے گذرنے والا گنہگار ہوتا ہے، بچوں کو یہ بات سمجھانی چاہئے؛

---

(۱) مصنف عبد الرزاق، حدیث نمبر: ۱۷۲۶

(۲) فتاوی ہندیہ ۱۰۴/۱، نیز دیکھئے: البحر الرائق: ۲/۲، رد المحتار: ۳۹۸/۲

تاکہ ان کی تربیت ہو؛ لیکن نابالغ بچوں کہ احکام شریعت کے مکلف نہیں ہیں ؛ اس لئے ان شاء اللہ وہ گنہگار نہیں ہوں گے۔

بالائی منزل کے مصلی تحتانی منزل میں کھڑے ہوئے امام کی اقتداء کرسکتے ہیں

سوال:- ہمارے محلہ کی مسجد پہلے ایک منزلہ تھی، بعد کو دوسری منزل تعمیر کی گئی، اس لئے پہلی منزل کی چھت میں کوئی روشن دان نہیں ہے، جس سے امام کی نقل وحرکت دیکھی جاسکے، یا براہِ راست ان کی آواز سنی جائے؛ البتہ مائیک کا بہت معقول انتظام موجود ہے، کیا ایسی صورت میں اوپری منزل پر نماز پڑھنے والوں کی نماز میں کوئی فرق آئے گا؟ (حمید اللہ خاں، غنیر پیٹ)

جواب:- اقتداء درست ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مقتدی امام کی نقل وحرکت سے واقف ہوسکے، امام کو دیکھنا یا براہِ راست اس کی آواز سننا ضروری نہیں؛ لہٰذا اگر روشن دان نہیں ہے؛ لیکن مائیک کے واسطہ سے امام کے ایک عمل سے دوسرے عمل کی طرف منتقل ہونے کی کیفیت معلوم ہوتو یہ کافی ہے اور اقتداء درست ہوجائے گی، واللہ اعلم۔

نفل نماز کی جماعت

سوال:- کیا نفل نمازوں کی جماعت جائز ہے؟ رمضان المبارک میں صلاۃ التسبیح اور نمازِ تہجد کا جماعت کے ساتھ اہتمام کیا جاتا ہے، کیا یہ درست ہے؟ (محمد احمد، مغلپورہ)

جواب:- رمضان کے علاوہ جماعت کے ساتھ کسی نفل کا اس طرح ادا کرنا کہ لوگوں کو جماعت میں شرکت کی دعوت دی گئی ہو، حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، فقہ حنفی کی مشہور

کتاب ''الدرالمختار'' میں ہے:

" ولا يصلي الوتر و لا التطوع بجماعة خارج رمضان أي يكره ذالك لو على سبيل التداعي " (۱)

اس سے صرف تراویح کی نماز مستثنیٰ ہے — عام فقہاء احناف کی رائے میں رمضان المبارک میں بھی نماز تہجد جماعت کے ساتھ ادا نہیں کی جائے گی؛ کیوں کہ اس میں کراہت ہے اور اسی پر فتوی ہے؛ لیکن چوں کہ کتب فقہ میں قیام رمضان میں جماعت کی اجازت ملتی ہے:

" إن الجماعة في التطوع ليست بسنة إلا في قيام رمضان " (۲)

اور قیام رمضان میں تہجد بھی شامل ہے؛ اس لئے ہندوستان میں بعض بزرگوں کے یہاں تہجد کو جماعت سے پڑھنے کا معمول تھا، حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری (خلیفہ حضرت شاہ فضل رحمان گنج مرادآبادیؒ) اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے یہاں بھی نماز تہجد جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی تھی، جہاں تک ''صلاۃ التسبیح'' کی بات ہے تو اس میں جماعت کا کوئی ثبوت نہیں۔

عیدگاہ میں صفوں میں فاصلہ کے ساتھ نماز کی ادائیگی

سوال:- اگر عید کی نماز عیدگاہ میں ہو رہی ہو اور صفوں کے درمیان بیچ میں کئی صفوں کا فصل ہو، تو کیا پیچھے کی صف میں کھڑے ہونے والوں کی نماز درست ہو جائے گی؟ (شفیع احمد، ملک پیٹ)

جواب:- جو جگہ نماز عیدین یا نماز جنازہ کے لئے مخصوص کر دی گئی ہو، وہ بھی اس مسئلہ میں مسجد ہی کے حکم میں ہے، جیسے مسجدوں میں فصل کے باوجود اقتداء درست ہو جاتی ہے، اسی طرح ان مقامات پر بھی صفوں کے فصل کے ساتھ اقتداء درست ہو جائے گی، البتہ یہ جگہیں دوسرے احکام جیسے جنبی کے داخل ہونے کی ممانعت وغیرہ کے لحاظ سے مسجد کے حکم میں نہیں ہیں:

(۱) الدر المختار مع رد: ۲/۵۰۰

(۲) رد المحتار: ۲/۵۰۰

" وأما المتخذ لصلاة جنازة أو عيد فهو مسجد في حق جواز الإقتداء و إن انفصل الصفوف رفقا بالناس لا في حق غيره " (۱)

اس لئے جوصورت آپ نے ذکر کی ہے،اس میں نماز درست ہو جاتی ہے۔

جامع مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے یا مسجد محلہ میں؟

سوال:- ہمارے شہر میں جامع مسجد بھی ہے، جس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے اور محلہ کی مسجد بھی ہے، جس میں جمعہ نہیں ہوتا ہے،تو ہمارے لئے پنج وقتہ نماز کس مسجد میں ادا کرنا بہتر ہے؟

(محمد عامر، ناندیڑ)

جواب:- محلہ کی مسجد کا قربت کی وجہ سے زیادہ حق ہے ؛ اس لئے جمعہ تو جامع مسجد میں پڑھنا چاہئے ؛ البتہ پانچ وقت کی نمازیں محلہ کی مسجد میں پڑھنا افضل ہے :

" ومسجد حيه أفضل من الجامع " (۲)

اگر قعدہ میں دوسرا مقتدی شریک ہو؟

سوال:- نماز باجماعت میں امام کے علاوہ صرف ایک مقتدی ہے، اگر قعدۂ اولی یا اخیرہ میں ایک اور مقتدی آجائے تو کیا اس حالت میں اٹھ کر آگے بڑھ جانا چاہئے؟ یا آنے والے کو دائیں بائیں بیٹھ جانا چاہئے؟ (محمد نظام الدین مظہری، کاماریڈی)

جواب:- اگر امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو، بعد کو تیسرا شخص آجائے اور قیام کی حالت ہو،تو بعد میں آنے والا مقتدی پہلے مقتدی کو پیچھے کھینچ لے، اگر قعدہ کی حالت ہو تو قعدۂ اولی کی صورت میں تو امام کے قیام کا انتظار کر لے، اور امام کے کھڑے ہونے کے بعد پہلے

---

(۱) در مختار مع الرد :۲/۴۳۰　　(۲) در مختار مع الرد :۲/۴۳۳

مقتدی کو پیچھے کھینچ لے، اگر آنے والے مقتدی نے اس کو قعدۂ اخیرہ سمجھا اور بیٹھ گیا تو کھڑے ہونے کے بعد امام ان مقتدیوں کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کرے اور مقتدی پیچھے ہٹ جائے، اگر مقتدی مسئلہ سے واقف نہ ہو اور پیچھے نہیں ہٹے، تو امام خود آگے بڑھ جائے اور اگر قعدۂ اخیرہ کی حالت ہو، تو مقتدی بائیں جانب بیٹھ جائے:

" .... و هذا كله عند الإمكان و إلا تعين الممكن و الظاهر أيضاً أن هذا لم يكن في القعدة الأخيرة و إلا اقتدى الثالث عن يسار الإمام و لا تقدم و لا تأخر " (۱)

رکوع میں شمولیت کب سمجھی جائے گی؟

سوال:- کسی بھی نماز کی جماعت میں اگر رکوع میں شامل ہو جائیں تو اس رکعت کو شمار کیا جائے گا؛ لیکن اگر کوئی شخص رکوع میں ایسے وقت داخل ہو کہ ایک مرتبہ بھی پوری طرح 'سبحان ربی العظیم' نہ پڑھ سکے تو کیا اسے رکوع اور رکعت میں شامل سمجھا جائے گا، یا ایک بار تسبیح پڑھنے پر ہی رکعت شمار کی جائے گی؟

(محمد اسماعیل، مہدی پٹنم)

جواب:- اگر امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے پہلے ایک لمحہ بھی مقتدی نے امام کو رکوع میں پالیا، گو ایک تسبیح سے کم ہو تو وہ اس رکعت کو پانے والا سمجھا جائے گا؛ البتہ اگر امام رکوع سے اٹھنے کی حالت میں ہو اور مقتدی رکوع میں جانے کی حالت میں، تو اس رکعت کو دہرانا ہوگا:

" ولكنه لم يدرك الركعة حيث لم يدرك في جزء من الركوع قبل رفع رأسه منه " (۲)

(۱) رد المحتار: ۲/ ۳۰۹ (۲) مراقی الفلاح: ۲۴۷

حرمین شریفین میں عصر کی نماز جماعت سے پڑھنا

سوال:- حرمین شریفین میں عصر کی نماز کافی پہلے یعنی ایک ہی مثل پر ہوا کرتی ہے، جب کہ احناف کے یہاں عصر کا وقت دو مثل پر شروع ہوتا ہے، ایسی صورت میں کیا حنفی حضرات کو جماعت کے ساتھ عصر کی نماز ادا کرنے کی گنجائش ہے؟

(عبدالعزیز، مدینہ منورہ)

جواب:- امام ابوحنیفہؒ کا قول مشہور یہی ہے کہ دو مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے، لیکن دوسرا قول ایک مثل کا بھی ہے، دوسرے فقہاء امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور خود امام ابوحنیفہؒ کے ممتاز شاگرد امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اسی کے قائل ہیں، اسی طرح مشہور حنفی فقیہ علامہ حصکفیؒ نے امام طحاویؒ وغیرہ کے حوالہ سے حنفیہ کے یہاں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے،(۱) اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ حدیث کے ظاہری الفاظ سے بھی اسی نقطۂ نظر کی تائید ہوتی ہے؛ اس لئے جن مسجدوں میں عصر کی نماز ایک مثل ہی پر ہوتی ہو، وہاں جماعت کے ساتھ عصر پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں، ہندوستان کے علماء میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے،(۲) اور حرمین شریفین میں تو ضرور ہی پڑھ لینا چاہئے، تا کہ جماعت کے ثواب سے محروم نہ ہو۔

مسجد حرام کے باہر صفوں کے درمیان فاصلہ

سوال:- آج کل مکہ مکرمہ میں نماز کی صفیں مسجد کے باہر بھی لگ جاتی ہیں، حج اور رمضان میں بھی ہوتا ہے کہ مسجد حرام کے باہر بیچ میں کئی کئی صفوں کی جگہ چھوٹی ہوئی ہوتی ہے اور اس کے بعد نمازیوں کی صفیں بن جاتی ہیں، اگر مسجد کے اندر فاصلہ ہو جائے تب تو غالباً یہ اقتداء کے ساتھ نماز کے درست ہونے میں مانع نہیں ہے،

---

(۱) رد المحتار علی الدر: ۲/ ۱۵ (۲) دیکھئے: فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۹۹

اگر مسجد سے باہر اس طرح کا فاصلہ ہو تب اقتداء کا کیا حکم ہوگا؟

(احتشام الحق ندوی، آغاپورہ)

جواب:- صفوں کے درمیان فاصلہ کے سلسلہ میں فقہاء نے جو تفصیل لکھی ہے، وہ یہ ہے کہ مسجد کے اندر تو چند صفوں کے بہ قدر فصل کے باوجود بھی اقتداء درست ہو جاتی ہے؛ بشرطیکہ درمیان میں کوئی سڑک جس پر سواریاں چلتی ہوں یا کوئی نہر جس میں کشتیاں چلتی ہوں حائل نہیں ہوں، راجح اور درست قول کے مطابق مکان کا بھی وہی حکم ہے جو مسجدوں کا ہے، لیکن کھلی ہوئی جگہ میں اگر دو صف کے بقدر فاصلہ ہو تو اقتداء درست نہیں ہوگی: " و یمنع من الإقتداء ... أو خلاء فی الصحراء ... یسع صفین "(۱)؛ البتہ فقہاء نے "فناء مسجد" یعنی مسجد سے لگے ہوئے صحن کو بھی مسجد ہی کے حکم میں رکھا ہے، چنانچہ علامہ شامیؒ بحر کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں: "... أن فناء المسجد له حکم المسجد "(۲) پس مسجد حرام سے متصل وہ میدان جو مکانات تک چلے گئے ہیں، فناء مسجد کے حکم میں ہیں، اور اگر ان میں ایک دو صفوں کے خلاء کے ساتھ صفیں بن جائیں، تب بھی اقتداء درست ہو جائے گی۔

اگر خواتین مردوں کی صف میں شامل ہو جائیں؟

سوال:- حج کے موسم میں یہ صورت حال پیش آتی ہے کہ بعض دفعہ خواتین صفوں میں شامل ہو جاتی ہیں، ایسی صورت میں مردوں کو کیا کرنا چاہئے؟ (مصباح اختر، نولی چوکی)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے نماز میں عورتوں کو پیچھے کھڑا کرنے کا حکم فرمایا، اگر خواتین مردوں کی صف میں آجائیں تو اس حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے؛ اس لئے عورتوں کا مردوں کی صف میں شامل ہو جانا درست نہیں ہے، اگر ایک عورت نماز میں شروع سے شامل ہو اور امام صاحب نے عورتوں کی بھی نیت کی ہو تو جو مرد اس سے متصل دائیں یا بائیں طرف ہو اور جو ٹھیک اس کے بالمقابل پیچھے کی صف میں ہو، ان کی نماز فاسد ہو جائے گی اور انہیں

(۱) درمختار: ۲/۳۳۲ (۲) ردالمحتار: ۲/۳۳۲

اپنی نماز دہرانی ہوگی:

"ثم المرأة الواحدة تفسد صلوة ثلاثة واحد عن يمينها و آخر عن يسارها و آخر خلفها وحققه في حاشية الجلبي عليه الفتوى و كثيرا ماتفسد الصلوة بهذا السبب في المسجد الحرام و المسجد الأقصى الخ" (۱)

ہاں! اگر نماز شروع ہونے کے بعد کوئی عورت آئے اور برابر میں کھڑی ہو جائے، جس مرد کے بازو میں کھڑی ہوئی، اس نے اشارہ سے پیچھے چلے جانے کو کہا؛ لیکن وہ پیچھے نہیں گئی اور اسی صف میں نماز پڑھنے لگی تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی؛ البتہ عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۲) یہ رائے احناف کی ہے، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اگرچہ عورت کا مرد کی صف میں آجانا درست نہیں؛ لیکن نماز نہ مردوں کی فاسد ہوگی اور نہ عورتوں کی۔

مقتدیوں کے لئے لمبا رکوع کرنا

سوال:- امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے، اور رکوع میں اٹھنے کا ارادہ تھا، محسوس ہوا کہ کچھ لوگ نماز میں شرکت کے لیے آرہے ہیں، ایسی صورت میں ان کی رعایت کرتے ہوئے رکوع کو تھوڑا طویل کر دینا؛ تاکہ وہ بھی جماعت پا جائیں، درست ہوگا؟ ائمۂ مساجد کو اس کی نوبت پیش آتی رہتی ہے۔

(عبد الدیان قاسمی، ممبئی)

جواب:- حدیث میں یہ بات آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات بچوں کے رونے کی آواز سن کر نماز مختصر کر دیا کرتے تھے؛ کیوں کہ ان کی مائیں نماز میں شریک رہتی تھیں،

(۱) تبيين الحقائق مع حاشية چلپی: ۱/۳۹۱

(۲) دیکھئے: البحر الرائق: ۱/ ۶۲۰

اس سے معلوم ہوا کہ فی الجملہ شرکاء نماز کی رعایت شریعت کے خلاف نہیں، فقہاء نے لکھا ہے کہ کسی آنے والے متعین شخص کے آنے کا احساس کرتے ہوئے نماز کو طویل کرنا مکروہ ہے؛ کیوں کہ اس میں خیال ہوتا ہے کہ اس کی وجاہت سے متاثر ہو کر نماز طویل کی گئی ہے؛ حالاں کہ نماز ہے ہی اس لیے کہ انسان اللہ کی بڑائی اور کبریائی کے سوا ساری بڑائیوں کو دل سے نکال دے، ہاں! اگر کسی متعین شخص کی رعایت میں نماز کو لمبی نہ کرے، بلکہ پہچانے بغیر آنے والوں کی رعایت میں رکوع کو ایک دو تسبیح کے بقدر لمبا کر دے تو یہ درست ہے، مگر اتنی ہی مقدار رکوع کو طویل کر سکتا ہے، اس سے زیادہ نہیں؛ تا کہ دوسرے نمازیوں کے لیے گرانی کا باعث نہ ہو:

"... فإن كان الإمام عرف الذي يجئ ، يكره : لأن ذلك يشبه الميل إليه ، و إن كان لا يعرف ، لا بأس بذلك مقدار تسبيحة أو تسبيحتين مقدار ما لا يثقل على من خلفه " (۱)

جماعت کا ثواب

سوال:- ہم جماعت کی آخری رکعت میں شریک ہوئے، ہماری پہلی تین رکعتیں چھوٹ گئیں، جسے ہم امام کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے ہیں، کیا ایسی صورت میں ہمیں جماعت سے نماز ادا کرنے کا ثواب ملے گا؟ (معصوم احمد، کاغذنگر)

جواب:- امام مالکؒ نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس نے نماز کی ایک رکعت پالی، اس نے نماز کو پالیا:

"من أدرك من الصلاة ركعة فقد أدرك الصلاة "(۲)

اس لیے انشاء اللہ ایسے شخص کو بھی جماعت کا اجر حاصل ہوگا؛ البتہ اس کا یہ مطلب

---

(۱) كتاب التجنيس و المزيد لصاحب الهدايه :۱۶/۲

(۲) موطأ امام مالك :۲۹۸/۱

نہیں ہے کہ آدمی کسی معقول سبب کے بغیر خواہ مخواہ تاخیر سے جماعت میں پہنچے، کوشش تو یہ ہو کہ شروع ہی سے نماز میں شریک ہوں؛ لیکن کسی عذر کی بنا پر شروع میں شریک نہیں ہو سکا تو ایسی صورت میں کوئی مضائقہ نہیں، انشاء اللہ وہ جماعت کے اجر کا مستحق ہوگا۔

خود پچھلی صف میں کھڑے ہو کر دوسرے کو آگے جگہ دینا

سوال:- بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ صف میں ایک ہی آدمی کی گنجائش ہوتی ہے، میں نے بھی اس صف میں جگہ لینے کا ارادہ کیا اور کوئی استاذ یا بزرگ بھی صف کے آگے بڑھے، اگر میں صف میں کھڑا ہو جاؤں تو ان کو پیچھے کی صف میں کھڑا ہونا پڑے گا، ایسی صورت میں احتراماً طلبہ پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور استاذ کو آگے جگہ دے دیتے ہیں، کیا یہ صورت درست ہے؟ ایک استاذ نے کہا کہ ایسا کرنا درست نہیں؛ کیوں کہ عبادت میں خود آگے بڑھنا چاہئے۔ (محمد ساجد، متعلم دارالعلوم دیوبند)

جواب:- اس میں شبہ نہیں کہ آگے کی صف میں جگہ حاصل کرنا فضیلت اور زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے؛ لیکن بڑوں کا احترام اور ان کی توقیر اس سے بھی افضل عمل ہے، اس لئے اساتذہ اور بزرگوں کے احترام میں خود پیچھے ہٹ جانا اور ان کو اگلی صف میں جگہ دے دینا بلا کراہت جائز ہے، فقہاء نے اس پر اس بات سے استدلال کیا ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مشروب لایا گیا، آپ ﷺ کے دائیں طرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے، جو بہت ہی کم عمر تھے، دوسری طرف بزرگ حضرات تھے، آپ ﷺ کے نوش فرمانے کے بعد جو بچ گیا، اصولی بات یہ تھی کہ وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو دیا جائے؛ کیوں کہ دائیں طرف وہی تھے؛ لیکن دوسری طرف موجود بزرگ صحابہ کو دیکھتے ہوئے آپ ﷺ نے ان سے اجازت چاہی کہ اگر تم اجازت دے دو تو یہ ان حضرات کو دے دوں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے

آپ ﷺ کا پس خوردہ ہونے اور اسی نسبت سے تبرک وسعادت ہونے کی وجہ سے اس کا جواب نفی میں دیا اور کہا کہ میں اس میں ایثار سے کام نہیں لے سکتا ،(۱) ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا پس خوردہ متبرک اور باعث سعادت ہے ، حضور ﷺ نے اس میں حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ سے ایثار کرنے کی خواہش فرمائی ، اس سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ فضیلت وقربت والے افعال میں بزرگوں کے مقابلہ ایثار سے کام لیا جاسکتا ہے ، علامہ شامیؒ نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے :

" وإن سبق أحد إلى الصف الأول فدخل رجل أكبر منه سناً أو أهل علم ، ينبغي أن يتأخر ويقدمه تعظيماً له إلخ " (۲)

اگر تشہد پورا ہونے سے پہلے امام کھڑا ہو جائے یا سلام پھیر دے ؟

سوال :- بہت سی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر قعدہ میں بیٹھے ، ابھی تحیات پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ امام صاحب کھڑے ہوگئے یا قعدہ اخیرہ تھا اور امام صاحب نے سلام پھیر دیا ، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے ؟ کیا امام کے ساتھ ہی کھڑا ہو جائے اور سلام پھیر دے یا تحیات پورا کر کے کھڑا ہو اور سلام پھیرے ؟

(امتیاز احمد ، مغل پورہ)

جواب :- قعدہ کی حالت میں تحیات پڑھنا یا پڑھنے کی مقدار بیٹھنا واجب ہے اور واجب کو حتی المقدور ادا کرنا چاہئے ، اگر اس کو پورا کر کے کھڑا ہو اور امام کو قیام کی حالت میں

---

(۱) بخاری ، حدیث نمبر : ۲۴۵۱ ، مسلم ، کتاب الاشربۃ ، حدیث نمبر : ۱۲۷

(۲) شامی ، کتاب الصلاۃ ، باب الإمامۃ : ۲/ ۳۰۱

پالے تو واجب بھی ادا ہو جائے گا اور فرض بھی ، اسی طرح اگر تشہد مکمل کر کے سلام پھیرے ، تو دونوں واجب ادا ہو جائیں گے ، تشہد پڑھنے کا بھی اور سلام پھیرنے کا بھی ؛ اس لئے افضل طریقہ یہ ہے کہ تشہد پورا کر کے پھر کھڑا ہو یا سلام پھیرے ؛ چنانچہ فقہاء نے اس کو ان صورتوں میں شمار کیا ہے ، جن میں امام کی اتباع واجب نہیں ۔

" إذا أدرك الإمام في التشهد وقام الإمام قبل أن يتم المقتدي أو سلم الإمام في آخر الصلاة قبل أن يتم المقتدي التشهد ، فالمختار أن يتم التشهد ، كذا في الغياثية " (۱)

ٹخنہ سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہونا

سوال :- غیر حنفی حضرات جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے وقت سینہ پر ہاتھ باندھتے ہیں اور پیر پھیلا لیتے ہیں ، بعض نمازیوں کو بسا اوقات اس سے شدید تکلیف (کمر میں درد وغیرہ) ہو جاتی ہے ، ایسی صورت میں دو راستے ممکن ہیں ، یا تو ابتداء ہی میں ان سے دوری اختیار کر لیا جائے ، یا پھر رکوع وسجود کی حالت میں خود اپنے پیروں کو پھیلا لیا جائے ، مہربانی فرما کر بتائیں کہ کیا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں اور ان کا یہ عمل قابل اعتراض ہے یا نہیں ؟

(ابو المجاہد احمد جریر ، حیدر آباد)

جواب :- رسول اللہ ﷺ نے صفوں میں مل کر کھڑے ہونے اور فصل نہ چھوڑنے کی تلقین فرمائی ہے ، اس کے لئے بطور تدبیر کے کاندھوں اور ٹخنوں کو ملانے کا ذکر آیا ہے ؛ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پاؤں بالکل پاؤں سے لگ جائے ، یا انگلی ، انگلی پر چڑھ جائے ؛ بلکہ مقصود مل کر کھڑا ہونا ہے ، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ درمیان میں اتنا فصل نہیں ہونا

---

(۱) ہندیہ : ۱/۹۰ ، الفصل السادس فیما یتابع الإمام وفیما لا یتابعه

جاتا ہے کہ بکری کا بچہ نکل جائے؛ اس لئے نماز پڑھنے والوں کو ایسے عمل سے بچنا چاہئے، جس سے آپ کے بازو میں نماز پڑھنے والا شخص تشویش میں پڑ جائے اور آپ کے لئے بھی یہ طرز عمل مناسب نہیں ہے، جس سے بازو کے نمازی کو تکلیف ہو، مسجد ایک دوسرے کی رعایت کرنے کی جگہ ہے، نہ کہ ایک دوسرے کو تکلیف پہنچانے کی، صحیح طریقہ یہ ہے کہ آپ ان کو سنجیدگی سے سمجھائیں کہ وہ اپنا پاؤں تھوڑا سا سمیٹ کر رکھیں، تاکہ پڑوسیوں کو تکلیف نہ ہو، ایسے مسائل میں نزاع اور شدت سے بچنا چاہئے اور اسلامی اُخوت کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

امام کے سجدۂ سہو کے بعد اقتداء

سوال:- میں اپنے محلہ کی مسجد میں جماعت میں شامل ہوا، امام صاحب تحیات میں تھے، سلام پھیرنے کے بعد میں اٹھا اور نماز پوری کرلی، بعد میں معلوم ہوا کہ امام صاحب سجدہ سہو کا سلام پھیر چکے تھے، نماز کا سلام باقی تھا، میں سجدۂ سہو کے بعد نماز میں شامل ہوا تو کیا میری نماز درست ہوگئی؟ **(محمد امجد، مانصاحب ٹینک)**

جواب:- جب تک امام آخری سلام نہیں پھیر لے، وہ نماز ہی میں ہوتا ہے؛ اس لئے اگر سجدۂ سہو کرنے کے بعد بھی کوئی شخص نماز میں شامل ہو جائے، تو اس کا اقتداء کرنا درست ہوگا اور نماز ادا ہو جائے گی:

" اقتدى بإمام سلم عليه سجود السهو ، إن سجد الإمام للسهو صح الاقتداء وإلا فلا " (۱)

اس لئے آپ کی نماز درست ہوگئی۔

مسجد میں دوسری جماعت

سوال:- جماعت سے مسجد میں نماز ہونے کے بعد کیا

---

(۱) فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی الهندية : ۱/۱۲۳

دوسری جماعت بنائی جاسکتی ہے؟

(سید جلال الدین افضل، شاہ علی بنڈہ)

جو اب:- رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں معمول مبارک ایک ہی بار کی جماعت کا تھا، فرض نماز کی ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت اس طرح کرنا کہ امام اور مقتدی اسی فرض نماز کو ادا کررہے ہوں، حدیث سے ثابت نہیں، نیز تکرار جماعت سے اصل جماعت کی اہمیت لوگوں کے ذہن میں کم ہوجاتی ہے؛ اسی لئے امام ابوحنیفہؒ اور بہت سے فقہاء کے نزدیک عام حالات میں دوسری جماعت مکروہ ہے؛ البتہ یہ کراہت اس وقت ہے جبکہ مسجد محلہ ہو، یعنی مسجد میں امام مقرر ہو اور اہل محلہ اس میں پنجوقتہ نماز ادا کرتے ہوں، اگر مسجد سوق ہو، یعنی بازار اور راستہ کی مسجد، جس میں آنے جانے والے لوگ نماز ادا کرلیا کرتے ہوں تو اس میں دوبارہ جماعت کی جاسکتی ہے؛ کیوں کہ اس کی وجہ سے پہلی جماعت کی کثرت متاثر نہیں ہوتی، اسی طرح محلہ کے لوگ نماز ادا کرلیں، اس کے بعد باہر سے آنے والے نووارد حضرات اپنی جماعت کریں، یا باہر کے لوگوں نے اپنی جماعت کی اور بعد میں اہل محلہ نے جماعت کی تو اس کی بھی گنجائش ہے؛ کیوں کہ نو وارد کی جماعت کی وجہ سے مسجد کے مستقل مصلیان کی جماعت متاثر نہیں ہوتی، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ پہلے جس جگہ پر جماعت کی گئی ہے، اب وہاں سے ہٹ کر جماعت کی جائے، (۱) —— پس دوسری جماعت کی عادت بنالینا درست نہیں؛ لیکن اگر کبھی اتفاقاً کسی وجہ سے جماعت چھوٹ گئی اور اس جگہ سے ہٹ کر جماعت بنائی گئی تو اس کی گنجائش ہے۔

امام کے رکوع سے اٹھتے ہوئے مقتدی کا رکوع میں جانا

سوال:- نماز کی جماعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ شریک ہوا، لیکن امام صاحب جب رکوع میں گئے، تو دعاء افتتاحیہ، ثنا اور پھر سورہ فاتحہ پڑھنے میں مشغول ہوگیا، جس

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: رد المحتار :۲/۲۸۸، منحة الخالق :۱/۶۰۵

میں اس قدر تاخیر ہوگئی کہ امام صاحب رکوع سے '' سمع اللہ لمن حمدہ '' کہتے ہوئے اٹھنے لگے اور میں رکوع میں داخل ہوا، تو کیا نماز مکمل ہوگئی یا پھر ایک رکعت چھوٹ گئی، جسے دوبارہ پڑھنا پڑے گا، اگر دوبارہ رکعت نہیں پڑھی گئی، تو کیا دہرانا پڑے گا یا ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرنے سے کام چل جائے گا، جب کہ مقتدی ہوں؟ (سید افضل جلال الدین، شاہ علی بنڈہ)

جواب:- جب امام رکوع میں ہو اور اندازہ ہو کہ ثنا پڑھنے کے باوجود امام کو رکوع میں پاسکے گا، تب تو ثنا پڑھنا چاہئے، ورنہ تکبیر تحریمہ کہہ کر سیدھے رکوع میں چلا جانا چاہئے۔ اس کے علاوہ مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ اس کا پڑھنا اکثر فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے، بہر حال آپ کا تحریمہ درست ہوگیا، اگر آپ نے امام کے پوری طرح کھڑے ہونے سے پہلے ہی رکوع کرلیا، تو آپ اس رکعت کو پانے والے سمجھے جائیں گے اور اگر آپ کے رکوع میں جانے تک امام بالکل کھڑا ہو چکا تھا، تو آپ کی رکوع میں شرکت نہیں ہوسکی؛ اس لئے آپ اس رکعت کو پانے والے نہیں سمجھے جائیں گے، (۱) ایسی صورت میں اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد آپ نے وہ رکعت ادا نہیں کی، تو آپ کی نماز ادا نہیں ہوئی، آپ کو دوبارہ نماز پڑھنی چاہئے، اگر وقت کے اندر نہیں پڑھ پائے، تو اب قضاء کرنی ضروری ہے۔

مسجد میں جائے یا قیام کے ساتھ نماز ادا کرے؟

سوال:- میں ایک مریض ہوں، قلب کا عارضہ بھی ہے، گھر سے مسجد حالاں کہ چند ہی قدم پر ہے، مگر مسجد جاؤں تو سانس پھولنے کی وجہ سے نماز میں کھڑا نہیں رہ سکتا، گھر پر نماز پڑھوں تو قیام کرسکتا ہوں اور مختصر سورت پڑھ کر فرض پورا کرلیتا ہوں، ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے، مسجد پہونچ کر جماعت میں شریک

(۱) ہدایہ: ۱/ ۱۵۳

ہوں اور بیٹھ کر نماز ادا کرلوں یا اپنے گھر پر ہی کھڑے ہوکر فرض نماز ادا کروں؟　　(احمد شریف قادری، مصری گنج)

جواب:- اس صورت میں آپ گھر ہی میں کھڑے ہوکر نماز ادا کریں، گو اس سلسلہ میں فقہاء کے درمیان کسی قدر اختلاف رائے ہے، مگر راجح یہی ہے؛ کیوں کہ قیام نماز کا رکن ہے، اور مسجد کی جماعت میں حاضری سنت مؤکدہ یا واجب علی الکفایہ ہے، ہاں، اگر گھر ہی میں اہلیہ کے ساتھ یا کسی اور کے ساتھ جماعت بنا سکتے ہوں، تو یہ بہتر ہے:

"ولو أضعفه عن القيام الخروج لجماعة صلى في بيته قائما، به يفتى" (۱) "وجهه أن القيام فرض بخلاف الجماعة" (۲)

نماز باجماعت کی فضیلت کب حاصل ہوگی؟

سوال:- تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی فضیلت اور اس کا اجر وثواب زیادہ ہے، تو یہ فضیلت کب حاصل ہوگی؟ کیا نماز میں شروع سے آخر تک شرکت ضروری ہے یا اکثر رکعتوں کا پانا ضروری ہے؟

جواب:- اگر آپ نماز کے آخری جز میں بھی امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوجائیں، جیسے قعدۂ اخیرہ میں شامل ہوں تو آپ کی نماز امام سے مربوط ہوجاتی ہے؛ اسی لئے آپ تشہد کے کلمات پڑھتے ہیں اور امام سجدۂ سہو کرے تو اس کے ساتھ شرکت کرتے ہیں اور جماعت اصل میں امام اور مقتدی کے ارتباط کے ساتھ ادا کی جانے والی نماز ہی کو کہتے ہیں؛ اس لئے فقہاء احناف کے نزدیک جو رائے معتبر ہے، وہ یہ ہے کہ اگر نماز کے ایک جز میں بھی امام کے ساتھ شرکت ہوجائے تو وہ جماعت کا پانے والا سمجھا جائے گا اور ان شاء اللہ جماعت

(۱) الدر المختار :۵/۴۰۶، باب صلاة المريض

(۲) رد المحتار :۲/۱۳۳، باب صفة الصلاة

کی نماز کا اجر وثواب اسے حاصل ہوگا:

" یحصل بإدراك أقل الصلاة مع الإمام ولو كان ذلك آخر القعدة الأخيرة قبل السلام إلخ " (۱)

البتہ جتنی دیر امام کے ساتھ شرکت ہو اس کے لحاظ سے وہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا؛ اس لئے کوشش یہی ہونی چاہئے کہ آدمی جلد سے جلد نماز میں پہنچے اور پوری جماعت میں شریک ہونے کی کوشش کرے۔

سبق کی وجہ سے تاخیر جماعت

سوال:- میں انٹر کا طالب علم ہوں، ہمارے کالج میں ظہر کی نماز کے وقت تعلیمی گھنٹہ رہتا ہے اور نماز کے لئے جانے کی اجازت نہیں رہتی، ایسی صورت میں کیا ہم لوگ سبق ختم ہونے کے بعد الگ جماعت بنا کر نماز ادا کر سکتے ہیں اور کیا اس میں ہمیں اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا پہلی جماعت میں ملتا؟ (زبیر احمد، تالاب کٹہ)

جواب:- نماز میں جماعت کی بڑی اہمیت ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے؛ لیکن اگر واقعی کوئی معقول عذر ہو تو جماعت واجب نہیں رہتی؛ کیونکہ شریعت میں مجبوری کا لحاظ رکھا گیا ہے: " وتسقط الجماعة بالأعذار " (۲) قریبی مسجد میں جماعت کے وقت تعلیم اور انتظامیہ کی جانب سے چھٹی کا نہ ملنا بھی ایک عذر ہے؛ اس لئے آپ مسجد کی جماعت میں شریک نہ ہونے کی بنا پر گنہگار نہ ہوں گے؛ لیکن — جیسا کہ آپ نے لکھا ہے — آپ حضرات اپنی خصوصی جماعت بنالیں، یہ بہتر صورت ہے، اس سے جماعت کا اجر بھی حاصل ہوگا اور آپ کے رفقاء کو نماز پڑھنے کی حوصلہ افزائی بھی ہوگی؛ کیونکہ اجتماعی ماحول کی وجہ سے نیکی کی ترغیب ہوتی ہے اور اس کا انجام دینا آسان ہوتا ہے، اگر آپ اسکول میں یا مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ جماعت بنائیں تو حسب سہولت کہیں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر

(۱) کبیری: ص: ۵۱۰ (۲) الفتاوی الهندیة: ۱/۸۳

مسجد میں جماعت بنائیں، جہاں پہلے جماعت ہو چکی ہے، تو پہلے جس جگہ پر نماز ہوئی تھی، وہاں سے کسی قدر ہٹ کر جماعت بنالیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو علم نافع عطا فرمائے اور عمل صالح کی توفیق سے بھی سرفراز کرے۔

جماعت میں غیر مسلم کی شرکت

سوال:- اگر کسی غیر مسلم کو نماز با جماعت میں جان بوجھ کر یا بھول کر شامل کر لیا جائے تو کیا پڑھانے والے اور مقتدیوں کی نماز پر اس کا کچھ اثر ہوگا قرآن وسنت سے کیا غیر مسلم کو نماز میں شامل کرنے کی اجازت ہے؟

(عبدالمجیب، شاہین نگر)

جواب:- کسی غیر مسلم کو نماز میں شرکت کی دعوت دینا صحیح نہیں؛ اس لئے کہ جب تک وہ ایمان نہیں لائے، اس وقت تک وہ شریعت کے جزوی وفروعی احکام کا مخاطب نہیں ہوتا؛ البتہ اگر دعوت کے بغیر کوئی غیر مسلم جماعت میں آکر شریک ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منافقین نماز پڑھا کرتے تھے، آپ ﷺ ان کے کفر سے واقف تھے؛ بلکہ ان میں بعض لوگوں کا کافر ہونا صحابہ ؓ میں معروف تھا، پھر بھی ان سے کچھ تعرض نہیں کیا جاتا تھا، غرض کہ غیر مسلم کی جماعت میں شرکت کی وجہ سے امام ومقتدی کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

جذامی کا مسجد آنا

سوال:- نماز با جماعت میں ایک ایسا شخص آتا ہے جو جذامی ہے، لوگ اس سے کراہت کرتے ہیں، اور اگر وہ جماعت میں شریک ہو تو بازو والے کو نماز میں یکسوئی نہیں ہوتی، کیا ایسے شخص کو جماعت میں شریک کر سکتے ہیں، اور کیا اسے

مسجد میں آنے سے منع کیا جاسکتا ہے؟ (بلال احمد، بہار)

جواب:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو کوئی کچی لہسن کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے" (۱) اس حدیث کے ذیل میں علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ اس ممانعت کی وجہ فرشتوں اور مسلمانوں کو ایذاء سے بچانا ہے؛ لہذا ہر بدبودار چیز کو یہ حکم شامل ہے، خواہ وہ چیز کھائی جانے والی ہو یا نہ ہو؛ چنانچہ علامہ شامیؒ کا بیان ہے:

"جس کے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہو، اس کا بھی یہی حکم ہوگا، یعنی اسے بھی مسجد میں آنے سے روکا جائے گا" (۲)

پھر فرماتے ہیں کہ جس شخص کو جذام یا برص ہو، اس کے لئے بدرجہ اولیٰ یہی حکم ہوگا:

"والمجذوم والأبرص أولى بالإلحاق" (۲)

اور سحنون مالکیؒ سے نقل کیا ہے کہ ان حضرات پر جمعہ واجب نہیں ہوگا۔

لہٰذا جو شخص جذام کا مریض ہو، اسے چاہئے کہ مسجد جانے کے بجائے گھر ہی میں نماز ادا کرلے، ان شاء اللہ اس کو اس کی نیت کی وجہ سے مسجد جانے کا اجر ہوگا، نیز اپنے مسلمان بھائیوں کو اذیت سے بچانے کا ثواب مزید حاصل ہوگا، ایسے لوگوں کو خوش تدبیری اور خوش گفتاری کے ساتھ مسجد آنے سے روکا جاسکتا ہے۔

صف کے درمیان بیٹھ کر نماز ادا کرنا

سوال:- کیا مؤذن امام کے پیچھے بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز ادا کرسکتا ہے؟ واضح رہے کہ اس صورت میں صفوں کے درمیان عجیب سا خلل محسوس ہوتا ہے۔

(عبدالرحیم، کریم نگر)

جواب:- معذور کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور ایسا شخص امام کے پیچھے بھی

(۱) ترمذی: ۳/۲
(۲) ردالمحتار: ۴۳۵/۲

بیٹھ کر نماز ادا کر سکتا ہے، اس کا بیٹھنا کھڑے ہونے کے حکم میں ہے، تاہم عموی طور پر اگر دشواری نہ ہو تو ایسے معذور شخص کا صف کے کنارہ بیٹھ کر نماز پڑھنا بہتر محسوس ہوتا ہے؛ تاکہ ظاہری طور پر صف میں خلل محسوس نہ ہو۔

❁❁❁❁❁

مسبوق کا بیان

مسبوق کے لئے ثناء اور تعوذ

سوال:- اگر نمازی کی ایک یا دو رکعت نماز چھوٹ جائے اور وہ نماز چار رکعت والی ہے، تو نمازی امام کے سلام پھیرنے کے بعد ثناء پڑھے گا یا نہیں؟ (شیخ یٰسین، آصف نگر)

جواب:- جس شخص کی بعض رکعتیں فوت ہوگئی ہوں، اس کو فقہ کی اصطلاح میں "مسبوق" کہتے ہیں، مسبوق کا حکم یہ ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ جو رکعتیں ادا کرتا ہے، ان میں اس کی حیثیت تنہا نماز پڑھنے والے کی ہوتی ہے؛ اس لئے امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب وہ کھڑا ہو تو ثناء بھی پڑھے گا اور اعوذ باللہ بھی اور پھر قرآن مجید کی تلاوت بھی کرے گا:

" منفرد فيما يقضيه بعد فراغ إمامه فيأتي بالثناء والتعوذ ... " (۱)

چار رکعت والی نماز میں ایک رکعت پانے والا کس طرح نماز ادا کرے؟

سوال:- اگر ظہر، عصر میں ہم کو صرف اخیر کی ایک ہی

(۱) درمختار مع الرد: ۲/۳۴۷

رکعت باجماعت ملی تو باقی تین رکعت ہم کس طرح ادا کریں، یعنی پہلے ایک اور رکعت پڑھ کر قعدہ میں بیٹھ کر باقی دو رکعت اسی طرح ادا کریں، یا پہلے دو رکعت پڑھ کر قعدہ سے اٹھنے کے بعد چوتھی رکعت مکمل کریں اور اسی طرح مغرب کی نماز میں بھی اگر اخیر کی ایک رکعت ہی جماعت سے ملے تو باقی دو رکعت ایک قعدہ سے مکمل کریں یا دو قعدوں سے مکمل کرنا ہوگا؟ (سکندر، مشیر آباد)

جواب:- ایسی صورت میں آپ چھوٹی ہوئی رکعتوں میں جو پہلی رکعت ادا کریں گے، وہ آپ کی دوسری رکعت ہوگی، اس میں آپ قعدۂ اولیٰ کریں گے:

" ولو أدرك ركعة من ذوات الأربع صلى ركعة بفاتحة و سورة و تشهد ثم صلى أخرى بفاتحة وسورة و لا يتشهد " (۱)

چھوٹی ہوئی رکعتیں کس طرح ادا کی جائیں؟

سوال:- میں نے عشاء کی فرض نماز میں ایک رکعت پائی، بعد کی تین رکعتیں کس ترتیب سے پڑھی جائیں، اور کن رکعتوں میں ضم سورت کرنا ہوگا؟ (محمد سلیم، سلطان شاہی)

جواب:- جب آپ چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرنے کو کھڑے ہوں، تو پہلی رکعت کے ختم پر قعدہ کرلیں، اور قعدہ میں صرف تشہد پڑھیں، اس کے بعد دو رکعت پوری کر کے قعدۂ اخیرہ کریں، نیز فوت شدہ رکعتوں کو ادا کرتے ہوئے پہلی اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائیں، اور آخری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھ لیں، فقہاء نے اس سلسلہ میں اصول لکھا ہے کہ جو چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کی جاتی ہیں، وہ قرأت کے اعتبار سے ابتدائی رکعتیں

(۱) الفتاوی الهندیة: ۱/۶۰

ہیں، یعنی ان میں سورت ملائی جائے گی، اور تشہد کے اعتبار سے بعد کی رکعتیں ہیں، یعنی اسے دوسری رکعت سمجھتے ہوئے قعدۂ اولیٰ کیا جائے گا:

" و يقضي أول صلاته في حق قراءة و آخرها في حق تشهد ، فمدرك ركعة من غير فجر يأتي بركعتين بفاتحة و سورة و تشهد بينهما ، و رابعة الرباعي بفاتحة فقط و لا يقعد قبلها " (۱)

چھوٹی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے کا طریقہ

سوال:- ظہر، عصر اور عشاء کی چار فرض رکعت میں امام کے ساتھ دیر سے شامل ہوا، پہلی، دوسری رکعت چھوٹ گئی، تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد نماز کس طرح پوری کرنی چاہئے، پہلی دوسری چھوٹی ہوئی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ ملانا ضروری ہے، یا صرف سورۂ فاتحہ پڑھ لینا کافی ہوگا؟　　(رحیم اللہ، مغل پورہ)

جواب:- جس آدمی کی ابتدائی رکعتیں چھوٹ گئی ہوں، جب امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ چھوٹی ہوئی رکعتوں کو ادا کرتا ہے تو اس کے حق میں اس کی حیثیت ابتدائی رکعتوں کی ہوتی ہے؛ لہذا اگر پہلی اور دوسری رکعت چھوٹ گئی اور چار رکعت والی نماز تھی تو چھوٹی ہوئی نماز کو ادا کرتے ہوئے سورۂ فاتحہ پڑھنا اور اس کے ساتھ سورہ کا ملانا بھی ضروری ہے، ہاں اگر تیسری رکعت چھوٹی ہو تو سورہ فاتحہ پڑھنے پر اکتفا کرلیا جائے؛ بلکہ اگر سورۂ فاتحہ بھی نہیں پڑھ پائے تب بھی نماز ہوجائے گی:

" ولو أدرك ركعة من الرباعية فعليه أن يقضي ركعة يقرأ فيها الفاتحة والسورة ويتشهد ، ويقضي ركعة

---

(۱) رد المحتار : ۲/ ۳۴۷

أخري كذلك ولا يتشهد ، وفي الثانية بالخيار والقراءة أفضل ، ولو أدرك ركعتين قضى ركعتين بقراءة " (۱)

مسبوق نماز مکمل کرنے کے لئے کب کھڑا ہو؟

سوال:- جو شخص بعد میں جماعت میں شریک ہوا ہو اور اس کی بعض رکعتیں چھوٹ گئی ہو، امام کے نماز مکمل کرنے کے بعد اس کو کب کھڑا ہونا چاہئے، پہلے سلام کے بعد یا دوسرے سلام کے بعد؟ (نام غیر مذکور، حیدرآباد)

جواب:- جو آدمی بعد میں آکر جماعت میں شریک ہوا، اسے "مسبوق" کہتے ہیں، مسبوق کا حکم یہ ہے کہ اگر امام پر سجدۂ سہو واجب ہو تو امام کے ساتھ ساتھ اسے بھی سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؛ لہٰذا فقہاء نے کہا ہے کہ جب اسے اطمینان ہو جائے کہ امام پر سجدۂ سہو نہیں ہے، تب اسے بقیہ رکعتوں کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہونا چاہئے: " وينبغي أن يصبر حتى يتقين أنه لا سهو على الإمام " (۲) —— جب تک امام دوسرا سلام شروع نہ کرے اس وقت تک اس کا احتمال رہتا ہے کہ شاید امام سے سہو ہو گیا ہو، اور اسے سجدۂ سہو کی ضرورت ہو؛ اس لئے پہلا سلام پھیرنے کے بعد جب امام دوسرا سلام شروع کرے تو اس وقت مسبوق کو کھڑا ہونا چاہئے، دوسرے سلام کے مکمل ہونے کا انتظار کرنا ضروری نہیں۔

مسبوق کو کب ثناء پڑھنا چاہئے؟

سوال:- جماعت ہو رہی تھی کہ کوئی مقتدی دوسری رکعت میں شریک ہو گیا، کیا وہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا بھی پڑھ لے یا پہلی رکعت- جو چھوٹ گئی تھی- اس وقت ثنا پڑھے؟ افضل عمل کونسا ہے؟

(احمد سعید اطہر، منچریال)

(۱) الفتاوی الهندية : ۱/ ۹۱   (۲) الدر مع الرد : ۱/ ۳۴۴

جواب:- اگر دوسری رکعت شروع ہونے کے بعد نماز میں شریک ہوا تو اس وقت ثناء پڑھنا درست نہیں، قیام کی حالت میں امام قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور جب امام قرآن مجید کی تلاوت کرے تو مقتدی کو خاموش رہنا چاہئے؛ اس لئے جب چھوٹی ہوئی رکعت کو پوری کرنے کے ارادہ سے اٹھے تو اس وقت پہلے ثنا پڑھے، پھر سورہ فاتحہ، ہاں جس وقت جماعت میں شریک ہوا، اگر امام سجدہ کی حالت میں ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں مقتدی کی وہ رکعت شمار نہیں ہوگی، تو اس وقت بھی ثنا پڑھ لینے کی گنجائش ہے؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ چھوٹی ہوئی رکعتوں کو ادا کرتے وقت ثنا پڑھی جائے؛ کیوں کہ وہ رکعت مسبوق شخص کے حق میں پہلی رکعت ہے اور پہلی رکعت ہی ثنا پڑھنے کا اصل محل ہے، اس کے علاوہ امام کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے، اگر امام سجدہ میں ہو اور مقتدی سجدہ میں جانے کی بجائے ثنا پڑھنے لگے تو یہ امام کی اتباع کے مغائر ہے۔(۱)

مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے؟

سوال:- جماعت کے ساتھ میری ایک رکعت چھوٹ گئی، امام صاحب کے ساتھ میں نے سلام پھیر دیا؛ لیکن مجھے یاد آیا کہ رکعت چھوٹ گئی ہے تو میں نے ایک رکعت ادا کرلی، کیا اس صورت میں نماز ہوگئی یا مجھے سجدہ سہو کرنا چاہئے تھا؟

(عبدالرحیم، آرمور)

جواب:- اگر یہ یاد رکھتے ہوئے کہ میری ایک رکعت باقی ہے امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور از سر نو نماز ادا کرنی ہوگی، اگر یہ خیال نہ رہا ہو، بھول کر سلام پھیرے، تو اگر امام کے سلام سے پہلے یا اس کے ساتھ ساتھ پھیر دے تو چھوٹی ہوئی رکعت پوری کرے، یہ نماز ہوگئی اور سجدہ سہو بھی واجب نہیں: کیونکہ مقتدی کے سہو کی وجہ

---

(۱) البحر الرائق :۵۴۲/۱

سے اس پر سجدہ واجب نہیں ہوتا، اور اگر امام کے سلام ختم ہونے کے بعد سلام پھیرا، تو چھوٹی ہوئی رکعت پوری کرے؛ لیکن اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا؛ کیونکہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس کا حکم تنہا نماز پڑھنے والے شخص کا ہے اور تنہا نماز ادا کرنے والے سے سہو ہو تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے:

"فإذا سلم الإمام قام إلى القضاء فإن سلم ، فإن كان عامدا فسدت وإلا لا ، وليس السجود عليه إن سلم سهوا قبل الإمام أو معه وإن سلمه بعده لزمه لكونه منفردا حينئذ" (۱)

(۱) ردالمحتار: ۶۹۵/۲

امامت کا بیان

امامت کی نیت

سوال:- جب ہم فرض نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو" تابع اس امام کے" کہہ کر ہاتھ باندھتے ہیں، جو شخص امامت کررہا ہو، کیا اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ اپنے مقتدیوں کے بارے میں نیت کرے؟ (شاہ محمد یونس سرمست، رایچور)

جواب:- مقتدی کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام کی نیت کرے؛ لیکن امام کے لیے اگر اقتداء کرنے والے مرد حضرات ہوں تو ان کی نیت کرنا ضروری نہیں، ہاں، اگر اقتداء کرنے والوں میں خواتین بھی ہوں تو اس وقت حنفیہ کے نزدیک ان کی امامت کی نیت بھی کرنی چاہئے:

" و هل يحتاج إلى نية الإمامة ؟ أما نية إمامة الرجال فلا يحتاج إليها ، و يصح اقتداء هم به بدون نية إمامتهم " (۱)

شافعی کے پیچھے حنفی کی نماز

سوال:- کیا امام شافعی کے مسلک سے تعلق رکھنے والے

---

(۱) بدائع الصنائع :۱/۳۳۰، نیز دیکھئے: فتح القدير :۱/۲۴۳

امام کے پیچھے حنفی، مالکی اور حنبلی مقتدیوں کی نماز درست ہوسکتی ہے، جب کہ ایک مسجد میں مقتدیوں کی غالب تعداد حنفی مسلک سے تعلق رکھتی ہے؟ (مبین احمد خاں، پربھنی)

جواب:- ائمہ مجتہدین کے درمیان اکثر اختلاف 'زیادہ اور کم بہتر' کا ہے، اور ان مسائل میں اختلاف رائے حضرات صحابہ ﷺ کے عہد سے ہے، اور صحابہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا کیا کرتے تھے، فقہاء حنفیہ میں امام ابوبکر جصاص رازی، علامہ ابن ہمام اور ان کے استاذ شیخ سراج الدین وغیرہ کی بھی یہی رائے ہے؛ البتہ جس مسجد میں جس نقطۂ نظر پر عمل کرنے والوں کی زیادہ تعداد ہو، مناسب ہے کہ اس میں اسی مسلک کا امام ہو؛ کیوں کہ امام ایسا ہونا چاہئے، جس کی طرف مقتدیوں کو زیادہ سے زیادہ رغبت ہو، اور ہم خیال ہونا بھی رغبت کے اسباب میں سے ایک ہے، —— بہرحال ایسے مسائل کو باہمی اختلاف وانتشار کا سبب نہیں بنانا چاہئے۔

امام کی جائے نماز نیچے ہو

سوال:- میں نے اہل تشیع کی مسجد میں دیکھا ہے کہ امام کے نماز پڑھانے کی جگہ مصلیوں سے قریب ایک ہاتھ نیچے ہوتی ہے، امام کا اس طرح نیچے کھڑا ہونا کیسا ہے؟ (احمد علی، سلطان شاہی)

جواب:- رسول اللہ ﷺ صحابہ کو نماز پڑھاتے تھے، اور آپ کے نماز پڑھانے کی جگہ اور صحابہ کے پڑھنے کی جگہ ایک ہی ہوا کرتی تھی؛ اس لئے اہل سنت والجماعت کے نزدیک امام اور مقتدی کی سطح ایک ہی ہونی چاہئے، یہ بات کہ امام تنہا ایک ہاتھ اونچی جگہ پر ہو اور سارے مقتدی نیچے ہوں، یا مقتدی ایک ہاتھ اونچے اور امام ایک ہاتھ نیچے ہوں، مکروہ ہے، سوائے اس کے کہ کوئی عذر ہو، یا امام کے ساتھ مقتدیوں کی بھی ایک صف موجود ہو، ایسی صورت میں کراہت نہیں:

" ... و إنفراد الإمام على الدكان ... وكره عكسه في

الأصح وهذا كله عند عدم العذر " (۱)

سنت فجر پڑھے بغیر فرض کی امامت

سوال:- فجر کی جماعت کا وقت ہو چکا تھا کہ پیش امام صاحب تشریف لائے وہ مکان میں بھی سنتیں پڑھ کر نہیں آئے، ایسے میں بغیر فجر کی سنتیں ادا کیے فرض نماز کی امامت کر سکتے ہیں یا مصلیوں کو چاہئے کہ امام صاحب کے دو رکعت سنت ادا کرنے تک انتظار کریں؟ احکام شرعی کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں تو نوازش ہوگی۔ (احمد سعید اللہ، مچھریال)

جواب:- اولاً تو خود امام صاحب کو چاہئے کہ جماعت کے وقت سے پہلے سنت ادا کرلیں، خواہ گھر میں ادا کریں یا مسجد میں؛ کیوں کہ جماعت کا جو وقت متعین ہوتا ہے، وہ منتظمین کی طرف سے وعدہ کے درجہ میں ہے کہ فلاں وقت میں جماعت شروع کردی جائے گی اور وعدہ کو پورا کرنا ضروری ہے؛ لیکن اگر کبھی اتفاقاً امام صاحب مقررہ وقت سے پہلے سنت نہیں پڑھ سکیں تو مقتدیوں کو انتظار کرنا چاہئے اور امام کو سنت پڑھنے کا موقع دینا چاہئے، رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک حجرۂ شریفہ میں سنت ادا کرنے کا تھا اور جب تک آپ ﷺ باہر تشریف نہیں لاتے، صحابہ انتظار کرتے رہتے تھے، آپ کی تشریف آوری کے بعد نماز شروع ہوتی تھی —— لیکن بہرحال فجر کی فرض نماز کا ادا ہونا سنت پڑھنے پر موقوف نہیں ہے، اگر امام صاحب نے سنت ادا نہیں کی اور فرض نماز پڑھادی تو گو ان کو ایسا نہیں کرنا چاہئے؛ لیکن کسی نقص کے بغیر مقتدیوں کی نماز فجر ادا ہوگئی۔

صرف نماز جمعہ ہی پڑھنے والے شخص کے پیچھے نماز

سوال:- کیا کوئی مصلی ایسے امام کے پیچھے نماز جمعہ ادا

---

(۱) در مختار: ۲/۴۱۵.

کرسکتا ہے، جو خود بے نمازی ہو، صرف جمعہ کی ہی نماز کی امامت کرتا ہو اور مصلیوں کو یقین کے ساتھ یہ علم ہو کہ وہ صرف جمعہ کی امامت کے علاوہ دوسری کوئی نماز ادا نہیں کرتا (یعنی وہ بے نمازی ہو) تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے؟ اس کے علاوہ وہ اپنی ازدواجی زندگی (اپنی بیوی اور اولاد) کی ذمہ داری سے لاپرواہی برتتے ہوئے ان کے ساتھ نہایت گالی گلوج اور غیر اسلامی رویہ اختیار کرتا ہو، ایسا شخص کیسے امامت کے فرائض انجام دے سکتا ہے، ایک عام مسلمان کے لئے بھی اس طرح کی حرکات کا انجام دینا کفر کے قریب لے جاسکتا ہے تو پھر ایک امام وخطیب سے اگر اس طرح کے اعمال سرزد ہوں تو کیسے کوئی اس کی امامت قبول کرے؟ (محمد شفیق پاشاہ، لاڈ بازار)

جواب:- امام ایسے شخص کو مقرر کرنا چاہئے، جو عمل کے اعتبار سے لوگوں میں زیادہ بہتر (أورع) ہو، نماز نہ پڑھنے والا شخص فاسق ہے، اور فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے: "ویکرہ تقدیم العبد والأعرابی والفاسق ... الخ" اس طرح فاسق شخص کا امامت کرنا مکروہ ہے:

"یجوز إمامة الأعراب .... والفاسق ، إلا أنها تکره" (۲)

اس لئے مسجد کے ذمہ داروں کا ایسے شخص کو امام بنانا اور خود اس شخص کا اپنی کیفیت سے واقف ہونے کے باوجود امامت کرنا گناہ ہے؛ البتہ مقتدی حضرات اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں تو نماز ادا ہو جائے گی؛ بلکہ تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ ایسے شخص کے پیچھے نماز ادا کر لینا بہتر ہے:

"صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة ، أفاد أن الصلاة خلفها أولی من الانفراد" (۳)

---

(۱) ہدایہ: ۱/۱۰۱ (۲) فتاوی ہندیہ: ۱/۸۵ (۳) رد المحتار: ۲/۳۰۱

کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کسی بھی مسلمان کے پیچھے ہو جاتی ہے، چاہے وہ نیک ہو یا بد، اور چاہے وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو:

" الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم ، برًّا كان أو فاجرًا ، وإن عمل الكبائر " (۱)

حاصل یہ ہے کہ:

(الف) امام صاحب کو اس حرکت سے توبہ کرنی چاہئے، بالقصد نماز چھوڑنا تو کسی مسلمان کے بھی شایانِ شان نہیں، چہ جائیکہ کسی امام کے۔

(ب) منتظمین مسجد کو چاہئے کہ اگر یہ بات درست ہو تو امام صاحب کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیں۔

(ج) مقتدیوں کو چاہئے کہ جب تک کوئی تبدیلی نہ آجائے، کراہت خاطر کے ساتھ نماز ادا کرتے رہیں، اور مسلمانوں کی اجتماعیت کو ٹوٹنے سے بچائیں۔

امامت سے پہلے صف کی درستگی کی تلقین

سوال:- نماز کے لیے اقامت کہنے کے بعد صف بندی کے لیے امام صاحب یا مؤذن صاحب کا یہ کہنا کہ پہلی صف مکمل کرو، کندھے سے کندھا ملا کر ٹھہرو، بچے پیچھے کی صفوں میں ٹھہریں، بچے شرارت کریں تو ان کو خاموش بٹھاؤ، کہاں تک درست ہے؟ (محمد جہانگیر الدین طاہر، باغ امجد الدولہ)

جواب:- صحابہ ؓ نقل کرتے ہیں کہ جب نماز قائم کی جاتی، تو حضور ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوتے، آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک بھی ہماری طرف ہوتا اور تلقین فرماتے، اپنی صفوں کو سیدھی کرو اور مل مل کر کھڑے ہو: "..... أقيموا صفوفكم و تراصوا " (۲)، اس لیے

(۱) أبو داؤد، حدیث نمبر: ۵۹۴، باب إمامة البر والفاجر

(۲) بخاری، حدیث نمبر: ۷۱۹، باب إقبال الإمام على الناس

امام صاحب کا یا مؤذن صاحب کا اقامت کے بعد لوگوں کو متوجہ کرتا کہ وہ اپنی صفیں مکمل کریں بچوں کو بچوں کی صف میں کھڑا کریں اور انہیں پرسکون کردیں، جائز بلکہ مستحب ہے؛ اس لئے کہ اس سے نماز کو اس کے آداب کے ساتھ ادا کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔

امامت کی جگہ

سوال:- درمیان سے ہٹ کر ایک کونہ سے امامت کی جاسکتی ہے! جبکہ درمیان میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ موجود ہو؟ (سید افضل نقشبندی، شاہ علی بنڈہ)

جواب:- امام کو چاہئے کہ مسجد ہو تو محراب میں اور عام جگہوں پر درمیان میں کھڑا ہو، دونوں طرف آدھی آدھی صفیں ہوں، اگر ایک کونہ میں کھڑا ہوجائے تو اس کی خلاف ورزی ہوتی ہے؛ اس لئے قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے؛ البتہ اگر امام نے نمازیوں کی کم تعداد کو دیکھتے ہوئے ایک جگہ کھڑے ہوکر نماز پڑھانی شروع کی اور بعد کو ایک طرف کی صف لمبی ہوگئی اور امام ایک کونہ میں چلا گیا تو اس میں چونکہ قصد و ارادہ کا دخل نہیں؛ اس لئے کراہت بھی نہیں ہے، البتہ مسجد میں چونکہ محراب اسی مناسبت سے بنائی جاتی ہے؛ اس لئے محراب میں امام کو کھڑا ہونا چاہئے۔

امام کہاں کھڑا ہو؟

سوال:- ہمارے محلہ کی مسجد پہلے چھوٹی تھی، اسی لحاظ سے درمیان میں محراب بنائی گئی تھی، بعد میں مسجد تنگ پڑ جانے کی وجہ سے دائیں طرف سے کچھ حصہ کا اضافہ کیا گیا، اس کے لحاظ سے محراب کی جگہ درمیان میں نہیں باقی رہی، چنانچہ امام صاحب محراب کی جگہ سے تھوڑا سا دائیں طرف ہٹ کر کھڑے ہوتے ہیں، لیکن بعض مصلیوں کو اس پر سخت اعتراض ہے، براہ کرم واضح کیجئے کہ کیا اب بھی امام صاحب کو محراب ہی میں کھڑا ہونا چاہئے یا اس سے

ہٹ کر صف کے درمیان میں؟ (خواجہ مبشر الدین، عزیز باغ کالونی)

جواب:- اصل میں امام کو صف کے وسط کے لحاظ سے آگے کھڑا ہونا چاہئے؛ تاکہ دونوں طرف کے نمازیوں کو ان کی نقل و حرکت کو دیکھنے اور آواز سننے میں سہولت ہو، نیز دیکھنے میں بھی یہ ہیئت بہتر معلوم ہوتی ہے، اسلام کے ابتدائی دور میں باضابطہ محراب کی تعمیر نہیں ہوئی تھی، یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جماعت کے لئے صرف مسجد ہی متعین نہیں ہے، بعض دفعہ گھر پر بھی جماعت ہو سکتی ہے، بعض دفعہ مسافرین کو سر راہ جماعت کرنی پڑتی ہے، اگر امام کے لئے محراب میں کھڑا ہونا ضروری ہوتو ان مقامات پر تو اس کا نظم نہیں ہو سکتا، بعد کے ادوار میں سہولت کیلئے وسط صف میں محراب بنائی جانے لگی؛ تاکہ امام کو سہولت ہو اور اس کے کھڑے ہونے کے لئے ایک جگہ مقرر ہو جائے؛ اس لئے جب مسجد کی توسیع ہو چکی ہے اور محراب کی جگہ اب صف کے وسط میں باقی نہیں رہی تو موجودہ چوڑائی کے اعتبار سے جو جگہ وسط میں واقع ہو، وہاں امام کو کھڑا ہونا چاہئے:

" السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف ، ألا ترى أن المحاريب ما نصبت إلا وسط المساجد ، وهي قد عينت لمقام الإمام " (۱)

البتہ مسجد کے منتظمین کو چاہئے کہ مسجد کی موجودہ وسعت کے لحاظ سے وسط میں دوسرا محراب تعمیر کر دیں، تاکہ آپسی اختلاف کا باعث نہ بنے۔

مسجد حرام میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ

سوال:- جو لوگ محراب میں ہی امام صاحب کے کھڑے ہونے کے قائل ہیں، میں نے ان کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ مسجد حرام مکۃ المکرمہ میں جو نماز ادا کی جاتی ہے، وہاں تو کوئی محراب نہیں ہے؛ اس لئے محراب تو صرف خوبصورتی کے لئے ہے، محراب

(۱) رد المحتار: ۲/۳۱۰

میں امام کے کھڑے ہونے کی کوئی اہمیت نہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟ (خواجہ مبشر الدین، عزیز باغ کالونی)

جواب:- اصل میں مسجد حرام کی خصوصی نوعیت ہے؛ کیوں کہ مسجد حرام کعبۃ اللہ کی چاروں طرف ہے، آدمی جس طرف سے کھڑا ہو جائے اور اس کا رخ کعبہ کی طرف ہو نماز ادا ہو جائے گی، امام بھی کسی سمت میں کھڑا ہو کر نماز پڑھا سکتا ہے؛ اس لئے وہاں امام کی کوئی خاص جگہ متعین نہیں کی جا سکتی، بخلاف عام مسجدوں کے، کہ وہاں قبلہ کی جہت ایک ہی طرف متعین ہے، اسی لحاظ سے پہلی صف بنتی ہے اور صف کے وسط میں امام کی جگہ مقرر کرنے کے لئے محراب بنائی جاتی ہے؛ چنانچہ مسجد حرام میں امام کے کھڑے ہونے کے لئے مقام ابراہیم کو افضل قرار دیا گیا ہے، کہ وہاں سے قریب اسے کھڑا ہونا چاہئے:

" ذكر في البدائع في بحث الصلاة في الكعبة : أن الأفضل للإمام أن يقف في مقام إبراهيم " (۱)

البتہ مسجدوں میں محراب کا ہونا اور محراب کے وسط میں امام کا کھڑا ہونا ایک متوارث عمل ہے، جو سلف صالحین کے دور سے ہوتا آیا ہے اور امام کے وسط صف میں کھڑے ہونے کی سنت پر عمل کرنا اس کی وجہ سے آسان ہو جاتا ہے؛ اس لئے اسے غیر اہم قرار دینا درست نہیں۔

توتلے شخص کی امامت

سوال:- ہمارے ایک دوست ہیں، جو بہت نیک اور پابند صوم وصلاۃ آدمی ہیں، ہم لوگ کبھی ان کو نماز کے لئے آگے بڑھا دیتے ہیں، مگر ان کی زبان میں لکنت اور توتلاہٹ بہت زیادہ ہے، وہ "ظ" کو "ض"، "ز" کو "ذ" اور "ذ" کو "ژ" اور "ق" کو "ٹ" وغیرہ کی آواز میں پڑھتے ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی

---

(۱) رد المحتار: ۲/۳۱۰

تلاوت پر بڑے لوگ ہنسی بھی نہیں روک پاتے ، کیا ان کو امام بنانا درست ہے اور ہم لوگوں کی نماز ان کے پیچھے ہو جائے گی؟

(علیم الدین، نورخاں بازار)

جواب:- نماز اہم ترین عبادت ہے اور قرآن مجید کی تلاوت اس کا سب سے اہم جزو ہے؛ اس لئے نماز ایسے شخص کو پڑھانی چاہئے ، جو درست طریقہ پر قرآن پڑھ سکتا ہو، اس کی تلاوت کی طرف لوگوں کو رغبت ہوتی ہو اور اس کی تلاوت سمجھ میں آتی ہو، کوئی شخص کتنا بھی نیک اور متقی ہو؛ لیکن اگر کسی حرف کا مسلسل غلط تلفظ کرنے پر مضطر ہو تو نہ لوگوں کو اس کا قرآن سمجھ میں آئے گا اور نہ اس کی طرف رغبت ہوگی ؛ بلکہ توجہ یکسو ہونے کے بجائے اور بٹ جائے گی ؛ اس لئے جو لوگ درست طریقہ پر قرآن مجید پڑھ سکتے ہوں، ایسے معذور شخص کے پیچھے ان کی اقتداء درست نہیں ہوگی ، ہاں ، اگر وہ کوشش کے باوجود تلفظ کو درست کرنے پر قادر نہیں ہوں تو ان کی اپنی نماز درست ہو جائے گی :

" والفأفأة بتكرار الفاء والتمتمه بتكرار التاء فلا يتكلم إلا به ... ونحوه لا يكون إماما لغيره فصلاته جائزة لنفسه " (۱)

حافظ لڑکی کے پیچھے خواتین کی اقتداء

سوال:- حافظ لڑکیوں کے قرآن کی حفاظت کے لئے اپنے ہی مکان میں موجود خواتین کو جوڑ کر جماعت کے ساتھ تراویح پڑھانے کی شرعاً گنجائش ہے یا نہیں؟ اگر گھر میں خواتین نہ ہوں تو کیا پڑوسی خواتین بلا اعلان جمع ہو کر اس طرح تراویح پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟ غالباً مسائل تراویح (ترتیب: مفتی رفعت قاسمی) میں مولانا

---

(۱) مراقي الفلاح ۱: ۱۵۷

عبدالحئی صاحب کے حوالہ سے اس کی اجازت دی ہے، آپ کی کیا رائے ہے؟ (حافظہ پروین، سکندرآباد)

جواب:- اگر خواتین اپنی جماعت بنا کر نماز پڑھ لیں، تو نماز کے درست ہو جانے پر تو جمہور کا اتفاق ہے، علامہ ابن ہمامؒ بڑے محقق، فقیہ اور محدث ہیں، وہ تو اس سلسلہ میں اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں:

" فإنهن لو صلين جماعة جازت بالإجماع " (۱)

مگر اجماع کا دعویٰ محل نظر ہے، مالکیہ کے یہاں خواتین کی جماعت جائز نہیں؛ (۲) البتہ اس میں شبہ نہیں کہ خواتین کی جماعت کا اہتمام بہتر نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے، اسی اندیشہ کے تحت رسول اللہ ﷺ نے ایک طرف مردوں پر جماعت کو واجب قرار دیا اور دوسری طرف عورتوں کے لئے مستحب بھی نہیں رکھا؛ بلکہ فرمایا کہ ان کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

" و صلاتك في دارك خير لك من صلاتك في مسجد قومك ألخ " (۳)

اس لئے خواتین کے لئے تراویح کی جماعتوں کا اہتمام ایسا عمل نہیں ہے کہ اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

فتنہ کا اندیشہ دو وجوہ سے پیدا ہوتا ہے، ایک تو دور دور سے خواتین کا آنا، دوسرے نماز پڑھانے والی حافظہ کی آواز؛ اس لئے اگر گھر کی خواتین یا پڑوس کی خواتین ایسے محفوظ گھر میں جمع ہو جائیں، جہاں پردہ کا پورا اہتمام ہو اور دور سے آنا نہ پڑے، نیز امامت کرنے والی حافظہ خاتون قرآن ایسی معتدل آواز میں پڑھے کہ آواز نماز میں شریک ہونے والی خواتین تک محدود

---

(۱) فتح القدير ۱/۳۰۶ (۲) الخرشي ۲/۱۳۵

(۳) دیکھئے: مسند أحمد بن حنبل، حدیث نمبر ۲۶۵۵۰، بحوالہ جمع الفوائد ۱/۲۰۴، حدیث نمبر ۱۲۱۵، باب المساجد

رہے، غیر محرموں تک نہ پہنچے، تو اس کی گنجائش ہے؛ البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی روایت کے مطابق خواتین امامت کرتے ہوئے صف کے بیچ میں ہی کھڑی ہوں گی، نہ کہ صف کے آگے؛ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا رمضان کے مہینہ میں خواتین کی امامت کرتی تھیں اور بیچ میں کھڑی ہوتی تھیں:

"كانت تؤم النساء في شهر رمضان فتقوم وسطا" (۱)

یہی رائے میرے استاذ حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمیؒ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کی بھی ہے، چنانچہ اپنے ایک تفصیلی فتوی کے اخیر میں فرماتے ہیں:

(ب) اگر اتنی بڑی جماعت کی امامت ہو، جس میں آواز معتاد آواز سے زائد ہو تو تمام قیود و شرائط کے باوجود مکروہ تحریمی و ناجائز ہوگا۔

(ج) اگر ماہ رمضان میں حافظ قرآن عورتوں کی چھوٹی جماعت جس میں آواز معتاد کے اندر اندر رہے اور تمام قیود و شرائط کے اندر رہے اور عورت صف سے صرف چار انگل آگے رہے تو "الأمور بمقاصدها" کے تحت یہ فعل جائز رہے گا۔

(د) اگر ماہ رمضان المبارک میں صرف دو دو، تین تین عورتوں کی جماعت جو محض بہ نیت حفظ قرآن پاک اور بطور دور ہو، اور قیود و شرائط کے موافق ہو اور مکان محفوظ کے اندر ہو، جس میں آواز اپنی معتاد آواز سے زائد نہ رہے تو بلا شبہ جائز رہے گی، بلکہ "الأمور بمقاصدها" کے تحت مستحسن بھی ہو سکتی ہے۔ والعلم عند الله "(۲)

---

(۱) كتاب الآثار: حدیث نمبر: ۲۱۷، باب المرأة تؤم النساء و كيف تجلس في الصلاة

(۲) مطبوعہ سہ ماہی حرا، شمارہ نمبر: ا، صفحہ نمبر: ۸۳

بغیر داڑھی مونچھ والے بالغ لڑکے کی امامت

سوال:- میں کبھی کبھی اپنی جگہ اپنے ایک شاگرد کو امامت کی ذمہ داری سونپ کر جاتا ہوں، اس کی عمر اٹھارہ سال ہے؛ لیکن ابھی تک اسے داڑھی یا مونچھ نہیں آئی ہے؛ البتہ بالغ ہو چکا ہے، بعض لوگوں کو اس کے امام بنائے جانے پر اعتراض ہے، کیا شرعاً اس کی اقتداء میں نماز ادا کی جا سکتی ہے؟

(مولوی نقیب احمد، صنعت نگر)

جواب:- نابالغ کی امامت احناف کے یہاں درست نہیں، بالغ کی امامت جائز ہے، بالغ ہونے کا اصل مطلب یہ ہے کہ وہ باپ بننے کے لائق ہو جائے، اب چوں کہ اس کا اندازہ متعلق شخص کے علاوہ دوسروں کو نہیں ہو سکتا؛ اس لئے عادت اور تجربہ کے لحاظ سے کچھ ظاہری جسمانی علامتیں متعین کر دی گئی ہیں، جیسے داڑھی اور مونچھ کا نکلنا، یا پندرہ سال کی عمر ہو جانا وغیرہ؛ لیکن اگر کوئی لڑکا حقیقی طور پر بالغ ہو گیا ہو، یا اس کی عمر پندرہ سال مکمل ہو چکی ہو تو داڑھی مونچھ نکلنا ضروری نہیں؛ اس لئے جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، اس میں اس کے پیچھے نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں:

" (ولمن بلغ بالسن) وهو خمسة عشر سنة على المفتى به في الغلام والجارية " (۱)

امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا

سوال:- مسجد کا محراب حدود مسجد میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر امام کا قیام مسجد کے محراب کے اندر یا محراب کے برابر ہو تو نماز مکمل ہوگی یا نہیں؟

(عبدالعزیز، حسینی علم)

(۱) مراقي الفلاح : ۱۰۶

جواب:- مسجد کا محراب بھی مسجد میں داخل ہے، اور اس کے سارے احکام وہی ہیں جو مسجد کے ہیں، اگر امام محراب کے اندر یا محراب کے برابر میں کھڑا ہو تو نماز ادا ہو جاتی ہے؛ لیکن اس میں کراہت ہے، کم سے کم امام کا پاؤں محراب کے باہر ہونا چاہئے ؛ تا کہ وہ دونوں طرف سے مقتدیوں کو نظر آئے۔

مخنث کی امامت وخطابت

سوال:- کیا مناسب اشخاص کی موجودگی میں ایک پیدائشی مخنث کی امامت وخطابت جائز ہے؟ (محمد بشیر، آصف آباد)

جواب:- مخنث کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں:

ایک وہ جس میں مردانہ یا زنانہ علامتیں واضح ہوں، یہ "خنثی غیر مشکل" ہے، اگر مردانہ علامتیں واضح ہوں تو سارے احکام مردوں کے ہوں گے؛ اس لئے ان کی امامت وخطابت بھی درست ہوگی؛ البتہ اگر لوگ کراہت محسوس کرتے ہوں تو ایسے شخص کو امامت نہیں کرنی چاہئے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو امامت سے منع فرمایا ہے، جس کو لوگ ناپسند کرتے ہوں اور اگر زنانہ علامتیں واضح ہوں تو تمام احکام وہی ہوں گے، جو عورتوں کے ہیں۔

البتہ جس شخص کے اندر مساوی طور پر مردانہ اور زنانہ علامتیں پائی جائیں، دونوں ہی طرح کے اعضاء ہوں یا کسی نوع کا صنفی عضو موجود نہ ہو تو اس کو فقہ کی اصطلاح میں "خنثی مشکل" کہتے ہیں، ایسا شخص مردوں کی امامت نہیں کرسکتا:

"وإمامة الخنثى المشكل للنساء جائزة إن تقدمهن وللرجال ولخنثى مثله لا يجوز" (۱)

امام نماز کتنی طویل پڑھائے؟

سوال:- ہمارے محلہ میں امام صاحب کی نماز پر بہت

(۱) الفتاوی الهندیة:۱/۸۵

سے لوگ تنقید یں کرتے رہتے ہیں، اگر امام صاحب نماز جلدی ختم کرتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں اتنی جلدی نماز کیوں ختم کی؟ اگر لمبی نماز پڑھاتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ مقتدیوں کا خیال رکھنا چاہئے ۔ تو کتنے منٹ میں نماز ادا کی جائے؟

(سرور خان، مسجد محمدیہ، گنڈی مکاپوری)

جو ابـ:- حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل ،عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل پڑھنا چاہئے ،اس سلسلہ میں حضرت عمر ﷺ کا ایک مکتوب حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ کے نام ہے، جو مختلف کتب حدیث میں موجود ہے ،فقہاء نے اسی پر اپنی رائے کی بنیاد رکھی ہے،(۱)طوال مفصل سے مراد سورہ ''حجرات'' سے سورہ ''بروج'' تک ہے،اور سورہ بروج سے سورہ لم یکن (یعنی سورۂ بینہ) تک اوساط مفصل ہے اور اس سورت کے بعد سے سورہ الناس تک قصار مفصل ہے:

" والذي عليه أصحابنا أنه من الحجرات الى والسماء ذات البروج الخ "(۲)

یہ نماز میں قرآن پڑھنے کی مسنون مقدار ہے، امام صاحب کو اتنا یا اس سے قریب قرآن پڑھنا چاہئے اور میانہ روی اختیار کرلی چاہئے؛ تاکہ سبھوں کی رعایت ہو؛ اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ قرات کے لئے کوئی مقدار متعین نہیں ہے ،وقت کی گنجائش اور امام اور مقتدیوں کے حالات کو سامنے رکھ کر قراءت ہونی چاہئے۔

" واختار في البدائع : أنه ليس في القراءة تقدير معين، بل يختلف باختلاف الوقت وحال الإمام والقوم"(۳)

---

(۱) البحر الرائق ۱: ۵۹۳ (۲) البحر الرائق ۱: ۵۹۳

(۳) البحر الرائق ۱: ۵۹۶

پس امام صاحب کو مقتدیوں کے حالات کو دیکھتے ہوئے سنت سے قریب طریقہ اختیار کرنا چاہئے، اتنی کم مقدار نہ ہو کہ سنت کے مزاج کے خلاف ہو جائے، اتنا زیادہ نہ ہو کہ لوگوں کے لئے باعث دشواری ہو جائے اور مقتدیوں کو بھی اپنے مزاج کو دین کے مطابق بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

آج کل یوں ہی نمازیں ہلکی پڑھائی جاتی ہیں، اگر لوگ اس کو بھی زیادہ سمجھنے لگیں اور بازاروں، ہوٹلوں میں گھنٹوں وقت ضائع کرنے والے لوگ نماز میں دس منٹ کے وقت کو زیادہ خیال کریں تو یہ بہت ہی افسوس ناک بات ہے، اس کے لئے منٹ اور سکنڈ کی تعیین نہیں کی جا سکتی۔

امام کتنی بلند آواز سے نماز پڑھائے

سوال:- امام صاحب نماز میں اپنی آواز بلا ضرورت بلند کرتے ہیں، کبھی ایک تکبیر معتدل آواز میں اور کبھی بلند آواز میں کہتے ہیں اور کبھی قراءت کے وقت ایک دو آیت معتدل آواز میں اور تیسری آیت بلند آواز سے تلاوت کرتے ہیں، کیا آواز کا یہ اتار چڑھاؤ نماز میں مناسب ہے؟

(عبدالخالق، ٹولی چوکی)

جواب:- تکبیر انتقال ہو یا قرآن مجید کی قرأت، امام کو اتنی ہی آواز بلند کرنی چاہئے کہ مقتدیوں کو آواز پہنچ جائے، خواہ مخواہ ضرورت سے زیادہ بلند آواز مناسب نہیں، علامہ حصکفیؒ نے لکھا ہے کہ ضرورت سے زیادہ بلند آواز میں قرآن پڑھنا بہتر نہیں:

"یجهر الامام وجوبا بحسب الجماعة فان زاد علیه فقد اساء." (۱)

آواز ایسی ہونی چاہئے کہ جو چاہے دو آیات قرآنی میں تدبر کر سکے اور اس کو استحضار

(۱) الدرالمختار ۷۹۰

قلبی حاصل ہو(۱)، اگر آواز میں بہت زیادہ نشیب و فراز، اتار چڑھاؤ ہو تو اس ناہمواری کی وجہ سے استحضار قلبی پیدا نہیں ہو پاتا ہے اور انسان تدبر و تفکر کے موقف میں نہیں رہتا؛ اس لئے امام صاحب کو تکبیرات انتقال اور قراءت معتدل اور ہموار آواز میں کہنی اور کرنی چاہئے۔

بیٹھے ہوئے شخص کی اقتداء

سوال:- ایک شخص بوجہ مجبوری نماز میں قیام اور رکوع تو سب کی طرح کرتا ہے، مگر سجدہ کرنے سے معذوری کی وجہ سے کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے سجدہ کرتا ہے تو کیا ایسے شخص کو جماعت ثانی کے لئے امام بنایا جاسکتا ہے ؟ (احمد سعید، منچریال)

جواب:- جو شخص سجدہ کرنے سے معذور ہو، وہ کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے سجدہ کرسکتا ہے اور یہ بات درست ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے لوگ اپنی نماز ادا کریں:

"يصح اقتداء القائم بالقاعد الذي يركع ويسجد"(۲)

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں بیٹھ کر امامت فرمائی ہے، اور صحابہ نے آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر اقتداء کی ہے۔(۳)

بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی اقتداء میں کھڑے ہوئے افراد کی نماز

سوال:- ہمارے محلے میں مسجد کے امام صاحب چند دنوں سے عذر کی بنا پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، انہوں نے رمضان المبارک میں تراویح بھی ایک عشرہ بیٹھ کر پڑھائی؛ کیونکہ وہ زیادہ دیر کھڑے نہیں ہو سکتے؛ لیکن رکوع اور سجدہ حسب معمول کر لیتے

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۷۲/۱ (۲) الفتاوى الهندية: ۸۵/۱

(۳) بخاری، حدیث نمبر: ۶۸۷

ہیں، تو کیا ایسے امام کی اقتداء درست ہوگی؟ (ابوسجان، ممبئی)

جو اب:- بہتر تو یہی ہے کہ امام ایسا شخص ہو، جو کھڑا ہو کر نماز پڑھائے؛ تاہم اگر ایسا شخص نماز پڑھا دے، تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز درست ہو جاتی ہے، یہی حکم فرض نماز کے لئے بھی ہے اور تراویح کے لئے بھی:

"وإذا كان الامام يصلي قاعدا بركوع وسجود وخلفه قوم يصلون قياماً بركوع وسجود ،القياس أن لا تجوز صلاة القوم وبه أخذ محمد رحمه الله ، وفي الظهيرية : الفرض والنفل سواء ،وفي الاستحسان تجوز صلاة القوم وهو قولهما "(۱)

خشخشی داڑھی والے امام کی اقتداء

سوال:- ایک صاحب جو مسجد کے مصلی رہے ہیں؛ لیکن علیحدہ نماز پڑھ کر (اگر چہ جماعت ہو رہی ہو) چلے جا رہے ہیں؛ کیوں کہ امام صاحب کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے، ہم نے امام صاحب کو توجہ دلائی ہے، جس پر انھوں نے داڑھی کے بڑھانے پر اتفاق بھی کیا ہے؛ لیکن مصلی مذکورہ کا اصرار ہے کہ داڑھی کے بڑھنے تک انہیں معطل کر دیا جائے تو کیا داڑھی جس کی چھوٹی ہو، اس کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اور مصلی کا ایسا کرنا درست ہے؟ (میر بشارت علی، شکر گنج)

جو اب:- داڑھی کی کتنی مقدار واجب ہے؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، جمہور کی رائے یہی ہے کہ ایک مشت داڑھی رکھنی چاہئے، احناف کے یہاں

---

(۱) الفتاوى التاتار خانية : ۲/۲۵۴

ایک قول اس کے واجب ہونے کا ہے اور ایک قول سنت مؤکدہ ہونے کا؛ لیکن راجح اس کا واجب ہونا ہے اور ایسے بھی وہ لوگ جو امت کے مقتدیٰ ہوں، ان کو اپنا عمل ایسا رکھنا چاہئے، جس میں احتیاط کا پہلو ملحوظ رہے؛ اس لئے ان حافظ قرآن کا ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا درست نہیں؛ البتہ ان کے پیچھے بھی نماز درست ہو جائے گی اور جب انہوں نے توبہ کر لی ہے تو اب وہ قابل عفو ہیں اور انہیں فاسق نہیں کہا جا سکتا؛ اس لئے کہ وہ فوری طور پر داڑھی بڑھانے پر قادر نہیں ہیں، اور انسان طاقت وصلاحیت ہی کے لحاظ سے احکام شریعت کا مکلف ہے؛ اس لئے معترض صاحب کا ان کو معطل کر دینے کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔

دوسرا قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ شریعت کے تمام احکام اعتدال اور توازن پر مبنی ہیں؛ اس لئے امام کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے آپ کو علم وفضل کے اعلیٰ مقام پر رکھنے کی کوشش کرے، ذمہ داروں کو حکم دیا گیا کہ امام مقرر کرنے میں اس کو ملحوظ رکھے، دوسری طرف مقتدیوں کے لئے یہ حکم ہے کہ مقرر کردہ امام اچھا ہو یا برا، اس کے پیچھے نماز ادا کر لی جائے اور امت میں اختلاف وانتشار نہ پیدا ہونے دیا جائے، خود رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "صلوا خلف کل بر وفاجر" (۱) فاجر کا لفظ فاسق سے بھی زیادہ سخت ہے؛ لیکن حضور ﷺ نے ایسے شخص کے پیچھے بھی نماز ادا کرنے کا حکم فرمایا، غور کیجئے کہ حجاج بن یوسف کے کاندھوں پر متعدد صحابہ اور اکابر تابعین کا خون ہے اور صحابہ نے اس کے پیچھے نماز ادا کی ہے، نہ معترض صاحب کا مقام صحابہ کے برابر ہو سکتا ہے اور نہ اُن امام صاحب کو قاتلان صحابہ کے درجہ میں رکھا جا سکتا ہے؛ اس لئے معترض صاحب کا جماعت سے نماز نہ ادا کرنا اور مسجد میں الگ سے نماز پڑھنا امام صاحب کے عمل سے کم بُری بات نہیں ہے، اگر ان کو اتنا زیادہ اس کا خیال ہے تو کسی دوسری مسجد میں نماز ادا کر لینی چاہئے یا اپنے گھر میں پڑھنی چاہئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے کہ "بعض لوگ مچھر کو چھانتے ہیں اور اونٹ کو نگل جاتے ہیں"، اس طرح کی باتوں سے اس فقرہ کی معنویت معلوم ہوتی ہے!

---

(۱) السنن الکبری للبیہقی، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۲۲۲۳

باتنخواہ امام

سوال:- مساجد میں امام کو نماز پڑھانے پر مامور کرنا اور اس کی تنخواہ مقرر کرنا کچھ عرصہ قبل تک بھی یہ کوئی ضروری نہ تھا؛ البتہ مسجد میں بچوں کو پڑھانے کے لئے تنخواہ دی جاتی اور امامت فری تصور کی جاتی تھی اور بخاری شریف کی احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں کہ نماز کی اجرت نہ لی جائے ، اب معاملہ الٹ گیا ہے کہیں ایسا نہیں ہوتا، چھوٹی سے چھوٹی مسجد میں امام مقرر کر کے تنخواہ دی جاتی ہے، اس مسئلہ کی حقیقت واضح کریں، ممنون ومشکور ہوں گا؟

(سید خواجہ معین الدین، آصف نگر)

جواب:- عبادت میں اصل تو یہی ہے کہ اس کی کوئی اجرت نہ لی جائے؛ لیکن اسلام کے ابتدائی دور میں دینی خدمت گذاروں کے لئے حکومت کی طرف سے وظیفے مقرر ہوتے تھے؛ بلکہ ان کے وظیفہ کی مقدار بہ نسبت اور لوگوں کے زیادہ رکھی جاتی؛ اس لئے انہیں تنخواہ کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، بعد کے ادوار میں بیت المال کا نظام ختم ہوگیا، اب اگر ائمہ باتنخواہ نہیں رکھے جائیں تو نماز پڑھانے والوں کا ملنا مشکل ہو جائے گا، اور نماز جیسی اہم عبادت بھی صحیح طور پر ادا نہ ہو پائے گی؛ اس لئے فقہاء نے بدلے ہوئے حالات میں ایسے دینی کاموں پر اجرت لینے کی اجازت دی ہے، جس سے امت کا نفع متعلق ہو، شعائر دین کا تحفظ ہو، اور اس خدمت کو انجام دینے کی وجہ سے اس شخص کا وقت مشغول ہو جاتا ہو، یہ نماز پڑھنے یا پڑھانے کی اجرت نہیں ہے؛ بلکہ وقت کی اجرت ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص باضابطہ امام مقرر نہ ہو اور اتفاقی طور پر کہیں کوئی نماز پڑھا دے تو وہ مقتدیوں سے اس کی اجرت طلب نہیں کر سکتا اور اگر اس نے طلب کیا تو یہ ناجائز ہوگا:

" لا تصح الإجارة ، ولا لأجل الطاعات كالأذان

والحج والإمامة وتعليم القرآن والفقه ، ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان " (۱)

امام کے پیچھے قراءت فاتحہ

سوال:- فرض نمازوں میں جماعت میں شریک مقتدی کو کیا تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا لازمی ہے؟

(قاضی محمد فصیح الدین، گلبرگہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اقتداء کرنے والے کے حق میں امام کی قراءت اس کی قراءت ہے:

" من كان له إمام فإن قراءة الإمام له قراءة " (۲)

اس لئے اکثر فقہاء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو قراءت نہیں کرنی چاہئے، نہ جہری نماز میں، نہ سری نماز میں، نہ پہلی دو رکعتوں میں اور نہ بعد کی دو رکعتوں میں، غرض کہ کسی بھی رکعت میں مقتدی کو قراءت نہیں کرنی چاہئے۔

کم ریش بالغ کی امامت

سوال:- کیا ایسا شخص امامت کرسکتا ہے جو سن بلوغ کو بھی پہونچ چکا ہے، حافظ ہے، ساتھ ہی ساتھ عالم کورس کا طالب علم بھی ہے، مگر ابھی اس کی ڈاڑھی مکمل یعنی (ایک مشت) نہیں ہوئی ہے، جمال ڈاڑھی نہیں ہے، اس کی امامت پر مقتدی اعتراض کررہے ہیں کہ نماز نہیں ہوتی، امامت کے لئے کم از کم عمر چالیس

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الإجارة :۹/۷۶

(۲) سنن ابن ماجة، كتاب إقامة الصلاة وسننها، باب إذا قرأ الإمام فأنصتوا، حدیث نمبر:۸۹۹

سال ہونی چاہئے ، اس عمر میں آدمی پختہ ہو جاتا ہے ، مقتدیوں میں عمر رسیدہ لوگ ہیں ، جو ایک مشت ڈاڑھی والے ہیں ، مگر حافظ نہیں ہیں ، تو کیا پہلے شخص کی امامت شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں ؟

(نعیم ، گلبرگہ)

جواب:- بالغ افراد کی امامت کے لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام کا بھی بالغ ہونا ضروری ہے ؛ لیکن اگر کوئی شخص بالغ ہو چکا ہے ، یعنی اس کی عمر ۱۵ سال ہو چکی ہے یا بلوغ کی جسمانی علامتیں اس میں پیدا ہوگئی ہیں ؛ لیکن ابھی ڈاڑھی نہیں نکلی ہے ، یا نکلی ہے ؛ لیکن چھوٹی ہے ، تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں ، وہ ہر عمر کے آدمی کی امامت کر سکتا ہے ، ایک مشت ڈاڑھی رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ جس کی ڈاڑھی بڑھ چکی ہے ، وہ اتنی ڈاڑھی رکھے کہ ایک مشت سے کم نہ ہو ؛ لیکن اگر پیدائشی طور پر ابھی ڈاڑھی بڑھی نہیں ہے تو اس کے امامت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ، نوجوان حافظ قرآن کا امامت کرنا سن رسیدہ غیر حافظ قرآن کے امامت کرنے سے بہتر ہے ؛ کیوں کہ آپ ﷺ نے امامت کا سب سے زیادہ مستحق اس شخص کو قرار دیا ہے ، جو قرآن پڑھنے کے اعتبار سے ان میں بہتر ہو ۔ (۱)

مقتدی اور سورۂ فاتحہ

سوال:- فرض نماز میں کیا مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا لازم ہے یا نہیں ؟ نیز ثناء کے بعد مقتدی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا چاہئے یا نہیں ؟ اس مسئلہ کی وضاحت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق مطلوب ہے ۔

(محمد یوسف انصاری ، مغل پورہ)

جواب:- اکثر فقہاء بشمول امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی تلاوت نہیں کی جائے گی ، دوسری نمازوں میں تلاوت کی جاسکتی ہے ؛

---

(۱) سنن أبي داؤد ، كتاب الصلاة ، باب من أحق بالإمامة ، حديث نمبر : ۵۸۵

لیکن ضروری نہیں ، البتہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جہری نماز ہو یا سری ، مقتدی سورۂ فاتحہ کی تلاوت نہیں کرے گا:

" ولا يقرأ المؤتم خلف الإمام في السرية والجهرية ، بل يستمع وينصت " (۱)

اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مقتدی ہو، اس کے امام کی قراءت اس کے لئے بھی قراءت ہے " من كان له إمام فإن قراءة الإمام له قراءة " (۲) اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو:

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (۳)

بسم اللہ اور اعوذ باللہ کا پڑھنا اصل میں قرآن مجید کی تلاوت کے لئے ہے؛ اس لئے جو لوگ نماز میں قرآن پڑھیں گے وہ تسمیہ اور تعوذ بھی پڑھیں گے اور جو قرآن مجید نہیں پڑھیں گے وہ تسمیہ اور تعوذ نہیں پڑھیں گے؛ اس لئے مقتدی تعوذ اور تسمیہ نہیں پڑھے گا؛ البتہ اگر اس کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئی ہیں اور وہ بعد میں انہیں ادا کر رہا ہے تو جب چھوٹی ہوئی رکعتوں کو ادا کرنے کے لئے اٹھے تو سورہ فاتحہ سے پہلے ثناء اور تعوذ وغیرہ پڑھ لے:

" أي لا يأتي به المقتدي ، لا يثني ولا يقرأ ، فلا يتعوذ الخ " (۴)

---

(۱) مجمع الأنهر : ۱/ ۱۰۶

(۲) سنن ابن ماجة ، كتاب إقامة الصلاة والسنة ، باب إذا قرأ الإمام فأنصتوا ، حدیث نمبر: ۸۹۵

(۳) الأعراف : ۲۰۴

(۴) مجمع الأنهر : ۱/ ۹۵، باب صفة الصلاة

اگر امام محراب کے اندر کھڑا ہو؟

سوال:- ایک نئی مسجد تعمیر ہوئی ہے جس کا محراب بہت بڑا ہے، امام محراب کے اندر کھڑا ہو تو وہ پوری طرح محراب کے اندر چلا جاتا ہے، بعض حضرات کو اس پر اعتراض ہے، صحیح مسئلہ کی رہنمائی کریں؟ (عبدالرحیم، سعید آباد)

جواب:- امام کو اس طرح کھڑا ہونا چاہیے کہ کم سے کم اس کے دونوں پاؤں باہر رہیں؛ اس لیے جن حضرات نے اعتراض کیا ہے، انہوں نے صحیح کہا ہے، اب محراب کو منہدم کرنے یا اس میں ردو بدل کرنے کی ضرورت نہیں؛ البتہ امام صاحب یہ طریقہ اختیار کرلیں کہ نماز پڑھتے وقت ان کے پاؤں محراب سے باہر ہوں، سجدہ گاہ محراب کے اندر ہو تو کوئی حرج نہیں۔

"وقیام الإمام فی المحراب، لا سجوده فیه، وقدماه خارجه" (۱)

امام کو متوجہ کرنے کے لیے کھانسنا

سوال:- امام صاحب پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہوئے، ہم لوگوں نے ان کو متوجہ کرنے کے لیے کھانسنا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ چوتھی رکعت کی طرف لوٹ آئے، ایسی صورت میں کھانسنے والوں کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟ (رحمت انصاری، ناندیڑ)

جواب:- اگر امام صاحب سے کوئی غلطی ہو تو "سبحان اللہ" کہہ کر متنبہ کرنا چاہیے، تاہم اگر کسی نے کھانس کر متوجہ کیا ہو تب بھی نماز فاسد نہیں ہوگی:

---

(۱) درمختار مع الرد: ۴۱۴/۲

" ولو قام الإمام إلى الخامسة فتنحنح تنبيها له ، لا يفسد ، وكذا لو أخطأ الإمام فتنحنح المقتدي ليهتدي إلى الصواب لا يفسد "(۱)

اگر امام قعدہ اخیرہ کے بعد کھڑا ہو جائے؟

سوال:- اگر امام صاحب عصر کی نماز میں غلطی سے پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں تو مقتدی کیا کرے؟

(محمد مصطفیٰ، شاہین نگر)

جواب:- اگر امام چوتھی رکعت پر قعدہ کرنے کے بعد پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہو جائے تو مقتدی کو اس کی اقتداء نہیں کرنی چاہئے ؛ بلکہ مقتدی حضرات بیٹھے رہیں اور امام کو لقمہ دیں ، اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے قعدہ میں واپس آ جائے اور سلام پھیر دے تو مقتدی بھی اس کے ساتھ سلام پھیر دیں ، اگر امام پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر گزرے تو اب مقتدیوں کو مزید انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ، وہ سلام پھیر کر اپنی نماز پوری کر لیں :

" وإذا صلى الإمام أربع ركعات و قعد على رأس الرابعة وقام إلى الخامسة ساهيا … وإن قيد الخامسة بالسجدة ليسلم المقتدي ولا ينتظر الامام "(۲)

اگر امام ناروا کام کرتا ہو؟

سوال:- ایک صاحب مسجد کے امام ہیں جن کے بھائی نامرد ہیں ، امام صاحب جان بوجھ کر جہیز کی لالچ میں ان کی شادی کرتے ہیں ، اور بعد میں لڑکی کے والدین کو خلع لینے پر مجبور کر دیتے

(۱) فتاویٰ اللکنوی : ۲۸۳ (۲) الفتاوی الخانیه علی هامش الهندیه : ۱/۹۸

ہیں ، ابھی تک انہوں نے دولڑکیوں کوخلع دلایا ہے ، اب تیسری لڑکی کواس کے گھر بیٹھا دیا ہے ، اورانہیں بھی خلع کے لئے کہہ رہے ہیں ، تو عرض یہ ہے کہ کیا اسلام میں ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے؟ (محمد ہاشم)

جواب :- کسی شخص کے بارے میں یہ جانتے ہوئے کہ وہ نکاح کے تقاضوں کو پورا نہیں کرسکتا ، اور اس میں بیوی کے حقوق ادا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے ، دھوکہ دے کر اور دوسرے فریق کو اندھیرے میں رکھ کر ان کا نکاح کرنا شدید گناہ ہے ؛ کیونکہ یہ ظلم بھی ہے ، حق تلفی بھی ہے ، جھوٹ بھی ہے اور دھوکہ بھی ، اگر واقعی یہ بات سچ ہے کہ امام صاحب قصداً ایسی حرکت کرتے ہیں تو یہ موجب فسق ہے ، ان سے توبہ کرانی چاہئے ، اور جب تک تائب نہ ہوں ، امام جیسے معزز منصب پر ان کا قائم رہنا مناسب نہیں ؛ لیکن یہ ضروری ہے کہ ایسے معاملات کے بارے میں صحیح تحقیق کرلی جائے ؛ کیونکہ بہت سی دفعہ غلط فہمی بھی ہوتی ہے اور وہ غلط بات بھی اس درجہ مشہور ہوجاتی ہے کہ ان کے سچ ہونے کا گمان ہوتا ہے ، نیز جب تک امام بدل نہ جائے ، ان ہی کے پیچھے نماز ادا کرتے رہنا چاہئے ؛ کیونکہ مسلمانوں کی اجتماعیت کو برقرار رکھنا بہت ضروری ہے : اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے بدرجہ مجبوری فاسق و فاجر کے پیچھے نماز ادا کرلینے کا حکم دیا ہے۔

جس شخص کی نماز قضاء ہوگئی یا جو پابندی نہیں کرتا ، اس کی امامت

سوال :- (الف) اگر امام صاحب کی صبح کی نماز قضاء ہوگئی تو کیا وہ باقی نمازوں کی امامت کرسکتے ہیں؟ (ب) اسی طرح اگر امام صاحب امامت کی تنخواہ لے کر پابندی سے نماز نہ پڑھائیں تو کیا ان کی کمائی حرام نہیں ہوگی؟

(شبیر احمد ، شیورام پلی)

جواب:- (الف) اگر امام صاحب ترتیب ہو تو اسے چاہئے کہ فجر کی قضاء کرنے کے بعد بقیہ نمازیں پڑھائے، صاحب ترتیب نہ ہو تو ظہر سے پہلے ہی قضا کرنا ضروری نہیں؛ بہر حال ایسا نہیں ہے کہ صبح کی نماز قضاء ہونے سے بقیہ نمازوں کی امامت جائز نہ ہو، امام ہو یا مقتدی دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

(ب) انسان کے ساتھ طبعی اور شرعی اعذار لگے رہتے ہیں، اس لئے اگر کوئی امام عذر کی بنا پر کسی وقت امامت نہیں کر پایا، یا اس نے مسجد کے مقررہ ضابطہ کے مطابق رخصت حاصل کر لی تو ان دنوں کی تنخواہ اس کے لئے جائز ہے؛ جیسا کہ ہر شعبۂ ملازمت میں رخصت اور تعطیل کا اصول ہے، بلکہ بعض فقہاء نے تو امام کو مہینہ میں ایک ہفتہ کی رخصت دینے کی بات کہی ہے؛ تاکہ دوسرے حقوق وواجبات کو ادا کر سکے اور یوں بھی امام کی اتنی حقیر اجرت ادا کی جاتی ہے، جس کو تنخواہ اور اجرت کہنا شاید مناسب بھی نہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں یہ جذبہ پیدا ہونا چاہئے کہ وہ امام اور دینی خدمت گزاروں کو زیادہ سے زیادہ سہولت پہنچانے کی کوشش کریں، نہ یہ کہ ان کی حلال روٹی کو بھی حرام قرار دینے کے لئے کوشاں ہوں۔

مسافر کے پیچھے مقیم کی نماز

سوال:- میرے یہاں ایک عالم صاحب آئے، جو مسافر تھے، انہوں نے عصر کی نماز دو رکعت پڑھا کر سلام پھیر دیا اور کہا کہ بقیہ لوگ نماز پوری کر لیں، کچھ لوگوں نے اس طرح نماز پڑھی، جیسے وہ آدمی پڑھتا ہے، جس کی امام کے ساتھ رکعتیں چھوٹ جاتی ہیں، میں نے بھی اسی طرح پڑھا اور کچھ لوگوں نے مکمل خاموشی اختیار کی، نہ قرآن پڑھا، نہ رکوع سجدہ کی تسبیحات پڑھی، اس کی وجہ سے آپس میں اختلاف بھی ہوا؛ اس لئے ہم لوگ

وضاحت چاہتے ہیں کہ مسافر امام کے پیچھے اگر مقامی لوگ نماز پڑھیں تو کس طرح اپنی نماز پوری کریں؟ (حامد سعید، نولی چوکی)

جواب:- مسافر کی دو رکعت نماز چار رکعتوں کے درجہ میں ہے، اگر آپ اس کے پیچھے پوری چار رکعت پڑھتے، تو تسبیحات اور درود و دعاء وغیرہ تو پڑھتے؛ لیکن سورۂ فاتحہ اور سورت نہیں پڑھتے، اسی طرح امام کے سلام پھیرنے کے بعد بقیہ دو رکعتوں کو ادا کرنا ہے، یعنی ان رکعتوں میں قرآن نہیں پڑھنا ہے، قیام کی حالت میں خاموش رہنا ہے؛ البتہ دوسرے اذکار و اوراد کو پڑھنا ہے:

" أما إن اقتدى مقيم بمسافر ... ويتم المقيمون بعد سلام الإمام منفردين بلا قراءة ولا سجود سهو " (۱)

وقت کے بعد مسافر مقیم کی اقتداء نہ کرے

سوال:- میں سفر پر گیا ہوا تھا، میں اور وہاں مقیم میرے ایک دوست دونوں کی ظہر کی نماز قضا ہوگئی، مغرب کے بعد ہم دونوں نے ظہر کی قضا کرلی، انہوں نے امامت کی اور میں نے اقتداء، نیز میں نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا؛ کیوں کہ میں مسافر تھا، کیا اس طرح میرا نماز پڑھنا درست ہوا؟ (محمد حامد، اکبر باغ)

جواب:- مسافر، مقیم کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتا ہے، اگر وہ مقیم کی اقتداء کر رہا ہو اور چار رکعت والی نماز ہو تو اس مسافر کو بھی چار رکعت نماز پڑھنی چاہئے؛ البتہ یہ حکم اس وقت ہے، جب کہ وقت کے اندر نماز پڑھی جائے، اگر نماز کا وقت گذر چکا تو اب مسافر کے لئے مقیم کی اقتداء کرنا درست نہیں، اس کو تنہا نماز پڑھنی چاہئے اور دو رکعت پر اکتفا کرنا چاہئے:

" واقتداء المسافر بالمقيم فيصح في الوقت ويتم .... الخ " (۲)۔

---

(۱) مراقی الفلاح، باب صلاۃ المسافر: ۱/ ۱۸۷ (۲) رد المحتار: ۲/ ۶۱۳

مسافر کے پیچھے نماز پڑھنے کا طریقہ

سوال:- عام طور پر مسافر حضرات امامت نہیں کرتے اور مقیم کو امام بنایا جاتا ہے تو کیا مقیم کے لئے مسافر کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے؟　　　(صبیح الدین، نلگنڈہ)

جواب:- مقیم کے لئے مسافر کی اقتداء کرنا جائز ہے، ایسی صورت میں اگر چار رکعت والی نماز ہے تو مسافر امام دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیر دے گا اور مقتدیوں کو بقیہ دو رکعتیں پوری کرنی ہوں گی؛ البتہ عام طور پر لوگ ناواقفیت کی وجہ سے ان دو رکعتوں کو مسبوق کی طرح ادا کرتے ہیں، یہ درست نہیں ہے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ یہ دو رکعتوں کو اس طرح ادا کرے کہ اس میں قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرے، بقیہ اوراد و اذکار پڑھنے پر اکتفا کرے؛ کیوں کہ وہ حکم کے اعتبار سے امام کے پیچھے ہوتے ہیں اور امام کے پیچھے قرآن مجید کی تلاوت نہیں ہے:

" فإذا صلی المسافر رکعتین سلم ویقوم المقیم فیتم الصلاۃ بغیر قراءۃ في الأصح " (۱)

نیز ایسی صورت میں امام کو نماز شروع ہونے سے پہلے یا سلام پھیرنے کے ساتھ ہی اعلان کر دینا چاہئے کہ میں مسافر ہوں؛ لہٰذا جو لوگ مقیم ہیں، وہ اپنی نمازیں پوری کر لیں --- تاہم بہتر یہی ہے کہ ایسی صورت میں مقیم شخص ہی امامت کرے، ایک تو اس لئے کہ مسافر کے نماز پڑھانے اور دو رکعت پر سلام پھیر دینے سے ناواقف لوگوں کو غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے، دوسرے اس لئے کہ ائمہ اربعہ میں سے ایک اہم فقیہ و محدث امام مالکؒ کے نزدیک مقیم کے لئے مسافر کی اقتداء کرنا مکروہ ہے، (۲) اور جہاں تک ہو سکے فقہاء کے اختلاف سے بچتے ہوئے ایسا عمل کرنا چاہئے، جو تمام اہل علم کے نزدیک درست قرار پاتا ہو۔

---

(۱) کبیری ۵۴۳

(۲) دیکھئے: الشرح الکبیر للدردیر ۱/۳۶۵

نماز وتر کا بیان

وتر کی تیسری رکعت میں رفع یدین اور دعاء قنوت کے درمیان ہاتھ باندھنے کا ثبوت

سوال :- کیا وتر کی تیسری رکعت میں رفع یدین بدعت ہے؟ اور دعاء قنوت کرتے وقت ہاتھ چھوڑے رکھے، یا باندھا رکھے، یا دونوں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرے؟ اس سلسلہ میں حدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ (ق،حیدرآباد)

جواب :- بدعت ایسے امور کو کہتے ہیں، جو نہ حضور ﷺ سے ثابت ہوں، نہ صحابہ ؓ سے اور نہ کتاب وسنت میں اس کے لئے کوئی اصل موجود ہو، اگر صحابی سے کوئی عمل ثابت ہو تو وہ بھی سنت ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس عمل کو لینے کا حکم دیا ہے، جو حضور ﷺ کا اور صحابہ ؓ کا ہو: "ما أنا عليه وأصحابي"؛ بلکہ جو امور قیاس اور اجتہاد سے متعلق نہ ہوں، اور عبادت کی کیفیات بھی اس میں شامل ہیں، ان میں صحابی کا عمل حدیث نبوی کے حکم میں ہوتا ہے؛ کیوں کہ یہ بات ناقابل تصور ہے کہ صحابہ ؓ سنت نبوی سے غایت درجہ محبت اور بدعت سے نفرت کے باوجود کوئی ایسا عمل کریں، جو حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہو، اب اس مسئلہ کے سلسلہ میں روایت موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ وتر کی آخری رکعت میں سورۂ اخلاص کی تلاوت فرماتے تھے، پھر رفع یدین کرتے تھے، اس کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے دعاء

قنوت پڑھا کرتے تھے، امام بخاریؒ نے اپنی کتاب "جزء رفع الیدین" میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

رہ گیا دعاء قنوت پڑھتے ہوئے ہاتھ باندھنا، تو حدیث میں اس موقع کے لئے کسی خاص کیفیت کی صراحت منقول نہیں کہ آپ ﷺ اس موقع پر ہاتھ چھوڑے رکھتے تھے یا باندھ کر رکھتے تھے، یا اسی طرح ہاتھ اٹھا کر رکھتے تھے، جیسے دعاء کے موقع پر ہاتھ اٹھا کر رکھا جاتا ہے؟ —— اور آپ ﷺ کی نماز کی جو عمومی کیفیت منقول ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طویل ذکر کے موقع پر آپ ہاتھ باندھتے تھے، جیسے قراءت قرآن، اس کے برخلاف مختصر ذکر کے موقع پر ہاتھ نہیں باندھتے تھے، جیسے تکبیرات انتقال اور سمع الله لمن حمده، اس سے اخذ کرتے ہوئے احناف نے اس موقع پر ہاتھ باندھنے کی کیفیت کو زیادہ بہتر سمجھا ہے؛ کیوں کہ دعاء قنوت ذکر طویل کی صورت ہے، یہی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا نقطۂ نظر ہے۔(۱)

حنفیہ کا طریقۂ وتر اور احادیث نبوی ﷺ

سوال:- احناف جس طریقہ پر وتر کی نماز پڑھتے ہیں، کیا حدیث سے اس کا کوئی ثبوت ہے؟ ہمارے بعض احباب جو خلیجی ملکوں میں رہتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ احناف کا طریقۂ وتر کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، یہ کہاں تک درست ہے؟

(صفدر علی، ممبئی)

جواب:- رسول اللہ ﷺ سے اس طریقہ پر بھی نماز وتر ثابت ہے، جیسے احناف نماز وتر ادا کرتے ہیں، چنانچہ:

(الف) حنفیہ تین رکعت نماز وتر کے قائل ہیں، اور متعدد احادیث میں آپ ﷺ کے تین رکعت وتر پڑھنے کا ذکر موجود ہے، حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الأعلى" دوسری

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: إعلاء السنن: ۱/۲۸۷

میں "قل یأیها الکافرون" اور تیسری میں "قل هو الله أحد" کی قراءت کرتے تھے۔(۱) خود یہ روایت اور اس مضمون کی متعدد روایتیں حدیث کی معروف کتابوں میں موجود ہیں۔

(ب) حنفیہ وتر کی دوسری رکعت پر سلام پھیرنے کے قائل نہیں ہیں، یہی طریقہ رسول اللہ ﷺ کا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے: "کان لا یسلم فی رکعتی الوتر"۔(۲)

(ج) وتر کی تیسری رکعت پر سلام پھیرنا ہے، اور دوسری رکعت میں قعدہ کرنا اور تشہد پڑھنا ہے؛ کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی تین رکعتیں مغرب کی تین رکعتوں کی طرح ادا فرماتے تھے۔(۳) اس مضمون کی متعدد روایتیں کتب احادیث میں موجود ہیں اور نماز مغرب میں دوسری رکعت میں قعدۂ اولی کیا جاتا ہے، جس میں صرف "تشہد" پڑھا جاتا ہے، نیز رسول اللہ ﷺ نے ایک بات بطور اصول کے بیان فرمائی ہے کہ ہر دو رکعت پر تحیات پڑھی جائے: "فی کل رکعتین التحیة"۔(۴)

(د) نماز وتر میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے گی، خود امام بخاریؒ نے حضرت انس ﷺ سے یہی نقل کیا ہے۔(۵) حضرت ابی ابن کعب ﷺ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔(۶)

(ھ) دعائے قنوت سے پہلے ہاتھ اٹھانا بھی ثابت ہے، حضرت عبد اللہ ابن مسعود ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ دعائے قنوت سے پہلے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے: "کان یرفع یدیه إذا قنت فی الوتر"(۷) خود رسول اللہ ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ وتر کی تیسری رکعت میں قراءت سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے تکبیر کہی، پھر

---

(۱) ترمذی: ۱/۶۱ (۲) نسائی: ۱/۲۴، نیز دیکھئے، مستدرک حاکم: ۱/۳۰۴
(۳) مجمع الزوائد: ۲/۲۴۲، بحوالہ مسند احمد (۴) مسلم عن عائشہؓ: ۱/۱۹۴
(۵) بخاری: ۱/۱۳۶ (۶) نسائی: ۱/۲۴۸
(۷) مصنف ابن ابی شیبه: ۲/۳۰۷

دعائے قنوت پڑھی اور دعاء کے بعد تکبیر کہتے ہوئے رکوع سے اٹھے(۱) —— اس لئے یہ کہنا درست نہیں کہ حنفیہ جس طریقہ پر وتر پڑھتے ہیں حدیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ نماز وتر کے یہ تمام افعال رسول اللہ ﷺ اور صحابہ ﷢ کے معمولات مبارکہ سے ثابت ہیں۔

اگر دعائے قنوت چھوٹ جائے

سوال:- اگر احقر سے نماز وتر میں دعائے قنوت چھوٹ جائے تو سجدہ سہو لازم آئے گا کیا؟

(قاضی عبد القادر، حشمت پیٹ)

جواب:- دعائے قنوت چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے؛ کیوں کہ دعائے قنوت واجب ہے اور ترک واجب سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے؛ لہٰذا اگر نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے یاد آجائے تو نماز کا لوٹانا واجب ہے اور اگر نماز کا وقت گزر چکا ہو تو نقص کے ساتھ نماز ادا ہوگئی؛ البتہ دوبارہ پڑھ لینا بہتر ہے۔

---

(۱) الإستيعاب :۳/ ۵۱۳، على هامش الإصابة

سجدۂ سہو کا بیان

کھڑا ہو کر قعدۂ اولیٰ میں واپس آجائے

سوال:- کل نماز عشاء میں ہمارے امام صاحب قعدۂ اولیٰ میں بیٹھنا بھول گئے اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے، انہیں یہ معلوم تھا کہ کھڑے ہوجانے کے بعد قعدۂ اولیٰ کی طرف لوٹنا نہیں ہے، مقتدی حضرات اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنے لگے، وہ قعدہ کی طرف واپس آنا نہیں چاہتے تھے، لیکن جب لوگ بار بار تکبیر کہنے لگے تو قعدہ میں واپس آگئے، پھر دو رکعت نماز پوری کی اور آخر میں سجدۂ سہو کرلیا، بعد میں لوگوں میں اختلاف ہوگیا، کچھ لوگوں نے کہا کہ نماز درست نہیں ہوئی اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ نماز درست ہوگئی، کیوں کہ امام صاحب نے سجدۂ سہو کرلیا ہے، براہ کرم حکم شرعی سے مطلع فرمائیں؟ (صبیح الدین انصاری، ملے پلی)

جواب:- یہ بات درست ہے کہ جب قعدۂ اولیٰ میں بھول کر کھڑا ہوجائے تو قعدہ کی طرف واپس آنے کی ضرورت نہیں، سجدۂ سہو کرلے، نماز ادا ہوجائے گی، اگر پوری طرح کھڑا ہونے کے بعد قعدہ کی طرف لوٹ آیا تو ایک قول کے مطابق نماز فاسد ہوجائے گی اور نماز کا اعادہ واجب ہوگا، دوسرا قول یہ ہے کہ اعادہ واجب نہیں اور نماز درست ہوجائے گی،

اور اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے؛ البتہ پہلے قول میں احتیاط ہے:''... ولو عاد الی القعود تفسد صلوته علی الصحیح الخ ''(۱) اس لئے امام صاحب کو واپس نہیں آنا چاہئے تھا...... ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ اگر امام سے سہو ہو جائے تو اللہ اکبر کہنے کے بجائے مقتدیوں کو ''سبحان اللہ'' کہنا چاہئے، اللہ اکبر کہنے میں امام کو اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے کہ مقتدی حضرات تکبیر انتقال کہہ رہے ہیں یا امام کو اس کی بھول پر متنبہ کرنا مقصود ہے؟ ــــــ اسی لئے حدیث میں ایسے موقع پر تسبیح پڑھنے کا حکم آیا ہے۔

دعائے قنوت بھول جائے اور رکوع میں یاد آئے؟

سوال:- نماز وتر میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا، رکوع میں یاد آیا تو کیا کرے، دعائے قنوت پڑھنا چھوڑ دے یا قیام کی طرف واپس لوٹ آئے؟ (محمد راشد، گولکنڈہ)

جواب:- اگر دعائے قنوت پڑھنا بھول جائے اور رکوع میں یاد آئے، تو رکوع میں نہیں پڑھے؛ کیوں کہ دعائے قنوت کا محل حالت قیام ہے نہ کہ حالت رکوع، اور نہ قیام کی طرف واپس آئے؛ کیوں کہ رکوع فرض ہے اور دعائے قنوت واجب، پس قیام کی طرف لوٹنے میں فرض کو چھوڑ کر واجب کی طرف واپسی ہوگی اور یہ درست نہیں، لہذا اب اسے دعائے قنوت نہیں پڑھنی چاہئے اور آخر میں سجدۂ سہو کر لینا چاہئے:

" ولو نسيه أي القنوت ثم تذكره في الركوع لا يقنت ... ولا يعود إلى القيام ... وسجد للسهو "(۲)

اگر رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھ لے؟

سوال:- میں کل عشاء کے بعد وتر کی نماز میں دعاء قنوت پڑھنا بھول گیا، پھر جب رکوع سے میں نے سر اٹھالیا تو اس وقت

---

(۱) فتاوی عالمگیری: ۱/ ۱۲۷ (۲) در مختار: ۲/ ۴۴۶، ۴۴۷

دعاء قنوت پڑھ لیا، ایسی صورت میں کیا میری نماز ہوگئی ؟ بعض دوستوں نے کہا کہ آپ کو دوبارہ رکوع کرنا چاہئے تھا؛ کیوں کہ دعاء قنوت کے بعد رکوع کرنے کا حکم ہے۔ (محمد معظم علی، سفیل گوزہ)

جواب:- نماز وتر میں دعاء قنوت واجب ہے؛ اس لئے اگر دعاء قنوت پڑھنا بھول جائے اور رکوع میں یا اس سے اٹھنے کے بعد یاد آئے تو اب دعاء قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ واجب کے چھوٹ جانے کی وجہ سے اخیر میں سجدۂ سہو کر لے؛ لیکن رکوع سے اٹھنے کے بعد دعاء قنوت پڑھ ہی لیا تو اب رکوع کو دہرانے کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ ایک رکعت میں دو رکوع ثابت نہیں ہے؛ البتہ اگر رکوع سے سر اٹھانے کے بعد دعاء قنوت پڑھ لیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور بہر صورت اخیر میں سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا:

" وإذا نسي القنوت في ثالثة الوتر وتذكره في الركوع أو في الرفع منه أي من الركوع لا يقنت على الصحيح لا في الركوع ..... ويسجد للسهو ، ولو قنت بعد رفع رأسه من الركوع لا يعيد الركوع ويسجد للسهو إلخ " (۱)

اگر امام پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے؟

سوال:- ہمارے یہاں امام صاحب چوتھی رکعت میں بیٹھنے کے بجائے کھڑے ہو گئے، نمازیوں نے متوجہ کیا تو پھر بیٹھ گئے اور نماز پوری کر لی تو کیا اس صورت میں انہیں سجدۂ سہو بھی کرنا چاہئے تھا؟ (عبد الرشید، یاقوت پورہ)

جواب:- اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے امام کو خود تنبیہ ہو جائے یا مقتدی متنبہ کر دے تو انہیں قعدہ کی طرف لوٹ آنا چاہئے، پھر حسب معمول قعدہ میں تشہد پڑھ

(۱) مراقي الفلاح ،ص:۲۱۱

لے اور آخر میں سجدۂ سہو کرلے:

"و إن لم يقعد على رأس الرابعة حتى قام إلى الخامسة إن تذكر قبل أن يقيد الخامسة بالسجدة عاد إلى القعدة ... ويتشهد و يسلم و يسجد للسهو " (۱)

اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد یاد آئے تو اب یہ نماز نفل ہو جائے گی، امام کو اس کے ساتھ مزید ایک رکعت ملانی چاہئے۔

لہٰذا آپ کے امام صاحب کو اخیر میں سجدۂ سہو بھی کرنا چاہئے تھا، اگر سجدہ سہو نہیں کیا اور نماز کا وقت گذر گیا تو نقص کے ساتھ نماز ادا ہوگئی۔

اگر قعدۂ اولیٰ میں درود پڑھ لے

سوال:- وتر کی نماز میں قعدۂ اولیٰ میں تحیات کے بعد پورا درود شریف پڑھ لے، اس کے بعد یاد آیا کہ اس میں درود نہیں پڑھنا تھا؛ چنانچہ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ مجھے بار بار یہ بات پیش آتی رہتی ہے۔ (فقیر احمد، گلبرگہ)

جواب:- قعدۂ اولیٰ میں تحیات پڑھنے پر اکتفا کرنا ہے، حدیث میں ایسا ہی منقول ہے اور فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے، چوں کہ درود شریف پڑھنے کی وجہ سے تیسری رکعت کا قیام — جو فرض ہے — کی ادائیگی میں تاخیر ہورہی ہے اور رکن میں تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے؛ اس لئے ایسی صورت میں سجدۂ سہو کرلینا چاہئے، علامہ شامیؒ نے سجدۂ سہو واجب ہونے کے اسباب میں اس کو بھی شمار کیا ہے:

"وتأخير قيام إلى الثالثة بزيادة على التشهد بقدر ركن ، وفي الزيلعي : الأصح وجوبه بألّلهم صل على محمد " (۲)

---

(۱) الفتاوى الهندية:۱۲۹/۱ (۲) رد المحتار :۵۴۴/۲

قعدۂ اولیٰ بھول جائے

سوال:- وتر کی نماز میں دو رکعت کے بعد بیٹھنا بھول جائے، تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ (فقیر احمد، گلبرگہ)

جواب:- وتر کی نماز میں بھی قعدۂ اولیٰ واجب ہے، اگر قعدہ کو بھول کر کھڑا ہو، اور اسی وقت یاد آ جائے، تو اگر بیٹھنے کی حالت سے قریب ہو، تو واپس آ کر قعدہ کرلے اور اگر کھڑے ہونے کی حالت قریب ہو تو واپس نہ آئے، بلکہ نماز پوری کرلے اور سجدۂ سہو کرلے، اس لئے کہ وہ ایک واجب عمل کو چھوڑنے کا مرتکب ہوا ہے:

"من سهى عن القعدة الأولى ثم تذكر وهو إلى حالة القعود أقرب عاد ... ولو كان إلى القيام أقرب لم يعد ؛ لأنه كالقائم معنى ، ويسجد للسهو : لأنه ترك الواجب" (۱)

یہ صرف فقہاء کا اجتہاد نہیں ہے؛ بلکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ﷺ کی روایت میں صراحۃ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد اسی طرح منقول ہے، (۲) — غرض کہ اس صورت میں سجدۂ سہو کر لینا کافی ہے، اگر سلام پھیرنے کے بعد وقت کے اندر یاد آ جائے، تو نماز لوٹا لینا واجب ہے۔

سجدۂ سہو کے بعد تشہد کا ثبوت

سوال:- احناف کے یہاں سجدۂ سہو میں، سجدۂ سہو کے بعد دوبارہ تشہد پڑھ کے سلام پھیرتے ہیں، ہم لوگ سعودی عرب میں دیکھتے ہیں کہ سجدۂ سہو کرنے کے فوراً بعد سلام پھیر دیتے ہیں، درمیان میں تشہد نہیں پڑھتے ہیں، وہاں بتایا جاتا ہے کہ سنت طریقہ

---

(۱) الهدایہ :۱/۱۵۹

(۲) سنن ابو داؤد ، حدیث نمبر:۱۰۳۲، عن مغیرہ بن شعبہ ﷺ

یہی ہے، کیا احناف کے طریقہ پر سجدۂ سہو کرنے کے بعد تشہد پڑھنے کا کوئی ثبوت ہے؟ (احمد عبدالرب، وسنتھلی پورم)

جواب:- حدیث میں سجدۂ سہو کے ایک سے زائد طریقے منقول ہیں، ان میں سے کسی بھی طریقہ پر سجدۂ سہو کرلیا جائے، کافی ہو جائے گا؛ البتہ افضل طریقہ کے سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، احناف جو سجدۂ سہو کے بعد تشہد پڑھتے ہیں، اس کا بھی ذکر حدیث میں موجود ہے، حضرت عمران بن حصین ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سہو ہو گیا؛ چنانچہ آپ ﷺ نے دو سجدے فرمائے، پھر تشہد پڑھا، اس کے بعد سلام پھیرا:

" أن النبي ﷺ صلى بهم فسها فسجد سجدتين ثم تشهد ثم سلم " (۱)

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو نقل کرکے خاموشی اختیار کی ہے، اور ان کی خاموشی کو اس بات کی دلیل سمجھا جاتا ہے کہ وہ ان کے نزدیک معتبر روایت ہے، نیز مشہور محدث حاکم نے اسے بخاری ومسلم کے درجہ کی روایت مانا ہے: " هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه " (۲) پس سجدۂ سہو کا یہ طریقہ صحیح ومعتبر حدیث سے ثابت ہے۔

اگر تیسری رکعت میں بھول کر بیٹھے پھر اٹھ جائے؟

سوال:- امام صاحب عصر کی نماز پڑھا رہے تھے، تیسری رکعت میں کھڑے ہونے کی بجائے بیٹھ گئے، مصلیوں نے لقمہ دیا، ابھی امام صاحب نے تحیات بھی شروع نہیں کی تھی کہ فوری کھڑے ہوگئے، اب امام صاحب کو سجدۂ سہو کرنا چاہئے یا نہیں؟

(محمد اویس، اکبر باغ)

(۱) ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب من نسي أن يتشهد وهو جالس، حدیث نمبر:۱۰۳۹، ترمذی، أبواب الصلاة، باب التشهد في سجدتي السهو، حدیث نمبر:۳۹۵، قال أبو عيسى : هذا حديث حسن غريب صحيح

(۲) المستدرك على الصحيحين، كتاب السهو، حدیث نمبر:۱۲۰۷

جواب :- اس صورت میں اگر امام صاحب تیسری رکعت میں ایک رکن کے بقدر بیٹھے رہے، پھر اٹھے تو سجدہ سہو واجب ہوگیا:

"قعد بعد رفع رأسه من السجود في الركعة الثالثة ... يجب عليه سجود السهو" (۱)

"إنما المعتبر مقدار مايؤدي فيه الركن" (۲)

اور ایک رکن کے بقدر سے مراد ایک تسبیح کی مقدار ہے:

"واقله قدر تسبيحة فرض" (۳)

اگر ظہر کی نماز چھ رکعت پڑھ لی جائے؟

سوال :- امام صاحب ظہر کی نماز میں چار رکعت کے بعد قعدہ اخیر کر کے پانچویں رکعت کے لئے اٹھ گئے اور پھر چھ رکعت پوری کر کے قعدہ اور سلام کیا، ایسی صورت میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟ (محمد شاکر، مہدی پٹنم)

جواب :- مذکورہ صورت میں چار رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہوگئی؛ البتہ امام صاحب کے لئے ضروری تھا کہ وہ سجدہ سہو بھی کرتے؛ لیکن جب نماز کا وقت گذر گیا، تو نقص کے ساتھ نماز ہوگئی، فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے:

"وإن قيد الخامسة بالسجدة ثم تذكر ضم إليها ركعة أخرى وتم فرضه ويسجد للسهو استحسانا، لتمكن النقصان في الفرض بالخروج لا على وجه المسنون وفي النفل بالدخول لا على وجه المسنون" (۴)

---

(۱) کبیری: ۱/۴۱۸ (۲) کبیری: ۱/۳۴۰

(۳) کبیری: ۱/۲۵۵، ط: ہند (۴) ہدایہ ج اول: ۱۶۰

سنت اور نفل نمازیں

سنتیں کہاں پڑھے؟

سوال:- نماز سے پہلے اور بعد کی سنتوں کو کہاں پڑھنا چاہئے؟ مسجد میں یا گھر میں؟ (حیدر قریشی، سکندر آباد)

جواب:- فرائض کے علاوہ تمام نمازیں، سوائے تراویح اور تحیۃ المسجد کے گھر میں پڑھنا افضل ہے:

" وأما السنن التي بعد الفريضة فإنه إن تطوع بها في المسجد فحسن و تطوعه بها في البيت أفضل ، وهذا غير مختص بما بعد الفريضة بل جميع النوافل ماعدا التراويح و تحية المسجد " (۱)

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ظہر سے پہلے کی چار رکعت میرے حجرے میں پڑھ کر مسجد تشریف لے جاتے تھے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے، پھر نماز پڑھا کر واپس آتے تھے تو دو رکعت میرے حجرہ میں ادا کرتے تھے؛ (۲) البتہ اگر اندیشہ ہو کہ گھر جانے کے بعد غفلت ہو جائے گی تو مسجد ہی میں سنتوں کا ادا کر لینا بہتر ہے۔

---

(۱) کبیری: ۳۸۲

(۲) سنن أبي داؤد، کتاب التطوع، حدیث نمبر: ۱۲۵۱

فجر کی سنت

سوال:- فجر کی جماعت کھڑی ہو، تو جماعت میں شامل ہونا چاہئے یا پہلے دو رکعت سنت ادا کر کے بعد میں فرض نماز ادا کی جائے، یا چھوٹی ہوئی سنتیں فوراً نماز کے بعد ادا کرنا چاہئے؟

(فقیر احمد، گلبرگہ)

جواب:- اگر اس بات کی امید ہو کہ سنت پڑھنے کے بعد بھی وہ ایک رکعت نماز پالے گا تو اسے سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہونا چاہئے، حنفیہ کے یہاں ایک رائے کے مطابق یہ قول زیادہ صحیح ہے، اور یہ حدیث سے بھی قریب تر ہے، دوسری رائے یہ ہے کہ اگر صرف قعدۂ اخیرہ کو پالینے کی امید ہو تب بھی اسے سنت ادا کر لینی چاہئے، یہ بھی بعض حضرات کا قول ہے، —— بہر حال اگر اندیشہ ہو کہ سنت پڑھنے کی صورت میں ایک رکعت بھی نہیں پاسکے گا تو ایسی صورت میں امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو جانا چاہئے؛ کیوں کہ جماعت کا پانا سنت کے ادا کرنے سے زیادہ اہم ہے، جماعت واجب ہے اور سنت بہر حال اس سے کم درجہ میں ہے۔

اصل میں سنت کی تنہا قضا نہیں ہے؛ کیوں کہ قضا تو ایسی چیز کی ہوتی ہے جو واجب ہو؛ البتہ بطور استحباب اور اجر و ثواب کے دو رکعت سورج طلوع ہونے اور وقت مکروہ کے گزر جانے کے بعد پڑھ سکتا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ﷛ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس نے فجر کی دو (مسنون) رکعتیں نہیں پڑھیں، اسے چاہئے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد انہیں پڑھ لے" (۱)

فجر کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے سنت نہیں پڑھنی چاہئے؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک نفل نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

---

(۱) ترمذی، حدیث نمبر: ۴۲۳

فریضۂ فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے سنت کی ادائیگی

سوال:- فجر میں بعض حضرات کو دیکھا گیا کہ فرض جماعت کے وقت مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور فرض ختم ہوتے ہی سنت ادا کرتے ہیں، یہ ان کا روز کا معمول ہے، اس کے بارے میں ہدایات کیا ہیں؟ (ابوالمجاہد احمد جریر، بنجارہ ہلز)

جواب:- اس بات کی عادت بنالینا کہ فجر کی سنت پہلے سے نہ پڑھے اور سیدھے آکر فرض میں شریک ہوجائے درست نہیں، یوں تو فرض نماز سے متصل تمام ہی سنتوں کی خاص اہمیت ہے، لیکن فجر سے پہلے کی سنت کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم کو گھوڑے روند دیں تب بھی تم ان کو نہ چھوڑو : ''لا تدعوهما وإن طردتكم الخيل'' (۱) تاہم اگر سنت چھوٹ گئی تو سنت کی قضا نہیں ہے، قضاء فرض وواجب کی ہے، البتہ گنجائش ہے کہ فجر کا وقت ختم ہوجانے اور سورج طلوع ہونے کے بعد اس کے بدلہ دو رکعت نماز پڑھ لے، فجر کی فرض نماز پڑھ لینے کے بعد اور آفتاب طلوع ہونے سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھنا (جس میں سنت فجر بھی شامل ہے) درست نہیں ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کے بعد تا طلوع آفتاب کوئی بھی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (۲) فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے:

"وأما إذا فاتت وحدها فلا تقضي قبل طلوع الشمس بالإجماع لكراهة النفل بعد الصبح" (۳)

جماعت فجر کے درمیان سنت فجر

سوال:- علماء کرام اور دوسری نمازوں کے بارے میں تو

(۱) سنن أبي داؤد عن بلال ، باب في تخفيفهما ، حدیث نمبر: ۱۲۵۷
(۲) بخاری : باب الصلاة بعد الفجر حتى ترتفع الشمس عن ابن عباس ، حدیث: ۵۸۱
(۳) رد المحتار : ۲/۵۱۲، ہندیہ: ۱/۵۳

کہتے ہیں کہ جب فرض نماز شروع ہو جائے تو سنت نہ پڑھی جائے؛
لیکن فجر کے بارے میں بتاتے ہیں کہ چاہے فرض نماز شروع ہو چکی
ہو پھر بھی سنت ادا کر لینا چاہئے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے؛
کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب فرض نماز شروع ہو جائے
تو کوئی اور نماز نہ پڑھی جائے، اس سلسلہ میں صحیح رائے کیا ہے؟

(ارشاد احمد قادری، مصری گنج)

جو اب:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب فرض نماز شروع ہو تو صرف فرض نمازیں ہی پڑھی جائیں، یہ درست ہے؛ لیکن نماز فجر کا اس سے مستثنیٰ ہونا ان صحابہ کے عمل سے ثابت ہے، جو شب و روز آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ فجر کی جماعت شروع ہو گئی، انہوں نے فجر کی سنت ادا نہیں کی تھی تو انہوں نے پہلے سنت ادا کی پھر نماز میں شریک ہوئے:

"جاء نا ابن مسعود والإمام يصلي الفجر فصلى ركعتين إلى سارية ولم يكن صلى ركعتي الفجر" (۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بات عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پسند ہو، مجھے اپنی امت کے لئے وہ بات پسند ہے: "رضيت لأمتي ما رضي لها ابن أم عبد" اس دور کے مشہور سلفی عالم علامہ ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کے صحیح و معتبر ہونے کا اعتراف کیا ہے، (۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جن کو خود رسول اللہ ﷺ نے علم و تفقہ کی دعا دی تھی، اور جو چند ممتاز فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہیں، ان کے بارے میں بھی منقول ہے کہ وہ مسجد تشریف لائے جب نماز فجر شروع ہو چکی تھی اور انہوں نے سنت ادا نہیں کی تھی؛ چنانچہ انہوں نے سنت فجر ادا کی، پھر

(۱) مصنف عبد الرزاق ۴۴۴/۲، حدیث نمبر: ۴۵۲۱
(۲) دیکھئے: سلسلة الأحاديث الصحيحة، حدیث نمبر: ۱۲۲۵

جماعت میں شریک ہوئے:

"جاء عبد الله بن عباس والإمام في صلاة الغداة ولم يكن صلى الركعتين فصلى عبد الله بن عباس ﷺ الركعتين خلف الإمام ثم دخل معهم" (۱)

حضرت ابو درداء ﷺ کا شمار فقہاء صحابہ میں ہے، ان کے بارے میں بھی منقول ہے کہ وہ مسجد تشریف لاتے، لوگ فجر کی جماعت میں ہوتے تو یہ مسجد کے کسی کونے میں دو رکعت نماز ادا کر کے پھر جماعت میں شامل ہوتے:

"..... فيصلي الركعتين في ناحية المسجد ثم يدخل مع القوم في الصلاة" (۲)

اس سلسلہ میں حضرت ابو درداء ﷺ کے بعض ارشادات بھی منقول ہے، (۳) —— صحابہ کا عمل دراصل رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی تشریح اور بیان کے درجہ میں ہے؛ کیوں کہ یہ بات ناقابل تصور ہے کہ وہ شرعی احکام خاص کر عبادات میں اپنی طرف سے کسی بات کا اضافہ کر دیں گے؛ حالاں کہ عبادات میں کسی بات کا اضافہ بدعت ہے۔

فریضۂ عصر سے پہلے سنت

سوال:- کیا عصر کی چار رکعت فرض سے پہلے کوئی سنت بھی ہے اور کیا اس کا حدیث سے بھی ثبوت ہے؟

(محمد غوث الدین قدیر، جنگاؤں)

جواب:- عصر سے پہلے ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سنت غیر مؤکدہ ہے، ترمذی اور نسائی میں حضرت علی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عصر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے

(۱) شرح معانی الآثار :۱/۱۸۳ (۲) شرح معانی الآثار :۱/۱۸۳

(۳) دیکھئے: مصنف عبد الرزاق :۲/۴۴۳، حدیث نمبر :۴۰۲۰، نیز ملاحظہ ہو: مصنف ابن أبي شيبة :۲/۵۷، حدیث نمبر :۶۴۲۱

اوراس میں دو رکعت پر فرشتوں اور مسلمانوں پر سلام کے ذریعہ فصل کرتے تھے۔(۱) فرشتوں پر سلام سے مراد تشہد پڑھنا ہے، یعنی دو رکعت پر قعدہ اولیٰ فرماتے تھے، نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے، جو عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھے (۲)؛ اس لیے عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھنا سنت ہے اور صحیح حدیث سے اس کا ثبوت ہے۔

فرض کے بعد اسی جگہ سنت ادا کرنا

سوال: - ہمارے امام صاحب جہاں پر فرض نماز پڑھاتے ہیں، وہیں پر فرض کے بعد کی سنتیں بھی پڑھتے ہیں، کیا ان کا یہ عمل درست ہے؟ (قمرالزماں، سکندرآباد)

جواب: - جہاں پر فرض نماز ادا کی گئی ہے، وہیں پر سنت ونفل بھی پڑھی جائے، تو نماز تو درست ہو جاتی ہے؛ لیکن یہ بہتر طریقہ نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ وہاں سے ایک دو قدم ہٹ کر نماز پڑھی جائے؛ بشرطیکہ اس کی گنجائش ہو، اور امام کو تو خاص طور پر اپنی جگہ سے کسی قدر ہٹ کر نماز پڑھنی چاہئے؛ تاکہ آنے والوں کو اشتباہ نہ ہو کہ امام صاحب ابھی نماز پڑھ رہے ہیں:

" ... والأولى أن يخطو خطوة أو خطوتين، والإمام يتأخر عن المكان الذي يصلي فيه الفريضة لا محالة " (۳)

سنت مؤکدہ کی تعریف اور نماز تراویح کا حکم

سوال: - (الف) سنتِ مؤکدہ کی تعریف کیا ہے؟ (ب) اور کیا نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے؟ (امیر الدین، ٹولی چوکی)

---

(۱) ترمذی، حدیث: ۴۲۹، نسائی، باب الصلوۃ قبل العصر

(۲) ترمذی، حدیث: ۴۲۹

(۳) المحیط البرہانی: ۲/۴۳۶

جوارب:- (الف) رسول اللہ ﷺ نے بطور عبادت کے جس کام کو پابندی کے ساتھ کیا ہو، لیکن کبھی کبھی بلا عذر اسے چھوڑ بھی دیا ہو، یا چھوڑا تو نہ ہو؛ لیکن چھوڑنے والے پر نکیر نہ فرمائی ہو، اس کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں، (۱) —— سنت مؤکدہ بھی واجب ہی کی طرح ہے، یعنی جیسے واجب کا مطالبہ کیا جاتا ہے، سنت مؤکدہ کا بھی مطالبہ کیا جائے گا؛ البتہ واجب کا ترک سزا و عقاب کا موجب ہے، اور سنت مؤکدہ کا ترک عقاب کا موجب نہیں:

" وحكمها كالواجب ... إلا أن تارك الواجب يعاقب وتاركها لا يعاقب " (۲)

(ب) صحیح قول یہی ہے کہ تراویح کی نماز سنت مؤکدہ ہے، مردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی؛ کیونکہ خلفاء راشدین نے اس کی پابندی فرمائی ہے:

" التراويح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين للرجال والنساء " (۳)

جماعت کے ساتھ شب قدر میں نفل

سوال:- شب قدر میں مغرب کے بعد چھ رکعت نفل نماز کیا جماعت کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے؟

(نظام الدین، عادل آباد)

جوارب:- جماعت اصل میں فرض نمازوں کے لئے ہے، نہ کہ نوافل کے لئے، اس لئے سوائے نماز تراویح کے نفل میں جماعت مسنون نہیں: " إن الجماعة في التطوع ليست بسنة إلا في قيام رمضان " (۴)، نیز لوگ ایک مخصوص نماز شب براءت شب

(۱) دیکھئے: التعريفات الفقهية : ص. ۳۲۸، الموجز في أصول الفقه : ص: ۴۰-۳۹

(۲) التعريفات للجرجاني : ص: ۱۳۸

(۳) الدر المختار ورد المحتار : ۲/۴۹۴، بدائع الصنائع : ۱/۶۴۴

(۴) رد المحتار : ۲/۵۰۰

قدر وغیرہ میں جماعت سے پڑھا کرتے تھے، فقہاء نے اس کی جماعت میں شرکت کو منع کیا ہے: "یکرہ الاقتداء فی صلاۃ رغائب وبراءۃ وقدر" (۱) اس لئے شب قدر وغیرہ میں جو بھی نفل پڑھیں تنہا تنہا پڑھا کریں۔

وتر کے بعد تہجد کی نماز پڑھنا

سوال:- تہجد کی نماز پڑھنا ہو تو کیا پہلے وتر کی نماز ادا کر کے بعد میں تہجد کی نماز کی آٹھ رکعت ادا کریں؟

(سید افضل الدین، مقام غیر مذکور)

جواب:- افضل طریقہ یہ ہے کہ اگر رات کے آخری پہر میں بیدار ہونے کی توقع ہو تو پہلے نماز تہجد ادا کرے، پھر نماز وتر پڑھے؛ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز تہجد ادا کرتے رہتے تھے اور آخر میں نماز وتر پڑھتے تھے:

"کان رسول اللہ ﷺ یصلي من اللیل حتی یکون آخر صلاتہ الوتر" (۲)

یہ بات مختلف روایات میں آئی ہے؛ البتہ اگر کوئی شخص وتر پڑھ چکا ہو اور بعد میں تہجد پڑھنے کا خیال آیا، یا پہلے سے بیدار ہونے کی امید نہیں تھی، مگر آنکھ کھل گئی تو نماز تہجد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض اوقات وتر کے بعد بھی نفل نماز ادا فرمائی ہے۔

سنت کے ساتھ ساتھ تحیۃ المسجد کی ادائیگی

سوال:- ایک مسجد کے امام صاحب کہتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہوتے ہی اگر ہم بیٹھے بغیر سنت نمازیں پڑھنے لگیں تو تحیۃ

---

(۱) الدر المختار علی ہامش رد المحتار: ۲/۵۰۱

(۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۲۹، باب صلاۃ اللیل

المسجد بھی ادا ہو جاتی ہے، کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟ (محب اللہ، خان پور)

جواب:- جب مسجد میں داخل ہوں تو اس کے احترام میں دو رکعت نفل پڑھنی چاہئے، حدیث میں اس کی فضیلت آئی ہے؛ البتہ اگر مسجد میں داخل ہوتے ہی کوئی فرض یا سنت نماز پڑھ لی جائے تو اس سے بھی تحیۃ المسجد ادا ہو جاتی ہے، خواہ اس کی نیت کی جائے یا نہیں، علامہ ابن نجیم مصریؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کل صلاة صلاها عند دخوله فرضا اوسنة ، فانها تقوم مقام التحية بلانية "(۱)

نفل نماز-شروع کرنے کے بعد

سوال:- اللہ کا شکر ہے کہ میں اشراق پڑھنے کا اہتمام کرتی ہوں، مگر ایک دن ایسا ہوا کہ میں نے نماز شروع کی، ابھی ایک ہی رکعت پڑھی تھی کہ میری بچی بہت رونے لگی، یہاں تک کہ پریشان ہو کر میں نے نماز توڑ دی اور اسے دودھ پلانے میں مصروف ہو گئی، پھر وقت گذر گیا اور خیال بھی جاتا رہا، ایسی صورت میں ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ کیا ہمیں کوئی کفارہ ادا کرنا ہوگا؟

(شائستہ پروین، مہدی پٹنم)

جواب:- جب کوئی سنت یا نفل شروع کر دی جائے اور پھر توڑ دی جائے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ نماز اس کے ذمہ واجب ہو جاتی ہے اور نذر (منت ماننے) کے درجہ میں آ جاتی ہے:

"كمـا لـو شـرع فيهـا ثم قطعها ثم أداها كانت سنة وزادت وصف الوجوب بالقطع . نهر " (۲)

---

(۱) البحر الرائق :۲/۳۹ (۲) رد المحتار : ۲/۴۶۳

اس لئے آپ نے جوصورت لکھی ہے، اس میں دو رکعت اسی نماز کی قضاء کی نیت سے پڑھ لیں، یہ آپ کے لئے کافی ہے، کسی اور کفارہ کی ضرورت نہیں۔

نماز چاشت — آداب واحکام

سوال:- بعض لوگ کہتے ہیں کہ چاشت کی نماز کا کوئی ثبوت نہیں، نماز اشراق ہی نماز چاشت ہے، اس سلسلہ میں روشنی ڈالئے، اور اگر چاشت کی نماز الگ سے ہے تو بتایئے اس کا وقت کیا ہے؟ کتنی رکعتیں پڑھی جائیں گی؟ اور اس کی کیا فضیلت ہے؟ (محبوب الرحمٰن، یاقوت پورہ)

جواب:- بعض علماء نے اشراق اور چاشت کو ایک ہی نماز مانا ہے، ان کا خیال ہے کہ طلوع آفتاب اور زوال کے درمیان نفل نماز پڑھنا مستحب ہے، یہی صلاۃ اشراق بھی ہے اور صلاۃ الضحیٰ بھی؛ لیکن امام غزالی اور صوفیاء نے عام طور پر ان دونوں نمازوں کو الگ الگ نماز مانا ہے اور سنن ترمذی کی ایک روایت سے اسی کی تائید ہوتی ہے؛ اس لئے زیادہ صحیح نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ دونوں الگ الگ نمازیں ہیں، طلوع آفتاب اور زوال آفتاب کے درمیان جو وقت ہوتا ہے، اس کے پہلے نصف میں نماز اشراق پڑھی جائے گی اور دوسرے نصف میں نماز چاشت (صلاۃ الضحی)۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے بارہ رکعت نماز چاشت ادا کی، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سونے کا گھر بنائیں گے:

"... من صلي الضحى ثنتى عشرة ركعة بنى الله له قصرا في الجنة من ذهب " (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ چاشت کی نماز بارہ رکعت پڑھنا بڑے اجر کا باعث ہے، فقہاء

(۱) سنن ترمذی ، کتاب الصلاۃ ، باب ما جاء فی صلاۃ الضحی ، حدیث نمبر: ۴۷۵

نے دوسری احادیث اور نفل نمازوں میں رکعت کی کسی خاص تعداد کے ضروری نہ ہونے کے پس منظر میں لکھا ہے کہ کم سے کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت پڑھی جائے اور اوسط درجہ آٹھ رکعت پڑھنے کا ہے؛ بلکہ بعض فقہاء نے اس کو افضل قرار دیا ہے:

" أقلها ركعتان و أوسطها ثمان وهو أفضلها و أكثرها اثنا عشرة " (۱)

نمازِ استخارہ وتر سے پہلے یا اس کے بعد؟

سوال:- نماز استخارہ وتر ادا کرنے سے پہلے پڑھی جائے یا بعد میں؟ (م، طاہر، ملک پیٹ)

جواب:- نماز استخارہ ہوں تو وتر کے بعد بھی پڑھی جا سکتی ہے؛ کیوں کہ وتر کے بعد بھی نفل نماز ادا کرنے کی گنجائش ہے؛ لیکن بہتر ہے کہ وتر سے پہلے نماز استخارہ پڑھ لیں؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے وتر کو رات کی آخری نماز بنانے کی تلقین فرمائی ہے۔ (۲)

استخارہ یا قرعہ اندازی؟

سوال:- مجھے جب بھی کسی کام کو کرنا ہوتا ہے تو اس کے منفی پہلو سے ڈر لگتا ہے، کسی مسئلہ کو حل کرنے میں کہ یہ کروں یا وہ کروں؟ کشمکش و پیچ میں مبتلا ہوتی ہوں تو قرعہ اندازی کرتی ہوں، پہلے سورہ فاتحہ پڑھتی ہوں، پھر چاروں قل پڑھ کر درود ابراہیمی کا ورد کر کے ایک پرزہ پر " ہاں کرو " دوسرے پر " مت کرو " لکھ کر اچھالتی ہوں، اور کسی ایک کو آنکھ بند کر کے بسم اللہ کہہ کر لے لیتی ہوں، تین دفعہ کرتی ہوں اور تیسری دفعہ نکلے ہوئے پرزے کو اللہ

(۱) در مختار: ۴۲۵/۲

(۲) بخاری، باب ليجعل آخر صلاته وترا، حدیث نمبر: ۹۹۸

تعالی کا فیصلہ سمجھ کر مطمئن و پرسکون ہو جاتی ہوں، اور فوراً اس پر عمل کرتی ہوں اور کثرت سے اللہ رب العزت سے دعائیں مانگتی ہوں، پہلے بھی امتحان کی تیاری کے وقت کسی دو طویل جوابات کو یاد کرنے کا وقت نہیں تھا تو قرعہ اندازی کے ذریعہ ایک جواب کا انتخاب کر کے ازبر کر لی تھی اور تقریباً جوابات سوالیہ پرچہ میں وہی آتے تھے؛ لہٰذا اب زندگی کے عملی مسائل میں بھی وہی عمل پورے خلوص وللہیت کے ساتھ کرتی ہوں، مجھے بتایئے کہ شریعت کی رو سے اس طرح کرنا درست ہے؟ (حبیب النساء، کریم نگر)

جواب:- حدیث میں بعض مواقع پر رسول اللہ ﷺ کے قرعہ اندازی کا ذکر ہے؛ لیکن جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس میں قرعہ نکالنا ثابت نہیں، قرعہ کا تعلق انسانی حقوق اور حصوں کے تعین سے ہے، اور فقہاء نے بحیثیت مجموعی پانچ مواقع ذکر کیے ہیں (۱)؛ البتہ اس موقع سے رسول اللہ ﷺ نے استخارہ کا طریقہ رکھا ہے اور اس پر امت کا اجماع اور اتفاق ہے، استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ جس معاملہ میں دونوں پہلو جائز ہوں اور سمجھ میں نہ آتا ہو کہ کس پہلو کو اختیار کیا جائے تو دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالی سے دعا کریں کہ جس میں خیر ہو اس کی طرف دل کا جھکاؤ ہو جائے، استخارہ حدیث سے ثابت ہے، اور اسی لئے اس پر امت کا اتفاق ہے؛ (۲) اس لئے آپ بھی یہی طریقہ اختیار کریں۔

نماز استسقاء — آداب واحکام

سوال:- اس وقت حیدرآباد میں پانی کی بہت ہی قلت ہے اور تمام ذخیرۂ آب خشک ہوکر رہ گیا ہے، چنانچہ جماعت سائر میں نماز استسقاء کا اعلان کیا گیا ہے، براہ کرم اس نماز کی اہمیت

(۱) دیکھئے: الموسوعة الفقهية: ۳۳/۱۳۸ (۲) دیکھئے: الموسوعة الفقهية: ۳/۲۴۲

اور اس سے متعلق مسائل پر روشنی ڈالئے؟ (سلطان احمد، شاہین نگر)

جواب:- استسقاء کے معنی پانی مانگنے کے ہیں، ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کے حکم اور مشیت سے حاصل ہوتی ہیں، بارش اور پانی بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے وافر مقدار میں انسان کو دے رکھی ہے، قرآن نے خود یہ بات کہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ پانی کو روک لے تو کون ہے جو انسانوں کو پانی عطا کرے؟ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے امت کو تعلیم دی ہے کہ ہر ضرورت کے لئے وہ خدا کے سامنے ہاتھ پھیلائے، عام ضرورتوں کے لئے تو دعا اور نماز حاجت ہے؛ لیکن بارش کے لئے خصوصی نماز "نماز استسقاء" رکھی گئی ہے اور خود رسول اللہ ﷺ نے نماز استسقاء ادا فرمائی ہے: اسی لئے علامہ علاء الدین حصکفیؒ نے استسقاء کو مسنون قرار دیا ہے اور علامہ شامیؒ مستحب قرار دیتے ہیں۔ (۱)

نماز استسقاء اس وقت پڑھی جائیگی جب موسم خشک ہو، لوگ خشک سالی کی وجہ سے دشواری میں مبتلا ہوں اور بارش کی کمی ہو، فقہاء نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے کہ نماز استسقاء سے پہلے تین دنوں روزہ رکھا جائے اور خدا کی بارگاہ میں توبہ کی جائے، پھر جب نماز استسقاء کے لئے جائے تو نئے کپڑوں میں ملبوس نہ ہوں، بلکہ دھلے ہوئے یا پیوند لگے ہوئے کپڑوں میں نکلے اور قریبی مقام ہو جہاں پیدل جائے، جاتے ہوئے فروتنی، تواضع اور خشوع کی کیفیت ہو، سر جھکے ہوئے ہوں، زبان پر توبہ اور استغفار کے الفاظ ہوں، کمزور، بوڑھے اور بچے بھی ساتھ رکھے جائیں، بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ مویشی بھی ساتھ ہوں، تاکہ ان کمزوروں اور بے زبان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئے، جانے سے پہلے صدقہ کرنا مستحب ہے، مکہ، مدینہ اور بیت المقدس میں تو مسجد میں نماز ادا کی جائے گی، باقی دوسری جگہوں میں کھلے میدان میں نماز ادا کرنا مستحب ہے۔

نماز کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں نماز عید کی طرح نہ اذان ہوگی اور نہ اقامت، بلکہ امام دو رکعت نماز پڑھائے گا اور باآواز بلند قراءت کرے گا، نماز سے فارغ ہو کر عصا لے کر خطبہ

---

(۱) ملخص از : درمختار و رد المحتار :۲/۷۰۳-۷۰۷، باب الاستسقاء

دے گا، ایک ہی خطبہ کافی ہے، جیسا کہ امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے، خطبہ شروع کرنے کے بعد امام وہ رومال جسے وہ اوڑھے ہوئے ہو، اسے پلٹ دے گا، پلٹنے کی صورت یہ ہوگی کہ اگر چوکور رومال ہو تو جو حصہ اوپر تھا اسے نیچے کرلے اور نیچے والے کو اوپر، اور اگر رومال کی ساخت مدور یعنی گول ہو تو دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں کرلے اور اگر عبا پہنے ہوا ہو تو اوپر کے حصہ کو اندر اور اندر کے حصہ کو اوپر کرلے، یہ صرف امام کو کرنا ہے، مقتدیوں کو ایسا کرنے کی ضرورت نہیں، نماز کے بعد بارش کی دعا کرنی چاہئے، دعا کا طریقہ یہ ہوگا کہ امام قبلہ رخ کھڑا ہوگا اور اپنا ہاتھ اٹھائے گا، لوگ قبلہ رخ بیٹھے رہیں گے اور اس کی دعا پر آمین کہیں گے، دعا زور سے بھی کی جاسکتی ہے اور آہستہ بھی اور چوں کہ یہ نماز کی حالت نہیں ہے، اس لئے عربی میں بھی دعا کی جاسکتی ہے اور اردو میں بھی، اسی طرح تین دنوں تک مسلسل نمازِ استسقاء ادا کرنی چاہئے۔(۱)

رسول اللہ ﷺ سے اس موقع پر مختلف الفاظ میں دعا مانگنی ثابت ہے، جن میں بعض مختصر ہیں اور بعض نسبتاً طویل: ’’اللّهم صيباً نافعاً ‘‘(۲) اے اللہ! نفع بخش بارش عطا فرما ’’اللّهم أسقنا ، اللهم أسقنا ، اللهم أسقنا ‘‘(۳) اے اللہ! ہمیں پانی عطا فرما، اے اللہ! ہمیں سیراب فرما، اے اللہ! ہمیں آبیار فرما — کسی قدر طویل دعاؤں میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے:

"اللهم أسقنا غيثاً مغيثاً مريأً مُريعاً نافعاً غير ضارٍ عاجلاً غير آجلٍ" (۴)

’’الٰہا! ہم پر ایسی بارش نازل فرما جو ضرورت کو پوری کرنے والی، خوشگوار اور فائدہ مند ہو، نقصان دہ نہ ہو، جلدی برسنے والی ہو نہ کہ تاخیر سے‘‘

---

(۱) ملخص از درمختار و رد المحتار :۳/۷۲-۷۰، باب الاستسقاء

(۲) بخاری ، کتاب الاستسقاء :۱/۱۴۰

(۳) بخاری ، کتاب الاستسقاء :۱/۱۳۷

(۴) ابو داؤد ، باب رفع اليدين في الاستسقاء ، حدیث نمبر:۱۱۶۹

" الحمد لله رب العالمين ، الرحمن الرحيم ، ملك يوم الدين ، لا إله إلا الله يفعل ما يريد ، اللهم أنت الله لا إله إلا أنت ، أنت الغني و نحن الفقراء ، أنزل علينا الغيث و اجعل ما أنزلت لنا قوة و بلاغا إلى حين " (۱)

''تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے، جو سارے جہانوں کا رب ہے، بہت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، الہا! آپ اللہ ہیں، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ غنی ہیں اور ہم سب محتاج، ہم پر بارش اتاریئے اور جو بارش ہم پر برسائیں، اس کو ایک مدت تک ہمارے لئے قوت اور کفایت کا ذریعہ بنایئے''

قحط سالی کی موجودہ فضا میں ہمیں چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ نماز استسقاء میں شریک ہوں۔

جماعت کے ساتھ صلوٰۃ التسبیح

سوال:- طاق راتوں میں بہت سے حضرات صلوٰۃ التسبیح بھی ادا کرتے ہیں، کیا اس نماز کا ثبوت ہے؟ اور کیا اس کو جماعت کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے؟ (شیخ جاوید، قبا کالونی)

جواب:- صلوٰۃ التسبیح — جس میں تین سو دفعہ "سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر" کی تسبیح پڑھی جاتی ہے — کا ذکر مستند و معتبر روایات میں آیا ہے، ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے (۲)، جہاں تک جماعت سے اس نماز کو پڑھنے کی بات ہے، تو یہ ثابت نہیں، نفل نمازوں میں تراویح کی نماز کے

---

(۱) ابو داؤد ، باب رفع اليدين في الاستسقاء ، حدیث نمبر: ۱۱۷۳

(۲) سنن ترمذی ، كتاب الصلوة ، باب ماجاء في صلوة التسبيح ، حدیث نمبر: ۴۸۲

سلسلہ میں جماعت پر اتفاق ہے، تہجد کے بارے میں اختلاف ہے، باقی دوسری نفل نمازیں انفرادی طور پر پڑھی جائیں گی، ان کو جماعت سے ادا کرنے کا ثبوت نہیں، اس لئے صلاۃ التسبیح پڑھیں، لیکن تنہا تنہا، جماعت نہیں بنائیں۔

صلاۃ التسبیح میں تسبیح کو انگلیوں پر شمار کرنا

سوال:- اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں ہر ہفتہ نماز تسبیح پڑھنے کا اہتمام کرتا ہوں، البتہ اتنی بڑی تعداد میں تسبیحات کو یاد رکھنا مشکل ہوجاتا ہے اور اس میں اکثر تردد پیدا ہوجاتا ہے، ایسی صورت میں کیا میں تسبیحات کو نماز کی حالت میں انگلی پر گن سکتا ہوں؟

(شیخ موسیٰ، بھٹکور)

جواب:- بہتر تو یہ ہے کہ زبانی تعداد یاد رکھنے کی کوشش کریں، لیکن اگر اس میں دشواری ہو تو نفل نماز پڑھنے کی وجہ سے صلوۃ التسبیح میں انگلیوں پر شمار کرنے کی گنجائش ہے، چنانچہ علامہ کاسانیؒ نماز میں آیات و تسبیحات کے گننے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے، البتہ ایک روایت کے مطابق یہ کراہت فرض میں ہے نفل میں نہیں:

" روی عن أبی حنیفة أنه کره فی الفرض و رخص فی التطوع " (۱)

تاہم بہتر طریقہ یہ ہے کہ انگلیوں کو دبا کر تعداد اپنے ذہن میں مستحضر رکھنے کی کوشش کریں۔

---

(۱) بدائع الصنائع: ۲ / ۵۰۷

نماز تراویح کا بیان

عشاء میں شرکت کے بغیر تراویح میں شرکت

سوال:- بعض لوگ کہتے ہیں کہ رمضان المبارک میں اگر عشاء کی نماز جماعت سے ادا نہ کریں تو وہ وتر کی نماز بھی جماعت سے نہیں پڑھ سکتا، کیا یہ صحیح ہے؟ (سید غوث، وٹے پلی)

جواب:- اگر عشاء کی جماعت میں شامل نہیں ہوا، جب بھی وتر کی جماعت میں رمضان المبارک میں شامل ہوا جا سکتا ہے، کیوں کہ وتر مستقل نماز ہے۔

مائک پر قرآن مجید کی قراءت

سوال:- اس سال رمضان المبارک میں کئی مسجدوں میں مائک پر سماعت قرآن کے لئے قراءت کا اہتمام کیا گیا؛ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ قرآن سن سکیں اور سننے کا ثواب حاصل کر سکیں، بعض لوگ اس کو نامناسب عمل قرار دیتے ہیں، صحیح شرعی حکم کیا ہے؟

(عبد المجیب، مغل پورہ)

جواب:- قرآن مجید کی تلاوت بے شک نیکی اور اجر کا کام ہے اور قرآن مجید کو عظمت اور احترام کے ساتھ سننا بھی اجر وثواب کا باعث ہے، اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کے وقت بے توجہ رہنا بے احترامی کی وجہ سے گناہ کا باعث ہے، صورت حال یہ ہے کہ بازار

میں لوگ اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں، شور شرابہ بھی ہوتا رہتا ہے، ایسی جگہ اگر قرآن مجید زور سے پڑھا جائے تو سامعین کی طرف سے یقیناً بے توجہی پائی جائے گی اور اس بے احترامی کا سبب وہ لوگ بنیں گے، جو ایسی جگہوں پر قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہوں، یا جن لوگوں نے اس کا انتظام کیا ہے، لوگ تو اپنی مجبوری اور مشغولی کی وجہ سے معذور سمجھے جائیں گے؛ اس لئے اس میں گناہ کا اندیشہ ہے: لہٰذا اس طرح مائک پر قاری کا قرآن مجید پڑھنا یا ریکارڈ وغیرہ سے قرآن مجید کا سنانا کراہت سے خالی نہیں:

" لا يقرأ جهرا عند المشتغلين بالأعمال و من حرمة القرآن أن لا يقرأ في الأسواق و في موضع اللغو " (۱)

'' جو لوگ کام میں مشغول ہوں، ان کے پاس زور سے قرآن مجید نہیں پڑھا جائے، اور قرآن کا احترام یہ ہے کہ بازاروں میں اور لغو گفتگو کے مواقع پر تلاوت نہ کی جائے''

تراویح میں قرآن مجید کی دیکھ کر تلاوت

سوال:- ہم لوگ عرصہ سے سعودی عرب کے شہر طائف میں مقیم ہیں، یہاں تقریباً تمام ہی مسجدوں میں ائمہ قرآن مجید دیکھ کر تراویح پڑھاتے ہیں اور برصغیر کے لوگ جو عام طور پر فقہ حنفی کے متبع ہیں، بھی ان ہی ائمہ کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں، جب کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان کی نماز نہیں ہوتی، اس سلسلہ میں ائمہ اربعہ کے مسالک پر روشنی ڈالیں، نیز فقہ حنفی کی تفصیل سے بھی آگاہ کیجئے، تاکہ یہاں ہندو پاک کے جو لوگ موجود ہیں، ان کو مسئلہ کی نوعیت سمجھنے میں آسانی ہو، یہاں یہ مسئلہ آپسی انتشار اور اختلاف کا سبب بنا ہوا ہے، اس لئے وضاحت اور حوالے کے ساتھ جواب

---

(۱) الفتاوی الهندية:۵:۳۱۶

مرحمت فرمائیں؟ (محمد سفیان قاسمی ودیگر، بذریعہ ای میل)

جواب:- ۱) اس سلسلہ میں ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی آراء کا خلاصہ اس طرح ہے:

(الف) امام مالکؒ کے نزدیک نماز تراویح میں قرآن سے دیکھ کر تلاوت کی جاسکتی ہے، البتہ فرض نماز میں قرآن سے دیکھ کر تلاوت کرنا مکروہ ہے۔(۱)

(ب) امام شافعیؒ کے نزدیک قرآن دیکھ کر نماز پڑھائی جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی، چاہے پڑھانے والے کو وہ آیات زبانی یاد رہی ہوں یا یاد نہ رہی ہوں۔(۲)

(ج) امام احمدؒ کے نزدیک فرض نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھنا مکروہ ہے، اگر قرآن یاد ہو تو نفل میں بھی دیکھ کر پڑھنا مکروہ ہے، اور اگر یاد نہ ہو تو نفل میں دیکھ کر پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، چنانچہ تراویح میں امام احمدؒ کے یہاں بھی غیر حافظ کے لئے قرآن دیکھ کر نماز پڑھانا جائز ہے۔(۳)

۲) حنفیہ کے مسلک کی تفصیل یہ ہے کہ صاحبین یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز میں دیکھ کر قرآن پڑھا جائے تو کراہت کے ساتھ نماز ہو جائے گی، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قرآن کے جس حصہ کی تلاوت کی ہے، اگر وہ زبانی یاد نہیں تھا اور دیکھ کر نماز میں پڑھے تو نماز درست نہیں ہوگی اور اگر زبانی یاد تھا اور دیکھ کر عمل کثیر کے بغیر نماز میں پڑھا تو نماز فاسد نہیں ہوگی:

" و قراء ته من مصاحف ...... مطلقا : لأنه تعلم إلا إذا كان حافظا لما قرأه و قرأ بلا حمل " (۴)

مشائخ حنفیہ کے اس سلسلہ میں بعض اور اقوال بھی ہیں، جن کو علامہ شامی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

۳) حنفیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ایک تو مصحف سے قرآن مجید کی تلاوت کرنا گویا

---

(۱) مواهب الجليل :۲/۷۳ (۲) شرح مهذب :۳/۹۵

(۳) المغني :۱/۶۱۲ (۴) در مختار مع الرد :۲/۳۸۴

ایسی چیز سے علم حاصل کرنا ہے، جو خارج صلوۃ ہے، اور اس کی وجہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، دوسرے عام طور پر مصحف قرآنی سے تلاوت کرنے میں عمل کثیر کی نوبت آجاتی ہے اور عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور جو حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں ان کے پیش نظر ابوداؤد کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ایک غلام کی اقتداء میں نماز ادا کرتی تھیں، جو مصحف قرآنی سے تلاوت کیا کرتے تھے۔

(۴) غور کیا جائے تو قوی اور محتاط رائے وہی ہے جو امام ابو حنیفہؒ کی ہے: کیوں کہ اسلام کے ابتدائی دور میں نو مسلم قبائل میں ایسے لوگ کم ہوتے تھے، جن کو قرآن مجید کا مناسب حصہ یاد ہو، اگر مصحف سے تلاوت کی گنجائش ہوتی تو آپ ﷺ نے ایسے قبائل میں لوگوں کو مصحف سے نماز پڑھانے کی اجازت دی ہوتی، لیکن پورے عہد نبوی میں اور سوائے حضرت عائشہ کی اس روایت کے پورے عہد صحابہ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ مصحف دیکھ کر نماز میں قرآن کی تلاوت کی گئی ہو، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ عمل ان کا شخصی اجتہاد بھی ہو سکتا ہے، نیز عبادات سے متعلق احکام کی بنیاد عقل و قیاس پر نہیں ہے، بلکہ ان کے لئے بنیادی طور پر قرآن وحدیث سے ثبوت ضروری ہے، پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید اٹھانے، اوراق پلٹنے، اسے رکھنے اور نکالنے میں عمل کثیر کے پائے جانے کا خاصا امکان ہے؛ اس لئے امام ابو حنیفہ کی رائے زیادہ قوی اور مبنی بر احتیاط ہے، اگر ایسا ہو کہ نماز عشاء جماعت سے پڑھ کر کسی گھر میں لوگ تراویح کی جماعت قرآن مجید دیکھے بغیر پڑھانے والے حافظ کے پیچھے ادا کرلیں تو بہتر ہے، اگر اس میں دشواری ہو تو امام کے پیچھے بھی نماز پڑھنے کی گنجائش ہے، کیوں کہ صاحبینؒ یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا یہی قول ہے اور مشہور حنفی فقہاء علامہ ابو بکر رازیؒ اور علامہ ابن ہمامؒ وغیرہ کے یہاں اگر امام اپنے مسلک کے مطابق درست طریقہ پر نماز ادا کرلے تو خواہ مقتدی کے مسلک کے لحاظ سے نماز درست نہ ہوئی ہو پھر بھی نماز ہو جائے گی، کیوں کہ امام کی نماز اصل ہے: "الإمام ضامن" (۱)

بہر حال ایسے مسائل میں انتشار و اختلاف سے بچنا چاہئے اور اجتماعیت کو باقی رکھنے

(۱) ترمذي :۵۱/۱،باب ما جاء أن الإمام ضامن الخ

کی کوشش کرنی چاہئے۔

وقفہ تراویح میں کیا عمل کرے؟

سوال:- نماز تراویح میں ہر چار رکعت پر جو وقفہ دیا جاتا ہے اس کے لئے کیا کوئی خاص عمل حدیث میں منقول ہے یا کوئی دعا خاص اس موقع کے لئے مروی ہے؟ براہ کرم اس کی وضاحت فرمائیں؟ (عبدالباسط قادری، پھلواری شریف)

جواب:- نماز تراویح میں ہر چار رکعت پر جو وقفہ دیا جاتا ہے وہ نماز پڑھنے والوں کی راحت کے لئے ہے، حدیث میں اس موقع کے لئے کوئی خاص دعا یا عمل منقول نہیں ہے، البتہ فقہاء نے شریعت کے مزاج و مذاق کو پیش نظر رکھتے ہوئے کچھ مستحب افعال کا ذکر کیا ہے، چنانچہ اس وقت تسبیح پڑھی جاسکتی ہے، دعا کی جاسکتی ہے، قرآن مجید کی تلاوت کی جاسکتی ہے، دعوتی تذکیری گفتگو کی جاسکتی ہے، دین کی باتیں پڑھ کر سنائی جاسکتی ہیں، خاموشی سے تھوڑی دیر بیٹھا جاسکتا ہے، امام مالکؒ کے زمانہ میں اہل مکہ کا معمول اس وقفہ میں طواف کرنے کا تھا اور اہل مدینہ تنہا تنہا چار رکعت نفل پڑھ لیا کرتے تھے:

"ثم هم مخيرون فى حالة الجلوس إن شاؤا سبحوا و إن شاؤا قعدوا ساكنين و أهل مكة يطوفون أسبوعا و يصلون ركعتين و أهل المدينة يصلون أربع ركعات فرادى "(۱)

لیکن بہر حال یہ سب انفرادی عمل ہیں، کوئی اجتماعی عمل اس موقع پر ثابت نہیں ہے۔

تراویح اور اس کی جماعت کا حکم

سوال:- تراویح کی نماز واجب ہے یا سنت؟ اور کیا گھر

---

(۱) الفتاوی الهندية:۱/۱۱۵

میں بھی تراویح کی نماز ادا کی جاسکتی ہے؟ (جبین الحق، آصف نگر)

جواب:- تراویح سے متعلق مختلف صورتوں کے الگ الگ احکام ہیں، جن کا خلاصہ اس طرح ہے:

(الف) نماز تراویح سنت علی العین ہے، یعنی ہر شخص پر اس کی ذاتی حیثیت میں تراویح پڑھنا مسنون ہے، اگر نہ پڑھے تو تارکِ سنت ہوگا: ''نفس التراويح سنة على الأعيان عندنا''(۱)۔

(ب) تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے، یعنی اگر کچھ لوگ مسجد میں تراویح کی جماعت کرلیں تو اہل محلہ ترکِ سنت کے گنہگار نہیں ہوں گے، کچھ لوگ گھر میں تنہا نماز تراویح پڑھ لیں تب بھی تراویح ادا ہوجائے گی: ''و الجماعة فيها سنة على الكفاية''۔

(ج) مسجد میں تراویح کی جماعت ہونی چاہئے، اگر مسجد میں تراویح نہیں ہوئی تو تمام اہل محلہ گنہگار ہوں گے:

"ولو ترك أهل المسجد كلهم الجماعة فقد أساؤا وأثموا" (۲)

(د) اگر مسجد میں تراویح ہورہی ہے اور کچھ لوگوں نے گھر میں یا کسی اور مقام پر تراویح کی جماعت کرلی تو اس میں حرج نہیں ہے:

"لو أدى التراويح بغير جماعة أو النساء وحدانا في بيوتهن يكون تراويح" (۳)

(ہ) تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ جماعت سے تراویح کی نماز ادا کرنا اور گھر میں نماز پڑھنے کے مقابلہ مسجد میں پڑھنا زیادہ باعث اجر ہے:

"والصحيح أن للجماعة في البيت فضيلة و للجماعة

(۱) كنز الدقائق ۱/۱۷۸ (۲) البحر الرائق ۲/۷۳

(۳) الفتاوى الهندية ۱/۱۱۶

في المسجد فضيلة أخرى ... الخ" (۱)

پس حاصل یہ ہے کہ تراویح کی نماز واجب نہیں ہے، سنت ہے، اور اگر مسجد کی جماعت قائم ہو تو گھر میں بھی نماز تراویح ادا کرنے کی گنجائش ہے؛ لیکن جماعت کے ساتھ اور مسجد میں ادا کرنا زیادہ افضل اور باعث ثواب ہے۔

ابتدائی رکعتوں میں زیادہ اور بعد میں کم قرآن مجید پڑھنا

سوال:- بعض جگہ تراویح میں قرآن مجید کے کئی پارے پڑھائے جاتے ہیں، ایسی صورت میں امام صاحب پہلی رکعتوں میں زیادہ قرآن مجید پڑھتے ہیں اور بعد کی رکعتوں میں قرآن کی مقدار کافی کم کر دیتے ہیں؛ کیوں کہ شروع میں لوگ تھکے ہوئے نہیں ہوتے ہیں اور بعد میں تھک جاتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟ (محمد افضل رشادی، بنگلور)

جواب:- افضل طریقہ یہ ہے کہ تمام ترویحوں میں قرآن مجید برابر پڑھا جائے، البتہ دو رکعت کی نماز میں پہلی رکعت کو سبتاً تھوڑا سا طویل رکھنے اور زیادہ قرآن پڑھنے کی فقہاء نے اجازت دی ہے، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ جماعت میں شریک ہوسکیں:

الأفضل تعديل القراءة بين التسليمات ، فإن خالف لابأس به ... وعند محمد يطول القراءة في الأولى على الثانية " (۲)

تراویح میں چند آیتیں چھوٹ جائیں؟

سوال:- اگر حافظ درمیان کی چند آیتیں پڑھنا بھول جائے اور سلام پھیرنے کے بعد یاد آئے تو اگلی رکعت میں صرف

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/ ۱۱۶　　(۲) الفتاوی الهندية: ۱/ ۱۱۷

چھوٹی ہوئی آیت کا پڑھ لینا کافی ہوگا یا وہاں تک پورے قرآن کو دہرانا ہوگا؟ (محمد عرفان، بیگم پیٹ)

جواب:- اگر قرآن مجید کی چند آیتیں یا سورت چھوٹ جائے، اور اگلی رکعت میں صرف چھوٹی ہوئی آیت کو پڑھ لے تب بھی کافی ہے اور اسے پورا قرآن مجید پڑھنے والا سمجھا جائے گا؛ لیکن افضل طریقہ یہ ہے کہ چھوٹی ہوئی آیتوں کو پڑھ کر وہاں سے دوبارہ پڑھے؛ تاکہ قرآن مجید کی ترتیب کے مطابق تلاوت مکمل ہو اور وہ قرآن مجید ختم کرنے والا سمجھا جائے:

"وإذا غلط في القراءة في التراويح فترك سورة أو آية و قرأ ما بعدها فالمستحب له أن يقرأ المتروكة ثم المقروءة ليكون على الترتيب" (۱)

اگر تراویح میں ایک سلام سے چار رکعت پڑھے؟

سوال:- ہماری مسجد میں امام صاحب تراویح کی نماز پڑھاتے ہوئے دوسری رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے، مقتدیوں نے اللہ اکبر بھی کہا، لیکن وہ متوجہ نہیں ہو سکے، پھر تیسری رکعت مکمل کر کے چوتھی رکعت بھی پوری کر لی، اس کے بعد سجدہ سہو کر کے سلام پھیر لیا اور انہوں نے اس کو چار رکعت شمار کر کے تراویح کی بیس رکعتیں پوری کر لیں، کیا ان کا یہ عمل درست تھا؟

(اقبال احمد، کریم نگر)

جواب:- اگر امام صاحب نے تیسری رکعت میں غلطی کو محسوس کر لیا تو ان کو قعدہ کی طرف واپس آ جانا چاہئے تھا، ہاں! اگر تیسری رکعت کا سجدہ ہو جائے، اس کے بعد آدمی اس غلطی پر متوجہ ہو تو چوتھی رکعت بھی پوری کر لے، اگر تراویح کی چار رکعت ایک ہی سلام سے

---

(۱) الفتاوی الہندیۃ: ۱/۱۱۸

پڑھ لی جائے تو یہ دو ہی رکعت کے حکم میں ہوگی، اس کے علاوہ اٹھارہ رکعتیں ادا کی جائیں تب تراویح مکمل ہوگی:

"فإن أضاف إليها ركعة أخرى كانت هذه الأربع عن تسليمة واحدة"(۱)

نیز اس صورت میں پہلی دو رکعتوں میں جو قرآن مجید پڑھا گیا ہے، اسے دہرانا پڑے گا، تب ہی قرآن مجید تراویح میں مکمل سمجھا جائے گا۔(۲)

خواتین اور نماز تراویح

سوال:- بہت سی خواتین تراویح کی نماز نہیں پڑھتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ تراویح عورتوں کے لئے نہیں ہے براہ کرم اس پر روشنی ڈالئے؟ (اسد خان، شاہین نگر)

جواب:- تراویح کی نماز سنت عین ہے، یعنی ہر شخص پر انفرادی حیثیت میں پڑھنا مسنون ہے اور یہ حکم مردوں کے لئے بھی ہے اور عورتوں کے لئے بھی، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے: "وهي سنة للرجال و النساء جميعا"(۳) فرق صرف یہ ہے کہ خواتین کو مسجد جانے کے بجائے گھر میں ادا کرنا چاہئے اور انفرادی طور پر پڑھنا چاہئے۔

رکعات تراویح کے بارے میں امام اور مقتدیوں کے درمیان اختلاف

سوال:- میں جس مسجد میں نماز پڑھتا ہوں، اس میں ایک واقعہ یہ ہوا کہ امام صاحب نے جب تراویح میں سلام پھیرا تو

(۱) الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۱۸، نیز دیکھئے: الفتاوى الخانية على هامش الهندية: ۱/ ۲۳۰

(۲) الفتاوى الخانية على هامش الهندية: ۱/ ۲۳۰

(۳) الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۱۶

رکعات کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہوگیا، بعض لوگ کہنے لگے کہ دو کے بجائے تین رکعات امام صاحب نے پڑھا دیا ہے، بعض کا کہنا تھا کہ امام صاحب نے دو ہی رکعت پڑھائی ہے، امام صاحب کی بھی یہی رائے تھی کہ انہوں نے دو ہی رکعت پر سلام پھیرا ہے، ایسی صورت میں نماز دہرائی جائے گی یا امام کی بات قابل قبول ہوگی یا مقتدی کی؟ (عبد المجید، نلگنڈہ)

جواب:- اس سلسلہ میں اصل امام کی شخصیت ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے امام کو پوری نماز کا ضامن قرار دیا ہے اور فرمایا ہے: "الإمــام ضــامن" (۱)، لہٰذا اگر امام صاحب کو پورا اطمینان ہو کہ انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی ہے تو اسے دو ہی رکعت سمجھا جائے گا، اگر امام صاحب نے خود اس بات پر اطمینان و یقین نہ کیا ہو کہ انہوں نے دو رکعت پر ہی سلام پھیرا ہے، تو پھر مقتدیوں کا جو گروہ ان کے نزدیک زیادہ قابل اعتماد ہے، ان کی رائے پر عمل کر سکتے ہیں، یعنی اگر دو رکعت کے بارے میں رائے ہے تو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں اور اگر تین رکعت کا غالب گمان ہو تو نماز کا اعادہ کرے:

"إذا سلم الإمام في ترويحة فقال بعض القوم: صلى ثلاث ركعات وقال بعضهم: صلى ركعتين، يأخذ الإمام بما كان عنده في قول أبي يوسف ولا يدع علمه بقول الغير، وإذا لم يكن الإمام على يقين يأخذ بقول من كان صادقا عنده" (۲)

مسجد سے باہر تراویح کی جماعت

سوال:- ہماری مسجد میں تراویح کی نماز ہوتی ہے، جس

(۱) ترمذی: ۵۱/۱، باب أن الإمام ضامن الخ

(۲) الفتاوى الخانية على هامش الهندية: ۹۳۳/۱

میں سوا پارہ قرآن مجید پڑھا جاتا ہے، ہم لوگ جلد سے جلد قرآن مجید ختم کرنے کے لئے ایک گھر میں الگ سے تراویح کا نظم کرتے ہیں، جس میں روزانہ تین پارے پڑھے جاتے ہیں، اس طرح دس دنوں میں قرآن پاک مکمل ہو جاتا ہے، کیا ہم لوگوں کا یہ عمل درست ہے؟ (سمیع الزماں، ملے پلی)

جواب:- تراویح کی نماز میں جماعت سنت کفایہ ہے، یعنی اگر کچھ لوگ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیں اور بقیہ حضرات گھر میں تنہا نماز ادا کریں، یا گھر میں جماعت کریں تب بھی وہ تارک سنت نہیں سمجھے جائیں گے؛ البتہ جو نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، ان کا مسجد میں ادا کرنا افضل ہے، ان ہی میں تراویح بھی ہے:

"الجماعة سنة كفاية فيها حتى لو أقامها البعض في المسجد بجماعة وباقي أهل المحلة أقامها منفردا في بيته لا يكون تاركا للسنة ..... وإن صلاها بجماعة في بيته فالصحيح أنه نال أدى الفضيلتين فإن الأداء في المسجد له فضيلة ليس للأداء في البيت ذلك" (۱)

فنکشن ہال میں نماز تراویح

سوال:- آج کل شہروں میں یہ رواج ہو گیا ہے کہ فنکشن ہالوں میں تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے، اچھا قرآن پڑھنے والے حفاظ اور قراء تراویح پڑھاتے ہیں اور لوگوں کی بڑی تعداد نماز میں شریک ہوتی ہے؛ حالاں کہ محلہ میں مسجد موجود ہوتی ہے، کیا اس طرح فنکشن ہال میں تراویح کا اہتمام کرنا درست ہے؟

(عبدالبصیر، دبیر پورہ)

---

(۱) مراقی الفلاح مع الطحطاوی، ص:۵۲۲

جوابـ:- تراویح سنت نماز ہے، فرض نہیں ہے؛ اس لئے مسجد ہی میں تراویح پڑھنا ضروری نہیں؛ بلکہ بعض فقہاء نے تو نوافل میں سے ہونے کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے، امام ابویوسف اور امام طحاوی وغیرہ کی یہی رائے ہے:

"عن أبي يوسف أنه قال من قدر على أن يصلي في بيته كما يصلي مع الإمام في شهر رمضان ، فأحب إلي أن يصلي في بيته " (۱)

لیکن زیادہ تر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ مسجد میں تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے، یعنی اگر کسی مسجد میں تراویح کی نماز ہی نہ ہو تو اس مسجد میں نماز پڑھنے والے تمام حضرات ترک سنت کے گناہ گار ہوں گے،(۲) —— لہٰذا اگر ایسا نہ ہو کہ فنکشن ہال میں نماز پڑھنے کی وجہ سے مسجد میں تراویح ہی نہ ہو پائے، تو ہال میں بھی نماز پڑھنے میں حرج نہیں ہے؛ البتہ مسجد میں نماز تراویح پڑھنے میں زیادہ فضیلت ہے، ایسے مقامات پر نماز پڑھنے والوں کی سنت تراویح ادا ہو جائے گی، جماعت کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی؛ لیکن مسجد کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی:

" .... والصحيح أن أداءها بالجماعة في المسجد أفضل " (۳)

تراویح میں قرآن مجید کی مقدار

سوالـ:- تراویح میں کتنا قرآن مجید پڑھنا چاہئے؟ آج کل بعض مسجدوں میں قرآن مجید بڑی مقدار میں پڑھایا جاتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ کسل مندی کے ساتھ قرآن سنتے ہیں ، اور بعض لوگ تو قیام کے درمیان بیٹھے رہتے ہیں ، اور رکوع میں شامل ہو جاتے ہیں۔ (شوکت بیگ، سکندرآباد)

---

(۱) فتاوی تاتار خانیہ:۳۱۹/۲

(۲) حوالہ سابق (۳) حوالہ سابق:۳۲۰/۲

جواب :- رسول اللہ ﷺ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال ایک قرآن مجید کا مذاکرہ فرماتے تھے، صرف جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی، اس سال دو قرآن کا مذاکرہ ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو تراویح کا امام مقرر کرتے ہوئے ایک ختم کرنے کی تلقین فرمائی تھی؛ اسی لئے مہینہ میں ایک ختم کرنا اور ہر رکعت میں کم و بیش دس آیات کے بقدر پڑھنے کو فقہاء نے مسنون لکھا ہے:

"وسن ختم القرآن فيها اي التراويح مرة في الشهر على الصحيح وهو قول الأكثر ، رواه الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله ، يقرأ في كل ركعة عشر آيات أو نحوها" (۱)

اس سے زیادہ پڑھنا بشاشت قلب پر ہے، اگر امام کو بھی اور مقتدیوں کو بھی بشاشت ہو تو ایک سے زیادہ ختم بھی کیا جاسکتا ہے، البتہ اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اتنی مقدار نہ ہو کہ شرکاء نماز کے لئے بار خاطر ہو جائے؛ اس لئے کہ لمبی قراءت سے افضل یہ ہے کہ شرکاء نماز کی تعداد زیادہ ہو: "... لأن تكثير القوم أفضل من تطويل القراءة وبه يفتى" (۲) —— یہ طریقہ کہ جب امام کھڑا ہو، خواہ مخواہ بیٹھے رہیں، اور جب وہ رکوع میں جائے، تو نماز میں شامل ہو جائیں، غلط ہے؛ بلکہ اس میں قرآن مجید کی بے احترامی اور اس سے اکتاہٹ کا اظہار ہے، ایسے لوگوں کے لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ طویل قراءت والی جماعتوں میں شریک ہونے کے بجائے ایسی جماعت میں شریک ہوں جس میں بشاشت قلب کے ساتھ پوری نماز میں شامل ہو سکیں۔

وتر اور تراویح میں ترتیب

سوال :- نماز عشاء کے بعد دو سنت کے ساتھ ہی تین رکعت وتر پڑھ سکتے ہیں یا تراویح کے بعد امام کے ساتھ ہی وتر پڑھنا ضروری ہے؟ (شیخ عبد القادر، گکھور)

(۱) مراقی الفلاح مع الطحطاوی، ص: ۲۲۶ (۲) حوالہ سابق

جواب:- تراویح سے پہلے ہی وتر پڑھ لی جائے تب بھی تراویح اور وتر کی نمازیں ادا ہو جائیں گی:

"والصحيح أن وقتها بعد العشاء إلى طلوع الفجر قبل الوتر و بعده" (۱)

لیکن بہتر ہے کہ وتر کی نماز تراویح کے بعد جماعت کے ساتھ ادا کی جائے:

"و الصحيح أن الجماعة فيها أفضل" (۲)

ایک ہی مسجد میں تراویح کی متعدد جماعتیں

سوال:- ایک مشہور مسجد میں تین علیحدہ علیحدہ وقتوں میں نماز تراویح کا اہتمام کیا گیا ہے، بعد عشاء سوا پارہ، مسجد کے بالائی حصہ میں آٹھ بج کر ۱۵ منٹ پر روزانہ تین پارے، مسجد کے نچلے حصہ میں دس بج کر چالیس منٹ سے روزانہ سوا پارہ، کیا یہ درست ہے؟ (عبدالرب شاد، نظام آباد)

جواب:- جیسے فرض نمازوں میں تکرار جماعت مکروہ ہے، اسی طرح فقہاء نے نماز تراویح میں بھی مکرر جماعت کو منع فرمایا ہے: "و لو صلی التراويح مرتين في مسجد واحد يكره" (۳)؛ اس لئے اس سے اجتناب کرنا چاہئے، مسجد میں ایک ہی جماعت کی جائے، باقی جماعتیں مسجد سے باہر گھر میں یا کسی اور مقام پر کی جا سکتی ہیں۔

شبینہ کا حکم

سوال:- مسجد میں آخری عشرہ میں ایک شبی شبینہ اور کبھی سہ شبی شبینہ کیا جاتا ہے، اور اکثر مساجد میں اس کا اہتمام کیا جاتا

(۱) الفتاوى الهندية :۱/۱۱۵، البحر الرائق :۲/۱۱۹

(۲) البحر الرائق :۲/۱۲۲ (۳) الفتاوى الهندية :۱/۱۱۶

ہے: کیا یہ عمل دورِ رسالت مآب ﷺ وخلافت راشدہ میں رائج تھا؟

(مبین اختر، جل پلی)

جو اب:- چونکہ نماز میں قرآن مجید پڑھنے کی کوئی قطعی حد مقرر نہیں ہے؛ اس لئے اگر اس طرح نماز پڑھائی جائے تو نماز ہو جائے گی؛ لیکن رسول اللہ ﷺ یا صحابہ ؓ کے عہد میں ایک شب یا تین شب میں پورے قرآن مجید کی تکمیل کا اہتمام نہیں تھا، بلکہ غالباً خیر القرون میں اس کا کوئی ثبوت بھی نہیں، عام طور پر فقہاء نے پورے ماہ میں ایک ختم مسنون قرار دیا ہے، فقہاء حنفیہ میں صدر الشہید بہت اعلیٰ درجہ کے فقیہ ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ ہر رکعت میں دس آیات پڑھنی چاہئے ،(۱) بعض حضرات نے دو ختم کو افضل قرار دیا ہے،(۲) ایک اور دو ختم کی بات اس لیے بھی قرین قیاس ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے درمیان جو مذاکرۂ قرآنی ہوا کرتا تھا، وہ پورے رمضان میں ایک ختم قرآن پر مشتمل ہوتا تھا اور جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی، اس سال کے مذاکرہ میں دو دفعہ قرآن ختم ہوا، اور تراویح میں اس سنت کی پیروی کا پہلو بھی ملحوظ ہے، فتاویٰ عالمگیری میں تین ختم تک اجازت دی گئی ہے؛ لیکن یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھا کرتے تھے، نیز یہ لکھا ہے کہ اتنا قرآن نہ پڑھا جائے کہ لوگ جماعت سے بھاگنے لگیں۔ (۳)

آج کل جو شبینے منعقد کیے جاتے ہیں، اس میں قرآن اتنا تیز پڑھا جاتا ہے کہ تجوید کا لحاظ نہیں ہو پاتا؛ بلکہ اکثر اوقات تو الفاظ بھی سمجھ میں نہیں آتے، کچھ لوگ رکوع کا انتظار کر کے جماعت میں شریک ہوتے ہیں اور جو لوگ شروع سے شامل ہو کر پڑھتے ہیں وہ بھی تکان کے سبب کسل مندی سے دوچار ہوتے ہیں، کچھ لوگ چند دنوں میں قرآن ختم کر کے باقی دنوں میں تراویح ہی کو خیر باد کہہ دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں کراہت سے خالی نہیں اور ایسی صورتوں میں قرآن کی بے احترامی اور بے توقیری کا اندیشہ ہے؛ اس لئے ایسا غلو مناسب نظر

---

(۱) خلاصة الفتاوی:۱/۶۴　　(۲) حوالہ سابق

(۳) الفتاوی الهندية:۱/۱۱۸-۱۱۷

نہیں آتا، ہاں اگر کسی شخص میں حوصلہ وہمت ہو وہ خود تنہا اس طرح نماز پڑھ لے تو شاید مضائقہ نہ ہو۔ واللہ اعلم

تراویح کی اجرت

سوال:- زید حافظ قرآن ہے اور وہ ہر سال تراویح میں قرآن سناتا ہے اور اپنے قرآن سنانے کا وہ روپیہ یعنی ہدیہ بھی لیتا ہے، گذشتہ رمضان میں ختم قرآن کے دن ایک صاحب نے غیر ضروری شوشہ چھوڑا کہ قرآن سنانے کے پیسے لینا جائز نہیں، اور اگر زید اگلے سال روپیہ لے کر قرآن سنانے کی بات کرے گا تو ہم زید کے پیچھے قرآن نہیں سنیں گے، جب کہ زید کہتا ہے کہ ہم اپنے قیمتی وقت اور محنت کے پیسے لیتے ہیں؟ (امجد اللہ شریف، حسن نگر)

جواب:- تراویح میں قرآن مجید سنانے کی اجرت لینا جائز نہیں، اجرت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص تراویح سے پہلے یا تراویح پڑھانے کے بعد معاوضہ کا مطالبہ کرے، یا اس امید پر پڑھائے کہ لوگ اجرت ادا کریں گے، اگر اس کی امید نہ ہوتی تو نہ پڑھاتا، ہاں اگر مطالبہ بھی نہیں تھا اور دل میں یہ خیال بھی نہ تھا کہ اگر اجرت نہیں ملے گی تو نہ پڑھاؤں گا، حافظ کے انکار کے باوجود لوگوں نے تحفہ پیش کر دیا تو اب اس کے قبول کر لینے کی گنجائش ہے؛ اس لئے کہ نہ اس میں طلب ہے اور نہ اشراف، قرآن کا سنانا عبادت ہے اور عبادت کے ادا کرنے میں جو محنت لگے اور وقت صرف ہو، اس کی اجرت لینا جائز نہیں، پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ تراویح میں ختم قرآن ضروری نہیں اور اسی پر تراویح کا درست ہونا موقوف نہیں۔

ختم تراویح کے موقع پر تین بار سورہ اخلاص کی تلاوت

سوال:- بعض علاقوں میں ختم تراویح کے موقع سے انیسویں یا بیسویں رکعت میں تین بار قل ہو اللہ پڑھا جاتا ہے، کیا

اس طرح پڑھنا جائز ہے؟ (عبدالسبحان، کرنول)

جواب:- رسول اللہ ﷺ یا آپ ﷺ کے صحابہ ؓ اور تابعین وغیرہ سے نماز میں تین بار سورۂ اخلاص کی تلاوت ثابت نہیں؛ اس لئے یہ کوئی سنت یا مستحب عمل تو نہیں ہے؛ لیکن ناجائز اور مکروہ بھی نہیں ہے، پڑھنے کی گنجائش ہے؛ البتہ اس کو لازم وواجب کا درجہ نہ دیا جائے، اگر لازم وواجب کا درجہ دے دیا جائے اور لوگ اس طرح پڑھنے یا پڑھانے پر اصرار کریں تو بدعت اور مکروہ کے دائرہ میں آجائیگا؛ کیونکہ جس حکم کا شریعت میں وہ درجہ نہ ہو، اس کو وہ درجہ دے دینا بھی بدعت ہے، علامہ ابواسحاق شاطبیؒ نے اپنی مشہور کتاب ''الاعتصام'' میں اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

تراویح میں ختم قرآن پر دعا اور وقفۂ تراویح میں تذکیر

سوال:- حافظ قرآن تراویح کی نماز پڑھائے اور ترویحہ کے وقفہ میں مسجد کا امام اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات بلند آواز سے پڑھ کر سنائے، نیز بیس رکعت کے آخر میں ایک مرتبہ دعا کی جائے تو کیا یہ درست ہے؟ (شیخ حسن، خیریت آباد)

جواب:- ترویحہ کے وقفہ میں کوئی خاص عمل متعین نہیں، ذکر کیا جاسکتا ہے، قرآن کی تلاوت کی جاسکتی ہے، نفل نماز پڑھی جاسکتی ہے، دعاء کی جاسکتی ہے اور خاموشی بھی اختیار کی جاسکتی ہے، اللہ ورسول اللہ ﷺ کے ارشادات نقل کرنا بھی ایک کام ہے؛ اس لئے ان کا سنانا درست ہے؛ بلکہ بہتر ہے؛ تا کہ لوگوں تک دین کی بہتر باتیں پہنچ جائیں، تراویح کے ختم پر دعاء کرنا بھی درست ہے؛ کیونکہ نمازوں کے بعد دعاء کرنا مستحب ہے اور ظاہر ہے کہ نماز میں تراویح بھی داخل ہے۔

ختم تراویح کے موقع پر ضیافت

سوال:- کئی مسجدوں میں ختم تراویح کے موقع پر مٹھائی، یا

چائے ناشتہ وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اور لوگ بطور خوشی کے ایک ساتھ بیٹھ کر کچھ کھاتے پیتے ہیں، کیا یہ عمل شرعاً درست ہے یا اس کا شمار بدعت میں ہے؟ (عبدالسلام، نام پلی)

جواب:- جو پیسے معاونین مسجد کے لئے دیں، یا جو رقم مسجد کے اوقاف سے حاصل ہو، اس سے اس طرح کی دعوت کرنا درست نہیں؛ البتہ اگر مسجد کے ذمہ داران یا کچھ مصلیان اپنے پیسوں سے اس کا نظم کریں تو کوئی حرج نہیں، روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لاتے یعنی سفر سے واپس ہوتے تو ایک اونٹ یا گائے ذبح فرماتے:

" إن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما قدم المدينة نحر جزورا أو بقرة " (۱)

اور حضرت عبداللہ بن عمر ﷛ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر ﷛ نے بارہ سال میں سورۂ بقرہ کو مکمل فرمایا، یعنی آپ ﷛ نے پوری گہرائی کے ساتھ بارہ سال میں اس سورت کو پڑھا، پھر جب آپ نے اس سورت کو ختم کیا تو ایک اونٹ کی قربانی فرمائی، (۲) —— اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کوئی اچھا کام ہو جائے اور اس پر خوشی کے اظہار کے لئے کچھ کھانے پینے کا اہتمام کر لیا جائے، نیز اسے ضروری نہ سمجھا جائے تو ایسا اہتمام کرنا درست ہے۔

ایک تراویح کے بعد دوسری تراویح میں شرکت

سوال:- میں اپنے محلہ میں تراویح کی نماز ادا کرتا ہوں، ہمارے یہاں تراویح جلد ختم ہو جاتی ہے، تراویح پوری کرنے کے بعد قریبی محلہ کی ایک مسجد میں چلا جاتا ہوں، جہاں پر چار رکعت پر قرآن مجید کا خلاصہ بھی پیش کیا جاتا ہے، کیا میں اس دوسری مسجد میں بھی تراویح میں شریک ہو جا سکتا ہوں؟ (سرفراز احمد، ٹولی چوکی)

---

(۱) صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب الطعام عند القدوم، حدیث نمبر: ۳۰۸۹

(۲) تفسير قرطبي: ۱/۳۰

جوابـ:- جب آپ نے ایک جگہ بیس رکعت نماز تراویح ادا کرلی تو آپ کی تراویح مکمل ہوگئی، اس کے بعد اگر آپ مزید نفل نمازیں پڑھنا چاہیں تو اس میں مضائقہ نہیں ہے؛ کیوں کہ نفل کے لئے کوئی مقدار مقرر نہیں ہے؛ لہٰذا آپ دوسری جگہ بہ نیت نفل تراویح میں شریک ہوسکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے:

" ولو أم رجل في التراويح ثم اقتدى بآخر في تراويح تلك الليلة أيضـا ، لا يكره له ذلك ، كما لو صلى المكتوبة إماما ثم اقتدى فيها تنفلا بإمام آخر " (۱)

دو جگہ تراویح کی امامت

سوالـ:- ایک حافظ صاحب کو قرآن پاک بہت اچھا یاد ہے، وہ ایک مسجد میں قرآن سناتے ہیں، کچھ تجار کا بھی تقاضہ ہے کہ وہ رات دیر گئے انہیں بھی تراویح پڑھادیں جو تین پارہ مسجد میں سناتے ہیں، وہی ان کو بھی سنادیں، کیا حافظ صاحب کے لئے دو دو جگہ تراویح کا سنانا جائز ہوگا؟　　(حبیب مصطفی، مدینہ بلڈنگ)

جوابـ:- تراویح کی بیس رکعتیں متعین ہیں اور یہ عام نفل نمازوں سے ایک درجہ اونچی نماز ہے؛ کیوں کہ یہ سنت مؤکدہ ہے، عام نفل نمازوں میں رکعت کی تحدید نہیں ہوتی؛ اس لئے آدمی جتنا چاہے پڑھ لے؛ لیکن تراویح کی نماز دوبارہ پڑھنا درست نہیں، فقہاء نے صراحت کی ہے کہ ایک امام دو مسجدوں میں پوری پوری نماز نہیں پڑھا سکتا:

" ولو أن إماما يصلي التراويح في مسجدين في كل مسجد على الكمال لا يجوز " (۲)

---

(۱) کبیری، ص: ۴۰۸

(۲) الفتاوى التاتارخانيه : ۳۲۱/۲

مرد کی امامت میں خواتین کی تراویح

سوال:- میرے گھر میں ہر سال خواتین کی نماز تراویح جماعت کے ساتھ ہوا کرتی ہے، جس میں اڑوس پڑوس کی عورتیں شریک ہو جاتی ہیں، ایک حافظ صاحب نماز پڑھاتے ہیں، کیا اس طرح خواتین کا تراویح پڑھنا درست ہے، واضح ہو کہ اگر اس طرح کا انتظام نہ کیا جائے تو عورتیں اہتمام اور پابندی کے ساتھ نماز نہیں پڑھ پاتیں؟ (صبیحہ تسکین، ممبئی)

جواب:- عورتوں کی ایسی جماعت کہ دور دور سے خواتین جمع ہوں، مکروہ ہے؛ لیکن اگر کسی گھر میں جماعت ہو اور قرب وجوار کی خواتین جمع ہو جائیں، پُر امن ماحول ہو، فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے؛ البتہ اگر کوئی خاتون امامت کرے تو ضروری ہے کہ اس کی آواز مردوں تک نہ پہونچے اور مرد امامت کرے تو ضروری ہے کہ یا تو عورتوں میں کوئی اس کی محرم رشتہ دار ہو یا اس کے ساتھ کوئی مرد بھی شریک جماعت ہو، امام کے ساتھ کوئی مرد بھی نہ ہو اور نماز پڑھنے والی خواتین میں کوئی اس کی محرم بھی نہ ہو، یہ مکروہ ہے:

"تکرہ إمامة الرجل بهن في بيت ليس معهن رجل غيره ولا محرم منه أما إذا كان معهن واحد ممن نكر ... لا يكره" (۱)

عشاء تنہا اور نماز تراویح جماعت سے ادا کرنا

سوال:- زید مسجد میں دیر سے پہونچا، جبکہ عشاء کی نماز ہو چکی تھی، اس نے تنہا اپنی عشاء کی نماز پڑھی، بعد میں تراویح کی جماعت شروع ہوئی تو کیا وہ تراویح کی نماز میں شامل ہو سکتا ہے؟

(عبد القدوس، قاضی پورہ)

---

(۱) رد المحتار: ۲/۳۰۷

جواب:- عشاء کی نماز مستقل نماز ہے اور تراویح بھی اگرچہ عشاء کے وقت میں پڑھی جاتی ہے، مگر ایک مستقل نماز ہے؛ اس لئے تنہا عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد تراویح کی جماعت میں شریک ہوا جاسکتا ہے:

" صلی العشاء وحده ، فله أن يصلي التراويح مع الإمام " (۱)

نماز تراویح ادا کرتے ہوئے درمیان میں بیٹھ جائے

سوال:- میں نے کل شب کھڑے ہو کر تراویح پڑھنی شروع کی؛ لیکن تکان اور پاؤں میں تکلیف کی وجہ سے درمیان میں بیٹھ گیا، ایک صاحب نے بتایا کہ میرا یہ عمل درست نہیں تھا، جب کھڑے ہو کر نماز شروع کی جائے تو پوری تراویح کھڑے ہو کر ہی پڑھنی چاہئے۔　　(محمد احسن قادری، حسینی علم)

جواب:- فرض و واجب نمازوں کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں، جو شخص کھڑے ہو کر پڑھنے پر قادر ہو، ضروری ہے کہ وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرے، نفل نمازیں - جن میں تراویح بھی شامل ہے - عذر کی بناء پر تو بیٹھ کر پڑھی ہی جاسکتی ہے، بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھی جاسکتی ہے؛ البتہ عذر کی بناء پر بیٹھ کر پڑھے تو ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور بلا عذر بیٹھ کر پڑھے تو کھڑے ہو کر پڑھنے کے مقابلے نصف ثواب حاصل ہوگا، حدیث میں اس کا ذکر موجود ہے؛ البتہ کسی نفل کو جب کھڑے ہو کر شروع کیا جائے تو کھڑے ہو کر ہی مکمل کرنا چاہئے، درمیان میں بلا عذر بیٹھنا مکروہ ہے؛ لیکن عذر کی بنا پر بیٹھ جانے میں حرج نہیں؛ اس لئے آپ کا پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے درمیان میں بیٹھ جانا درست ہے:

" ولو قعد بعد ما افتتحه قائما جاز عند الإمام

(۱) الفتاوی الهندیه : ۱/۱۱۷

استحسانا : لأنه أسهل من الابتداء ويكره بلا عذر عنده " (۱)

وتر کے بعد تراویح کی بقیہ رکعتوں کو ادا کرنا

سوال:- تراویح میں شروع سے شامل نہیں ہو سکے، چار رکعتیں چھوٹ گئیں، اخیر میں امام کے ساتھ نماز وتر بھی پڑھ لی، تو کیا وتر کے بعد تراویح کی چھوٹی ہوئی چار رکعتوں کو پورا کر سکتا ہے؟ یہاں حرم شریف میں اس کی نوبت آتی رہتی ہے؛ کیوں کہ وتر میں امام صاحب بہت اچھی دعائیں کرتے ہیں اور لوگ چاہتے ہیں کہ یہ دعاء چھوٹنے نہ پائے۔ (حامد حسن ندوی، مکہ مکرمہ)

جواب:- وتر کی نماز میں شریک ہونے کے بعد بھی تراویح کی چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کی جاسکتی ہیں؛ چنانچہ فتاوی تاتارخانیہ میں فتاوی سراجیہ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے:

" إذا فاته بعض التراويح فأوتر مع الإمام ، ثم يصلي التراويح وحده جاز " (۲)

تراویح اور تہجد ملا کر تکمیل قرآن

سوال:- ادھر حرم شریف میں اس طرح کا معمول ہوگیا ہے کہ تراویح اور تہجد کی نماز ملا کر قرآن مجید مکمل کرتے ہیں، کیا اس طرح ختم قرآن مجید کی سنت ادا ہو جائے گی؟

(حامد حسان ندوی، مکہ مکرمہ)

جواب:- فقہاء کے یہاں اس بات پر بحث کی گئی ہے کہ اگر فرض نماز اور تراویح دونوں کی قراءت ملا کر قرآن مجید مکمل کیا جائے تو کیا اس طرح قرآن کا مکمل کر لینا کافی ہوگا؟

---

(۱) مجمع الأنهر :۱/۲۰۱ (۲) فتاوی تاتار خانیه :۲/۳۲۲

اس سلسلہ میں مشہور حنفی فقیہ ابو بکر اسکاف سے نقل کیا گیا ہے کہ جس میں لوگوں کے لئے سہولت ہو اس پر عمل کرنا چاہئے، یعنی اگر لوگ فرض اور تراویح کو ملا کر قرآن مجید مکمل کرنا چاہیں، تنہا تراویح میں ختم قرآن کو دشوار محسوس کریں تو ایسا بھی کیا جا سکتا ہے۔

" أيجرد الفريضة بقراءة على حدة أو يخلط قراءة الفريضة بقراءة التراويح ، قال : يميل إلى ما هو أخف للقوم " (۱)

اس سے استفادہ کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ ہونا تو یہ چاہئے کہ تنہا تراویح میں قرآن مجید مکمل کیا جائے؛ لیکن تراویح اور تہجد میں ملا کر قرآن مکمل کر لیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، اور امید ہے کہ اس سے بھی ختم قرآن مجید کی سنت ادا ہو جائے گی؛ کیوں کہ نماز تراویح کو جیسے ایک نسبت نماز عشاء سے ہے، اسی طرح نماز تہجد سے بھی ہے؛ کیوں کہ تراویح اور تہجد دونوں کا وقت مشترک ہے اور حدیث میں ان دونوں نمازوں کو " قیام اللیل " سے تعبیر کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

نماز تراویح کی قضاء

سوال:- گذشتہ شب افطار کے بعد میری طبیعت خراب ہوگئی؛ اس لئے میں عشاء کی نماز پڑھ کر گھر آ گیا اور ایسی نیند آئی کہ پھر سحری کے وقت ہی بیدار ہوا، گویا نماز تراویح پڑھنے سے محروم رہا تو کیا اب ہمارے اوپر اس کی قضاء کرنا ضروری ہے؟

(احمد اللہ شیخ ، نلگنڈہ)

جواب:- تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور صرف رمضان المبارک ہی میں اس کو پڑھنے کا موقع ملتا ہے؛ اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ چھوٹنے نہ پائے، اگر مسجد میں ادا نہ کر پائے تو گھر میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر ادا کر لی جائیں، کھڑے ہو کر پڑھنا دشوار ہو تو

(۱) فتاوی تاتارخانیہ ، بہ تحقیق مفتی شبیر احمد صاحب :۳۲۵/۲

بیٹھ کر پڑھ لیں؛ لیکن کوشش ہو کہ نماز چھوٹ نہ جائے؛ تاہم اگر اتفاقاً چھوٹ جائے یا عذر کی بناء پر چھوٹ جائے تو گناہ نہیں ہوگا؛ کیوں کہ یہ واجب نمازوں میں نہیں ہے، نیز قضاء واجب نمازوں کی ہے؛ چنانچہ اگر قضاء کر بھی لے تو یہ نفل و مستحب نماز ہوگی اور اس پر اجر و ثواب حاصل ہوگا؛ لیکن تراویح نہ ہوگی:

"لأن القضاء من خصائص الواجبات وإن قضاها كانت نفلا مستحبا لا تراويح" (۱)

❁❁❁❁❁❁❁

(۱) مراقي الفلاح، ص: ۲۲۷

سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر کا بیان

اگر رکوع یا قعدہ میں سجدۂ تلاوت یاد آجائے؟

سوال:- اگر نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کرلی اور سجدہ کرنا بھول گئے، رکوع میں، سجدہ میں، یا قعدہ میں یاد آگیا تو کیا کرنا چاہئے؟ (انور حسین، ممتاز باغ)

جواب:- سجدۂ تلاوت قرآن پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر واجب ہے اور نماز میں اگر آیت سجدہ کی تلاوت کی گئی تو اس سجدہ کا محل نماز ہی ہے، نماز کے بعد وہ سجدہ نہیں کیا جاسکتا، اگر نماز کے اندر یاد آجائے تو ایک صورت یہ ہے کہ اسی وقت سجدہ کرلے، اگر رکوع میں ہے تو رکوع ہی سے سجدہ میں چلا جائے، قعدہ میں ہے تو اسی حالت میں سجدہ میں چلا جائے اور سجدہ سے لوٹ کر اس رکوع یا قعدہ کو دوبارہ ادا کرلے، یہ بہتر ہے، اگر اس کو دوبارہ ادا نہیں کیا، تب بھی نماز درست ہوجائے گی، سجدہ میں یاد آجائے تو اس سجدہ کے بعد سجدۂ تلاوت بھی کرلے، دوسری صورت یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت یاد آنے کے بعد بھی افعال نماز کو ادا کرتا رہے، یہاں تک کہ آخر میں یعنی سلام سے پہلے سجدۂ تلاوت کرلے؛ کیوں کہ پوری نماز ایک ہی مجلس کے حکم میں ہے؛ لہٰذا اگر سجدۂ تلاوت میں تاخیر ہو؛ لیکن نماز پوری ہونے سے پہلے سجدہ کرلیا جائے تو یہ اسی مجلس میں سمجھا جائے گا:

" المصلي إذا نسي سجدة التلاوة في موضعها ثم

ذکرها في الرکوع أو في السجود أو في القعود فإنه یخر لها ساجدًا الخ " (۱)

اور سجدۂ تلاوت میں تاخیر کی وجہ سے صحیح تر قول کے مطابق سجدۂ سہو بھی واجب ہوگا:

" وفي الولوالجیة : المصلي إذا تلا آیة السجدة ونسي أن یسجد لها ، ثم ذکرها وسجدها وجب علیه سجود السهو ؛ لأنه تارك للوصل وهو واجب ، قیل : لا سهو علیه ، الأول أصح ، کذا في التاتار خانیة" (۲)

دعا کے لئے خارج صلاۃ سجدہ

سوال:- بہت سے لوگ رمضان المبارک میں وتر کی نماز کے بعد فوراً سجدہ میں جاکر دعاء کرتے ہیں ، بعض لوگ عام دنوں میں ظہر ، مغرب ، عشاء کی سنت اور نفل نمازوں کے بعد سجدہ میں جاکر دعا کرتے ہیں ، کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اور حضور ﷺ اور صحابہ ﷺ سے ثابت ہے؟ (سید غوث ، وٹے پلی)

جواب:- جہاں تک وتر کے بعد یا دوسری نمازوں کے بعد سجدہ میں جاکر دعا کرنے کی بات ہے تو اس طرح کا سجدہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ سے ثابت نہیں ، نماز سے باہر دو ہی سجدے ثابت ہیں ، سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر ، سجدۂ تلاوت پر سب کا اتفاق ہے ، سجدۂ شکر کے بارے میں اختلاف ہے ، لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ بھی ثابت ہے اور کسی خوشی کے موقع پر سجدۂ شکر کرنا مستحب ہے ، باقی صرف دعا کے لئے سجدہ کرنا تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ ﷺ سے ثابت نہیں ، اسی لئے فقہاء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے:

---

(۱) فتاوی قاضی خان علی هامش الهندیة : ۱/۱۴۷
(۲) الفتاوی الهندیة : ۱/۱۳۷

" أما إذا سجده بغير سبب فليس بقربة ولا مكروه وما يفعل عقيب الصلوات مكروه : لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة وكل مباح يؤدي إليه فمكروه " (۱)

اگر سجدہ میں دعا کرنا چاہتا ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ دو رکعت نفل ادا کرے اور اس نماز کے سجدہ میں دعا کرے کہ رسول اللہ ﷺ سے نفل نماز کے سجدوں میں دعا کرنا ثابت ہے۔

نابالغ بچے اور سجدۂ تلاوت

سوال:- ہمارے مدرسہ میں چھوٹے بچے بڑی تعداد میں ہیں، یہاں ناظرۂ قرآن اور حفظ کی تعلیم ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ قرآن میں آیات سجدہ بھی آتی ہیں، بچے انہیں پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے سے سنتے بھی ہیں، ان کے لئے سجدۂ تلاوت کا کیا مسئلہ ہے؟ (حافظ توقیر احمد، میدک)

جواب:- شریعت میں جتنی چیزیں فرض یا واجب کی گئی ہیں، وہ سب بالغوں کے لئے ہیں، نابالغ شرعی احکام کے مکلف نہیں ہیں؛ اس لئے نابالغ بچوں نے آیات سجدہ پڑھیں یا سنیں تو ان پر سجدہ کرنا واجب نہیں، فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے:

" فلا تجب على ... صبي ... قرأوا أو سمعوا : لأنهم ليسوا أهلا لها " (۲)

البتہ تعلیم و تربیت کی غرض سے اپنے بچوں کو سجدہ کرنے کی تلقین کرنی چاہئے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے سات سال میں بچوں کو نماز کا حکم دینے اور دس سال میں نماز نہ پڑھنے پر سرزنش کرنے کا حکم فرمایا ہے:

---

(۱) الفتاوی الهندية : ۱/۱۳۶ (۲) الدر المختار علی رد المحتار : ۲/۵۸۱

"مروا الصبي بالصلاة إذا بلغ سبع سنين وإذا بلغ عشر سنين فاضربوه عليها" (۱)

البتہ آپ کے سوال سے ایک اور مسئلہ بھی متعلق ہے کہ اگر نابالغ بچے نے آیت سجدہ پڑھی اور استاذ یا اس کے بالغ ساتھی نے اسے سن لیا تو اب سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں زیادہ صحیح رائے یہ ہے کہ اگر بچہ سن شعور کو پہونچ گیا یعنی سات سال کا ہو گیا ہو اور اس سے آیت سجدہ سنی جائے، تو سجدہ واجب ہوگا اور اگر اس سے کم عمر کا بچہ ہو تو اس سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا:

"وإن كان مميزاً وجب بالسماع منه وإلا فلا، واستحسنه في الحلية" (۲)

ٹیپ ریکارڈر سے تلاوت اور اس پر سجدہ

سوال:- ٹیپ ریکارڈ سے قرآن مجید کی تلاوت سنی جائے اور اس میں آیت سجدہ آئے، تو کیا ایسی صورت میں سجدۂ تلاوت واجب ہوگا؟ (عامر بن محمد فداء، سعودی عرب)

جواب:- سجدۂ تلاوت اس وقت واجب ہوتا ہے، جب قرآن کی تلاوت کرنے والا مکلف، یعنی عاقل و بالغ مسلمان شخص ہو، غیر مکلف کی تلاوت سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا، اسی لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر طوطے یا کسی اور پرندے کو آیت سکھا دی جائے اور وہ اس آیت کو پڑھے تو سننے والے پر سجدہ واجب نہیں ہوتا ہے: "ولا تجب إذا سمعها من طير، هو المختار" (۳) — یہی حکم ٹیپ ریکارڈ کا بھی ہوگا، اور ٹیپ پر آیت تلاوت سننے کی وجہ سے سجدہ واجب نہیں ہوگا۔

---

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الصبي بالصلاة؟، حدیث نمبر: ۴۹۴

(۲) رد المحتار: ۵۸۱/۲

(۳) فتاوی هندیه: ۱۳۲/۱، نیز دیکھئے: الفقه الاسلامی و ادلته: ۱۱۳/۲

نماز میں اور نماز کے باہر آیت سجدہ کی تلاوت

سوال:- امام صاحب نے آیت سجدہ تلاوت کی؛ لیکن سجدہ کرنا بھول گئے، یہاں تک کہ سلام پھیر دیا، تو اب ان کے لیے سجدۂ تلاوت کرنے کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح اگر کوئی شخص تلاوت کر رہا تھا، اس نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہیں کر پایا کہ نماز شروع کردی، تو کیا نماز میں اس سجدہ کو کر سکتا ہے؟ (محمد شفیع، بخارہ ہلز)

جواب:- سجدۂ تلاوت کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ جو آیت سجدہ نماز کے اندر پڑھی گئی ہو، اس میں نماز کے اندر ہی سجدہ کرنا ضروری ہوگا اور جو آیت سجدہ نماز سے باہر پڑھی گئی، اس کا سجدہ نماز کے باہر کرے گا نہ کہ نماز کے اندر:

" ... فما تلا خارج الصلاة لا يؤديها في الصلاة ، و كذلك ما تلا في الصلاة لا يؤديها خارج الصلاة " (۱)

لہٰذا اگر امام صاحب نے نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کرنا بھول گئے، سجدۂ تلاوت کے بغیر ہی نماز مکمل کرلی تو اب سجدۂ کا محل ختم ہوگیا، اسے استغفار کرنا چاہئے، نماز سے باہر سجدۂ تلاوت کی ضرورت نہیں۔

" إذا قرأ الرجل آية السجدة في الصلاة و هو إمام أو منفرد فلم يسجدها حتى سلم و خرج من الصلاة سقطت عنه " (۲)

سجدۂ تلاوت عصر کے بعد ادا کرنا

سوال:- ہم عصر کے وقت قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، اس میں آیت سجدہ آجائے تو اس وقت سجدہ کرنا مکروہ ہے، تو ہم کیا

---

(۱) بدائع الصنائع : ۴۴۱/۱ (۲) حوالۂ سابق

بعد میں سجدے کر سکتے ہیں؟ اور اگر ہم قرآن ختم کرنے کے بعد پورے سجدے ایک ساتھ کریں تو کیا یہ صورت درست ہوگی؟

(سید فیضان احمد، بیگم پیٹ)

جواب:- (الف) عصر کے بعد نفل نمازوں کی ممانعت ہے نہ کہ فرائض وواجبات کی، سجدۂ تلاوت چوں کہ واجب ہے؛ اس لئے عصر کے بعد بھی کیا جا سکتا ہے:

"فیجوز فیها سجدة التلاوة "(۱)

ہاں! جب سورج نکل رہا یا ڈوب رہا ہو یا نصف آسمان پر ہو تو ان اوقات میں فرض نمازوں کا پڑھنا بھی ممنوع ہے، اگر ان مکروہ اوقات میں قرآن کی تلاوت کی گئی اور اس میں آیت سجدہ آگئی تو مکروہ وقت ہونے کے باوجود اسی وقت سجدۂ تلاوت کر لینا جائز ہے:

"ولو تلاها في أوقات مكروهة فسجد في هذه الأوقات جاز "(۲)

البتہ بہتر ہے کہ مکروہ وقت نکلنے کے بعد سجدہ کرے۔ (۳) ہاں! غیر مکروہ اوقات میں تلاوت کی گئی تو مکروہ اوقات میں سجدۂ تلاوت کافی نہیں۔ (۴)

(ب) بہتر طریقہ یہ ہے کہ آیت سجدہ پڑھنے کے بعد جلد سے جلد سجدہ کر لیا جائے؛ لیکن چونکہ عمر بھر میں کبھی بھی سجدۂ تلاوت کیا جا سکتا ہے؛ اس لئے اگر قرآن مکمل کرنے کے بعد ایک دفعہ پورے سجدے کر لئے جائیں تو بھی درست ہے:

"فوقتها جميع العمر لأن وجوبها على التراخي "(۵)

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۲۵

(۲) حوالہ سابق: ۱/۳۵

(۳) حوالہ سابق: ۱/۲۵

(۴) حوالہ سابق: ۱/۲۵

(۵) بدائع الصنائع: ۱/۸۴

سجدۂ شکر - مواقع اور احکام

سوال:- بعض حضرات شکرانے کے طور پر سجدہ کرتے ہیں، کیا یہ عمل درست ہے؟ سجدۂ شکر اگر درست ہے تو کس موقع پر یہ سجدہ کیا جائے؟ کچھ لوگ نماز کے بعد ہی سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ کر رہا ہوں۔

(اعجاز حسن قاسمی، گولکنڈہ)

جواب:- سجدۂ شکر کرنا رسول اللہ ﷺ سے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، حضور ﷺ کو غزوۂ خندق کے موقع پر جب دشمن کے بھاگنے کی اطلاع ملی تو سجدۂ شکر فرمایا، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی جب توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے سجدۂ شکر ادا کیا، (۱) تفسیر و حدیث اور سیرت کی کتابوں میں ان واقعات کا ذکر موجود ہے، اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یوں تو انسان پر ہر لحہ اللہ کی رحمتیں اتر رہی ہیں، ہر سانس جو ہم لیتے ہیں اور پانی کا ہر قطرہ جو ہم پیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، اور ہم ان کا جس قدر بھی شکر ادا کریں کم ہے؛ لیکن سجدۂ شکر خوشی کے پیش آنے یا کسی مصیبت کے ٹل جانے کے ایسے واقعات پر کرنا چاہئے، جو عام معمول سے مختلف ہوں اور غیر معمولی نوعیت کے حامل ہوں، جن اوقات میں نفل نماز کا پڑھنا مکروہ ہے، ان اوقات میں سجدۂ شکر ادا کرنا بھی مکروہ ہے؛ کیوں کہ یہ بھی نماز ہی کا ایک جزو ہے:

" ویکره أن یسجد شکرًا بعد الصلاة في الوقت یکره فیه النفل " (۲)

البتہ فرض نماز کے بعد عام لوگوں کے سامنے سجدۂ شکر نہیں کرنا چاہئے؛ کیوں کہ اس سے عوام کو غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ شاید یہ بھی نماز کا جزو ہے، یا فرض و واجب کے درجہ میں ہے

---

(۱) بخاری، کتاب المغازي، حدیث نمبر: ۴۱۵۶

(۲) الفتاوی الهندیة: ۱/۱۳۶، الباب الثالث عشر، سجود التلاوة

اور ایسا مباح عمل بھی مکروہ ہوتا ہے، جس سے لوگوں کو غلط فہمی پیدا ہو جائے اور شریعت میں اس عمل کا جو درجہ ہے، لوگ اس کو اس سے زیادہ اہمیت دینے لگیں:

" وسجدة الشكر مستحبة وبه يفتى : لكنها تكره بعد الصلاة : لأن الجهلة يعتقدونها سنة أو واجبة وكل مباح يؤدي إليه فمكروه " (۱)

(۱) الدر المختار مع الرد ۲/۵۹۷-۵۹۸، باب سجود التلاوة

قضاء نمازوں کا بیان

کب نماز قضا کرنا جائز ہے؟

سوال:- کن صورتوں میں نماز قضا کرنے کی گنجائش ہے؟

(محمد کلیم، حفظ پیٹ)

جواب:- کوئی بھی ایسی صورت جس میں نماز پڑھنے پر قدرت نہ رہے یا نماز میں مشغول ہو جانے کی صورت میں سخت جسمانی یا مالی نقصان کا اندیشہ ہو، خواہ اس شخص کے لئے یا دوسرے شخص کے لئے، تو نماز قضا کی جاسکتی ہے، مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی لکھنوی ؒ نے علامہ رومی ؒ کے حوالہ سے مجالس ابرار میں چھ اسباب کا ذکر کیا ہے، جن کی وجہ سے نماز کو مؤخر کرنا اور وقت کے بعد پڑھنا درست ہے: بیہوشی، بھول، نیند، جنون، حیض اور نفاس، بلکہ حیض ونفاس، جنون اور طویل بیہوشی کی صورت میں قضا بھی واجب نہیں ہوتی ہے، پھر اس پر کئی صورتوں کا اضافہ کیا ہے، جیسے مریض کا اشارہ سے بھی نماز پڑھنے پر قادر نہ ہونا، ایسے شخص کے حق میں بعض حضرات کے نزدیک نماز فرض ہی نہیں ہوتی اور بعض کے نزدیک قضا واجب ہوتی ہے، اگر عورت نماز میں لگ جائے اور بچے کو دودھ نہ پلائے تو بچے کو ضرر پہنچنے کا غالب گمان ہو، اسی طرح دایہ بچے کی ولادت کا کام انجام نہ دے تو بچے کی جان جانے کا اندیشہ ہو، مسافر ہو اور اندیشہ ہو کہ نماز پڑھنے میں رفقاء آگے نکل جائیں گے اور تنہا جانے میں جان ومال کا خطرہ ہو، کوئی شخص ڈوب رہا ہو یا آگ میں جانے کا اندیشہ ہو، تو اس کو بچانے کے

لئے نماز مؤخر کی جاسکتی ہے۔(۱)

غرض اصولی بات یہی ہے جو اوپر لکھی گئی، کہ نماز اسلام کا اہم ترین رکن ہے اور شدید عذر کی صورت ہی میں اس کو مؤخر کیا جاسکتا ہے، اور عذر یہ ہے کہ یا تو کسی وجہ سے نماز پڑھنے ہی پر قادر نہ ہو، یا قادر ہو لیکن نماز میں مشغول ہوجانے کی صورت میں اس کے لئے یا کسی اور شخص کے لئے جان ومال یا عزت وآبرو کے لئے سخت نقصان کا اندیشہ ہو۔ واللہ اعلم

نماز قضا کرنے میں ادا کا اعتبار ہوگا

سوال:- میری جائے قیام سے جائے ملازمت پچھتر کیلومیٹر ہے، روزانہ ٹرین سے سفر کرتا ہوں، عصر اور مغرب کی نماز ٹرین میں ہوتی ہے، ظہر کی نماز کالج میں پڑھتا ہوں، ایسی صورت میں میں اپنی چھوٹی ہوئی نمازوں کو کیسے ادا کروں؟

(فقیر احمد، گلبرگہ)

جواب:- نمازوں کی قضا کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اصل نماز جس طرح واجب ہوئی ہے، اسی طرح اس کی قضا بھی واجب ہوگی، یعنی حالتِ سفر میں نماز فوت ہوئی تو قضا میں قصر کے ساتھ ہی نماز ادا کی جائے گی، اور حالتِ اقامت میں نماز چھوٹی ہو تو قضا میں پوری چار رکعت پڑھنی ہوگی، البتہ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ 75 کیلومیٹر کی مسافت سے سفر کے احکام متعلق نہیں ہوتے، سفر شرعی کی مسافت سواستتر (۷۷:۱۹) کیلومیٹر ہوتی ہے، اس لیے آپ کو ظہر وعصر کی نماز بھی چار رکعت ہی پڑھنی چاہیے۔

فرض وسنت کی قضاء

سوال:- جو فرض نمازیں قضا ہوجائیں، کیا ان نمازوں کو ادا کرنا ضروری ہے، اور حدیث سے اس کا کوئی ثبوت ہے؟

(۱) دیکھئے: نفع المفتی والسائل: ۱۸۳

اور جب یہ نمازیں ادا کی جائیں گی تو کیا ان کے ساتھ چھوٹی ہوئی سنتیں بھی پڑھی جائیں گی؟ (مرغوب احمد، احمد آباد)

جوابؔ:- جو نمازیں نہ پڑھی جاسکیں ان کی قضا کرنا ضروری ہے، جب تک قضا نہ کی جائیں فریضہ سے سبکدوشی نہیں ہوگی، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ ؓ کے عہد میں اس کا تصور نہیں تھا کہ کوئی مسلمان جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے؛ اس لئے اس سلسلہ میں کوئی صریح حدیث نہیں ملتی؛ لیکن رسول اللہ ﷺ نے تمام ہی فرائض کے بارے میں ایک اصولی بات فرمائی، ایک خاتون نے پوچھا کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا، اور ان پر ایک مہینہ کا روزہ ہے، کیا مجھے ان کی طرف سے روزہ رکھنا چاہئے؟ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہاری والدہ پر کسی کا دَین باقی ہوتا تو تم اسے ادا کرتیں یا نہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں ادا کرتی، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تو اللہ تعالیٰ کا دَین زیادہ قابل ادائیگی ہے: " فدين الله أحق أن يقضي " (۱) اس سے معلوم ہوا کہ جو عبادتیں ادا نہ کی جائیں، وہ بندہ کے ذمہ اللہ تعالیٰ کے دَین ہیں، جب تک ان کو ادا نہ کردیا جائے، وہ انسان کے ذمہ باقی رہتی ہیں؛ اس لئے نماز میں خواہ کسی عذر کی وجہ سے چھوٹ گئی ہوں یا کوتاہی اور سستی کی وجہ سے چھوڑ دی گئی ہوں، ہر دو صورت میں ان کی قضا واجب ہے؛ البتہ سنتوں کے ادا کرنے کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ قضا صرف واجب کی ہوا کرتی ہے:

" ... وقال بعضهم لا يقضيهما لاختصاص القضاء بالواجب وهو الصحيح " (۲)

وتر کی قضاء

سوالؔ:- فرض نمازیں چھوٹ جائیں تو قضاء پڑھی جاتی

---

(۱) صحيح البخاري ، كتاب الصوم ، باب من مات وعليه صوم ، حدیث نمبر:۱۹۵۳، صحيح مسلم ، كتاب الصيام ، باب قضاء الصيام عن الميت ، حدیث نمبر:۲۷۳۹

(۲) عنايه مع الفتح :۴۱۸/۱

ہے، لیکن اگر وتر کی نماز چھوٹ جائے، تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(محمد غوث الدین، سلاخ پوری)

جواب:- نماز وتر واجب ہے، فرائض و واجبات حقوق اللہ ہیں، جب تک ان کو ادا نہ کردیا جائے، ذمہ میں باقی رہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ سے ایک خاتون نے سوال کیا کہ ان کے والد پر حج فرض تھا، کیا انہیں اپنے والد کی طرف سے حج کرنا چاہئے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے والد کے ذمہ کسی شخص کا دَین باقی ہوتا، تو اسے ادا کرتی یا نہیں؟ انہوں نے کہا: ضرور ادا کرتے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا دَین زیادہ قابل ادائیگی ہے: "**فدین الله أحق**"(۱) —— اس میں حضور ﷺ نے ایک اصولی بات بتادی کہ جب تک واجبات کو ادا نہیں کیا جائے، وہ ذمہ میں باقی رہتے ہیں، اس سے واضح ہوگیا کہ فرض و واجب نمازیں چھوٹ گئی ہوں، تو ان کی قضاء کرنا ضروری ہے۔

سنن مؤکدہ یا قضائے عمری؟

سوال:- میں فجر کی دو رکعت فرض قضاء عمری کی نیت سے ادا کرتا ہوں، اس کے بعد دو رکعت سنت و فرض ادا کرتا ہوں، ظہر کی نماز میں آخر میں دو رکعت نفل کے بجائے چار رکعت فرض قضائے عمری کی ادا کرتا ہوں، اس طرح مغرب میں دو رکعت نفل کے بجائے تین رکعت فرض قضائے عمری کی ادا کرتا ہوں؛ البتہ عشاء کی نماز حسب معمول ادا کرتا ہوں، کیا قضائے عمری کو ادا کرنے کا میرا یہ طریقہ درست ہے؟ (محمد ایوب علی جابر، قلعہ گولکنڈہ)

جواب:- جو نمازیں آپ کے ذمہ باقی ہیں ان کی ادائیگی کا جذبہ بہت ہی قابل تعریف ہے، اللہ تعالیٰ آسان فرمائے؛ البتہ فرض نمازوں کے ساتھ جو سنن مؤکدہ ہیں، یعنی فجر

(۱) سنن النسائی، کتاب مناسك الحج، باب تشبیه قضاء الحج بقضاء الدین، حدیث نمبر: ۲۶۳۹

سے پہلے دو رکعت، ظہر سے پہلے چار رکعت، ظہر، مغرب اور عشاء کے بعد دو دو رکعتیں، انہیں سنت ہی کی نیت سے پڑھیے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو ان بارہ رکعتوں کی پابندی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائیں گے، (۱) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود بھی ان کا اہتمام فرمایا کرتے تھے؛ (۲) اس لئے ان سنتوں کو ادا کرتے ہوئے قضا نمازوں کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔

قضاء عمری کا وقت

سوال:- قضاء عمری ادا کرنے کے لیے کونسا وقت بہتر ہوگا؟

(محمد غوث الدین، جلگاؤں)

جواب:- طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور نصف النہار کے علاوہ کسی بھی وقت قضاء نماز پڑھی جاسکتی ہے، سہولت اس میں ہوتی ہے کہ پانچوں وقت کی نماز کے ساتھ ساتھ فوت شدہ اسی نماز کی قضا بھی کرتے جائیں۔

قضاء عمری کی نیت

سوال:- (الف) قضاء نمازوں کو پڑھنے کے وقت قضاء نمازوں کے وقت کی نیت کرنا ضروری ہے، اگر کسی دن کی نمازیں قضا ہوگئیں تو نیت میں دن کا تعین نہیں کیا، تو کیا قضاء نماز درست نہیں ہوگی؟

(ب) کتنی نمازیں کون سے دن چھوٹی ہیں یاد نہیں، تو ایسی صورت میں قضاء نمازیں درست ہونے کے لیے کیا کوئی شرعی حل ہے؟ (محمد غوث الدین قدیر، سلاخ پوری)

جواب:- (الف) نماز کی قضاء کے لیے نماز کا تعین ضروری ہے، اور نماز کے تعین

---

(۱) ترمذی، حدیث نمبر: ۴۱۳ (۲) ترمذی، حدیث نمبر: ۴۳۶

کے لیے ضروری ہے کہ نیت میں دو باتیں متعین کی جائیں، کس نماز کی نیت کر رہا ہے اور کس دن کی فوت شدہ نماز کی؟

"وأما قضاء الصلاة فلا يجوز مالم يعين الصلاة ويومها بأن يعين ظهريوم كذا" (۱)

(ب) اگر یاد نہ ہو کہ کس دن کی نماز فوت ہوئی ہے تو اس طرح نیت کی جاسکتی ہے کہ: "میں چھوٹی ہوئی پہلی ظہر یا آخری ظہر کی نیت کرتا ہوں" یہ بھی ان شاء اللہ کافی ہوگا:

"ولونوى أول ظهر عليه أو آخر ظهر عليه جاز وهذا هو مخلص لمن لم يعرف الأوقات الفائتة الخ" (۲)

قضاء نمازوں کا فدیہ

سوال:- ایک کتاب میں پڑھا ہے: "اگر کسی کی بہت سی قضاء نمازیں باقی ہیں، جس کی قضا ادا نہ ہوسکی تو وقت آخر یعنی نزع کے وقت اپنے ورثہ کو وصیت کردے کہ میرے مال میں سے میری ہر نماز کے عوض فدیہ ادا کریں، ہر نماز کے عوض ڈھائی سیر گیہوں یا اس کی قیمت کسی محتاج یا مسکین کو دے دیں اور اللہ سے امید رکھے کہ فرض کا بوجھ اس کے ذمہ سے اتر جائے گا" کیا یہ صحیح ہے؟

(سید جلال الدین افضل نقشبندی)

جواب:- آپ نے جو عبارت نقل کی ہے، وہ اپنے مضمون کے اعتبار سے درست ہے اور فقہاء کی صراحتوں کے مطابق ہے؛ چنانچہ علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

"ولو مات وعليه صلوات فائتة ..." (۳)

---

(۱) الاشباہ والنظائر: ۱/۳۶ (۲) حوالہ سابق

(۳) الدر المختار على هامش الرد ، باب قضاء الفوائت ۲/۵۳۲

''اگر کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور چند فوت شدہ نمازیں اس کے ذمہ باقی ہوں اور وہ کفارہ کی وصیت کر جائے تو صدقۃ الفطر کی طرح ہر نماز کے عوض نصف صاع گیہوں ادا کیا جائے گا، وتر کا اور روزے کا بھی یہی حکم ہے؛ البتہ یہ وصیت اس کے ترکہ کے ایک تہائی میں سے پوری کی جائے گی''

البتہ صحیح تحقیق کے مطابق صدقۃ الفطر کی مقدار موجودہ اوزان میں ایک کیلو سات سو گرام کے قریب ہوتی ہے؛ اس لئے ہر نماز کے عوض اتنی مقدار گیہوں صدقہ کرنا چاہئے یا کسی محتاج شخص کو دو وقت کا کھانا کھلا دینا چاہئے۔

معذورں کی نماز کا بیان

پیشاب کی تھیلی کے ساتھ نماز ادا کرنا

سوال:- ضعیفی میں اکثر پیشاب کی بیماریاں ہوتی ہیں، ڈاکٹر علاج کے طور پر نلی لگا کر اسے تھیلی میں یا کسی ڈبے میں چھوڑ دیتے ہیں، صفائی کرنے کے بعد، یا آپریشن کرنے کے بعد اس طرح طویل مدت رہنا پڑتا ہے، ان حالات میں نماز کیسے ادا کی جائے؟ کیا پیشاب کا بذریعہ نالی تھیلی تک جانے سے تیمم یا وضو نہیں ٹوٹتا، اگر ٹوٹ جاتا ہے تو کیا اتنی طویل مدت جو کبھی زندگی کے ختم تک دراز ہو جاتی ہے، اس درمیان کی نمازیں کیا معاف ہیں، اگر نہیں تو پھر نمازیں کس طرح ادا کی جائیں گی؟

(محمد اصغر علی خاں، ریتی باؤلی)

جواب:- شریعت میں احکام انسان کی طاقت وصلاحیت کے اعتبار سے دیئے جاتے ہیں: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (۱) آپ نے جو صورت لکھی ہے، وہ ایک عذر اور مجبوری کی صورت ہے اور تمام ہی احکام میں اور خاص کر نجاست وطہارت کے مسائل میں انسانی مجبوری کا بہت لحاظ رکھا گیا ہے، اس لئے آپ اسی حالت میں ہر نماز کا وقت

---

(۱) البقرة :۲۸۶

شروع ہونے کے بعد تازہ وضو اور معالج نے وضو کرنے سے منع کیا ہو یا کوئی اور مجبوری درپیش ہو تو تیمم کرلیں اور وقت ختم ہونے تک اسی سے نماز پڑھتے رہیں، ہاں! اگر پیشاب کے علاوہ کوئی اور ناقض وضو پیش آیا تو نیا وضو کرنا پڑے گا۔

پیشاب کی تھیلی سے متعلق جواب پر شبہ

سوال:- آپ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ اگر کسی شخص کو پیشاب کے لئے تھیلی لگادی گئی ہو اور پیشاب کا اصل راستہ بیماری کی وجہ سے بند کردیا گیا ہو، تو اس تھیلی کے ساتھ ہی اس کی نماز درست ہو جائے گی، حالاں کہ فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے نماز پڑھی اور اس کی آستین میں پیشاب کا قارورہ ہو تو نماز درست نہیں ہوگی، نیز یہ مسئلہ بھی آیا ہے کہ اگر انڈا خراب ہوگیا ہو، خون بن گیا ہو اور چھلکے کے اندر ہی ہو، تو نماز درست ہو جائے گی، بظاہر ان دونوں مسائل میں تعارض محسوس ہوتا ہے اور آپ کے جواب اور فقہاء کی اس وضاحت میں بھی، براہ کرم اس پر روشنی ڈالیں۔ (عبدالرحیم قاسمی، سعید آباد)

جواب:- اس حقیر نے پیشاب کی تھیلی کے باوجود نماز کے درست ہوجانے کی بات معذور شخص کے حق میں لکھی ہے، اور فقہاء کی عبارت بلا ضرورت پیشاب کا قارورہ رکھنے سے متعلق ہے، معذور کے لئے تو فقہاء نے یہاں تک گنجائش رکھی ہے کہ پیشاب کے قطرات مسلسل نکلتے رہیں، تو بھی نماز درست ہو جائے گی، حالاں کہ پیشاب کا نکلنا پیشاب کے لگنے یا نجاست سے آلودہ چیز کو رکھنے سے زیادہ اہم ہے؛ کیوں کہ ایک قطرہ نجاست کا نکلنا بھی ناقض وضو ہے اور جو نجاست باہر سے لگی ہو، اس میں ہتھیلی کی مقدار معاف ہے؛ اس لئے معذور شخص کے حق میں یقیناً اس کی اجازت ہوگی، رہ گئے قارورہ اور انڈے سے متعلق مسائل تو اس کی وجہ یہ ہے کہ

انڈے کا محل وہی چھلکے ہیں، جس میں فاسد انڈا موجود ہے، گویا نجاست اپنے محل میں ہے، جیسا کہ نجاست انسان کے پیٹ اور جسم کے اندر موجود ہے، اس کے باوجود نماز درست ہوتی ہے، برخلاف قارورہ کے کہ وہ فطری اعتبار سے پیشاب کا محل نہیں ہے، اس لئے یہ نماز میں مانع ہوگا، جیسا کہ جسم کے بیرونی حصہ پر پیشاب پاخانہ لگ جائے تو نماز درست نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم

حاملہ خواتین اور نماز

سوال:- حاملہ عورتیں رکوع وسجدہ وغیرہ برابر نہیں کرسکتیں، خصوصاً سجدہ تو کر ہی نہیں سکتیں، کھڑے ہوکر نماز بھی ادا نہیں کرسکتیں، ایسی صورت میں نماز کیسے ادا کرنا چاہئے؟

(اختری پروین، چینئی)

جواب:- حاملہ عورتیں اگر کھڑی ہوکر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوں تو بیٹھ کر نماز پڑھ سکتی ہیں، رکوع سجدہ بھی مکمل طور پر نہ کرسکیں تو جس قدر جھک سکیں، جھک کر رکوع سجدہ کریں؛ البتہ خیال رکھیں کہ سجدہ کے لئے بہ مقابلہ رکوع کے زیادہ جھکا جائے:

" وإن عجز عن القيام و الركوع والسجود وقدر على القعود يصلي قاعدا بإيماء ويجعل السجود أخفض من الركوع " (۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی منقول ہے:

" وعن نافع أن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہ يقول : إن لم يستطع المريض السجود أومأ برأسه إيماء ولم يرفع إلى جبهة شيئا. رواه مالك وإسناده صحيح "(۲)

بہر حال حسب سہولت نماز ادا کریں، البتہ نماز فوت نہ ہونے دیں۔

(۱) الفتاوى الهندية ، باب في صلوة المريض:۱۳۶/۱

(۲) آثار السنن ، باب صلوة المريض، حدیث نمبر:۸۴

معذور کا اسٹول پر سجدہ

سوال:- ہماری مسجد میں ایک صاحب فالج کی وجہ سے کرسی پر بیٹھ کر اور سامنے اسٹول رکھ کر اس پر سجدہ کرتے ہیں، اس کے بعد ایک اور صاحب اسی طرح کی شکایت کی وجہ سے کرسی پر نماز پڑھنے لگے، وہ سامنے اسٹول رکھے بغیر نماز ادا کرتے ہیں، ان صاحب نے پہلے شخص پر اعتراض کیا کہ اس طرح سامنے اسٹول رکھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں، براہ کرم اس سلسلہ میں رہنمائی فرمائیں؟

(یوسف انصاری، ہنمکنڈہ)

جواب:- مجبوری کی وجہ سے سامنے اسٹول رکھ کر اس پر نماز ادا کرنا درست ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ سر جھکانے کی کیفیت پائی جائے؛ کیوں کہ معذور شخص کے رکوع وسجدہ کی اصل کیفیت سر کا اشارہ ہے، جن صاحب نے اسے ناجائز قرار دیا ہے، شاید انہیں غلط فہمی ہوئی ہے، ایک صورت یہ ہے کہ کسی چیز پر پیشانی رکھنے کے بجائے اس شئ کو اٹھا کر اپنی پیشانی سے لگالیا جائے، یہ صورت مکروہ ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ زمین پر کوئی چیز رکھی ہوئی ہو اور اس پر سجدہ کیا جائے، یہ صورت جائز ہے، بلکہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رسول اقدس ﷺ کے سامنے ایک تکلیف کی وجہ سے اس طور پر سجدہ کرنا ثابت ہے، علامہ شامیؒ نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے:

"فإن كانت الوسادة موضوعة على الأرض وكان يسجد عليها جازت صلاته الخ "(۱)

کرسیوں پر نماز کی ادائیگی

سوال:- آج کل مسجدوں میں کثرت سے کرسیوں پر

---

(۱) رد المحتار:۲/ ۵۶۸

بیٹھ کر نماز پڑھنے کا رواج ہو رہا ہے، لوگ گھر سے پیدل چل کر آتے ہیں بعض دفعہ دوستوں کے ساتھ نیچے بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں لیکن جب نماز پڑھنی ہوتی ہے تو کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، کیا اس طرح نماز پڑھنا درست ہے؟ (افتخار الدین، ہمایوں نگر)

جو(ب):- جو نماز فرض یا واجب ہیں، ان کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں، نفل نمازیں — جن میں سنن و مستحبات شامل ہیں — کو بلا عذر بھی بیٹھ کر ادا کیا جا سکتا ہے، البتہ بیٹھ کر پڑھنے میں بمقابلہ کھڑے ہو کر پڑھنے کے کم اجر ہوگا، حدیث میں اس کا ذکر موجود ہے،(۱) فرض کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ارکان صلوۃ کو اس کی مطلوبہ ہیئت پر ادا کیا جائے، جیسا کہ قیام کی حالت میں کھڑا رہے، رکوع میں جھکا رہے، سجدہ میں پیشانی زمین پر ہو، لیکن اگر کسی رکن کو اصل مطلوبہ ہیئت پر ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو جس طرح قدرت ہو اس طرح ادا کرلے، کھڑا نہ رہ سکتا ہو تو بیٹھ جائے، بلکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر زیادہ دیر کھڑا نہ رہ سکتا ہو تو تھوڑی دیر کھڑا رہ کر پھر بیٹھ جائے، اسی طرح دیوار یا عصا کا سہارا لے کر کھڑا ہو:

" ... و إلا بأن قدر على بعض القيام قام بقدر ما يمكنه ... ولو بالتحريمة " (۲)

" ولو قدر على القيام متكئا الصحيح إنه يصلي قائما متكئا ". (۳)

غرض کہ جس رکن کو مطلوبہ ہیئت پر ادا کرنے سے قاصر ہو تو اسے متبادل طریقہ پر ادا کر سکتا ہے۔

---

(۱) بخاری، حدیث نمبر: ۱۱۲۶

(۲) مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی: ۲۳۵

(۳) فتاوی هندیه: ۱/۱۳۲

پھر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ کھڑا ہونے پر قادر نہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ قادر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کھڑے ہونے سے بیماری کے بڑھ جانے یا صحت کی رفتار سست ہو جانے کا اندیشہ ہو، یا کھڑے ہونے سے سر چکراتا ہو یا خاصا درد محسوس ہوتا ہو، معمولی مشقت کی وجہ سے فریضۂ قیام کو چھوڑا نہیں جا سکتا:

" وأصح الأقاويل في تفسير العجز أن يلحقه بالقيام ضرر وعليه الفتوى ، .... وكذلك إذا خاف زيادة المرض أو أبطأ البرء بالقيام أو دوران الرأس ...... أو يجد وجعا لذلك ، فإن لحقه نوع مشقة لم يجز ترك ذلك القيام " (۱)

لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے اور فقہاء کی تصریحات سامنے رکھنے سے درج ذیل باتیں منقح ہوتی ہیں:

۱) فرض و واجب نمازوں کو اس وقت بیٹھ کر ادا کرنا جائز ہے جب کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قدرت نہیں ہے، قدرت سے مراد یہ ہے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں سر چکراتا ہو، گر جانے کا اندیشہ ہو، بیماری کے بڑھ جانے کا خوف ہو، گھٹنے یا اور کسی جگہ شدید درد ہو، جس کی وجہ سے کھڑے ہونے میں مشقت ہوتی ہے، معمولی درد یا معمولی تھکان کی وجہ سے بیٹھ کر فرض و واجب نماز ادا کرنا درست نہیں۔

۲) جو شخص تھوڑی دیر کھڑا ہو سکتا ہو اسے چاہئے کہ تھوڑی دیر کھڑا ہو کر نماز پڑھے پھر بیٹھ جائے۔

۳) اگر کرسی پر بھی بیٹھ سکتا ہو اور زمین پر بھی، اور زمین پر بیٹھنے کی صورت میں زمین پر سجدہ کر سکتا ہو تو اس پر واجب ہے کہ زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کرے،

---

(۱) فتاوی هندیه : ۱ / ۱۳۶

تا کہ سجدہ اصل مطلوبہ ہیئت کے مطابق ادا ہو سکے، اگر سجدہ نہیں کر سکتا ہو، تب بھی زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کرنا بہتر ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الوفات میں زمین پر بیٹھ کر نماز ادا فرمائی ہے، پس یہ طریقہ سنت نبوی ﷺ کے موافق ہے۔

(۴) اگر زمین پر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا، کرسی ہی پر بیٹھ سکتا ہے تو اگر قعدہ اور سجدہ کرنے میں زحمت ہے اور قیام و رکوع کرنے کی طاقت ہے تو اسے چاہئے کہ حالت قیام میں کھڑا ہو، مسنون ہیئت کے مطابق رکوع کرے، کرسی پر بیٹھ کر قعدہ کرے اور اشارہ سے سجدہ کرے؛ کیوں کہ جب وہ قیام و رکوع کو صحیح طریقہ پر کر سکتا ہے تو اس کو ان ارکان سے معذور قرار نہیں دیا جا سکتا۔

(۵) اگر قیام، رکوع اور سجدہ پر قادر نہیں، تو بیٹھ کر اشارہ ہی سے نماز پڑھ سکتا ہے، پھر اگر زمین پر بیٹھنے کی قدرت نہ ہو تو کرسی ہی پر بیٹھے اور اشارہ سے نماز ادا کرے، اور اگر کرسی پر بھی بیٹھ سکتا ہے اور زمین پر بھی، تو گو سنت سے موافقت کی وجہ سے زمین پر بیٹھنا افضل ہے اور اسی کا اہتمام کرنا چاہئے؛ لیکن کرسی پر بیٹھے تو اس کی بھی گنجائش ہے؛ کیوں کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر نہ ہو، اس کے لئے بیٹھنے کی کوئی ہیئت متعین نہیں، جس طرح چاہے بیٹھ کر نماز ادا کرے:

" ويقعد كيف شاء ، أي كيف تيسر له بغير ضرر من تربع أو غيره كاحتباء أو جلوس على ركبتيه "(۱)

واللہ اعلم

(۱) مراقي الفلاح مع طحطاوی ص:۲۳۴

صف کے درمیان میں کرسی پر نماز ادا کرنا

سوال:- مصلیان مسجد بزرگ ضعیف العمر حضرات اکثر فرض نمازوں میں پہلی صف کے بیچ میں کرسیاں ڈال کر بیٹھ جاتے ہیں، دوسرے مصلیوں کو اکثر کرسی کے بازو کھڑا رہ کر نماز پڑھنی پڑتی ہے، کیا اس سے صف پوری ہوتی ہے، یا صفوں کے کونے میں کرسیاں ڈال کر بیٹھنا چاہیے، شرعی اصول کیا ہے معلوم فرمائیں؟

(ایس، کے برہان الدین، ایل بی نگر ورنگل)

جواب:- جو شخص کھڑا ہو کر اور زمین پر بیٹھ کر نماز ادا نہ کر سکتا ہو، اس کے لیے کرسی پر بیٹھ کر فرض نماز ادا کرنا بھی جائز ہے اور وہ کھڑے ہوئے آدمی کے ہی حکم میں ہے، اس لیے اگر صف کے درمیان میں بھی نمازی کی کرسی ہو، تو اس کی گنجائش ہے؛ البتہ چونکہ بعض لوگ اس سے گرانی محسوس کرتے ہیں، اور بظاہر صف میں خلا محسوس ہوتا ہے، اس لیے بہتر ہے کہ اس طرح کی کرسیاں صف کے کنارے رکھی جائیں۔ واللہ اعلم

کرسی پر نماز پڑھنے والے کا قیام اور اس کی جگہ

سوال:- معذور اشخاص (جو نیچے بیٹھ کر سجدہ و قعدہ نہیں کر سکتے) مسجد میں کرسیوں پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والوں کے بارے میں کسی سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ جس حد تک آدمی کھڑا ہو سکتا ہے، وہ کھڑا ہو کر پڑھے اور باقی نماز بیٹھ کر کرسی پر ادا کر سکتا ہے، اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ صف کے آخر میں کرسی رکھ کر آدمی نماز کے لئے کھڑا ہو جائے، تو صف سے کچھ آگے نکل جاتا ہے، اور قعدہ میں آکر کرسی پر بیٹھ کر صف میں شامل ہو جاتا ہے، اس طرح ایک عجیب صورت پیدا ہو جاتی ہے، کہ کوئی آگے کوئی پیچھے،

جبکہ رسول اللہ ﷺ نے صف سیدھی رکھنے کی بڑی تاکید فرمائی، اس پر یہاں ایک صاحب نے اظہار خیال فرمایا کہ بہتر ہوگا کہ حضور کی ہدایت کو مدنظر رکھ کر معذور شخص پوری نماز کرسی پر بیٹھ کر پڑھے، تو سنت کی پیروی بھی ہوگی، اور صف سے آگے کھڑے ہونے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی، البتہ تنہا نماز پڑھنے والا جس طرح چاہے پڑھ سکتا ہے، اس سلسلہ میں آپ سے رہنمائی کی درخواست ہے۔

(ابو سہیل، آصف نگر، سید خواجہ فخر الدین قادری، قدیم ملک پیٹ)

جواب:- یہ صحیح ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو، اس کو کھڑے ہوکر ہی قیام کی حالت کے افعال ادا کرنا چاہئے؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کھڑا ہوکر نماز پڑھ سکتا ہو، کھڑا ہوکر پڑھے، کھڑے ہونے پر قادر نہ ہو، تب بیٹھ کر اور بیٹھنے پر بھی قادر نہ ہو، تب لیٹ کر نماز ادا کرے، (۱) اسی لئے فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو، اس کے لئے فرض نماز میں کھڑا ہونا فرض ہے، اگر قیام پر قادر ہونے کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھے گا، تو نماز ادا نہیں ہوگی۔

اس بات کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص رکوع وسجدہ پر قادر نہ ہو اور قیام پر قادر ہو، اس پر قیام فرض ہوگا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، حنفیہ کے یہاں ایک قول یہ ہے کہ قیام کی فرضیت اس کے ذمہ باقی رہے گی؛ کیوں کہ قیام ایک مستقل رکن ہے اور جس رکن کی ادائیگی پر انسان قادر ہو اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اگر سجدہ پر قادر نہ ہو تو قیام بھی اس کے ذمہ فرض نہیں رہے گا؛ کیوں کہ سجدہ اصل مقصود ہے اور قیام کی حیثیت اس کے لئے ذریعہ ووسیلہ کی ہے تو جب مقصود ساقط ہوگیا تو اس کا ذریعہ بھی بدرجۂ اولیٰ ساقط ہو جائے گا، ہمارے بعض مشائخ نے اسی قول کو ترجیح دیا ہے۔

(۱) المعجم الکبیر، حدیث نمبر: ۹۳۹۳

لیکن غور کیا جائے تو دلیل کے اعتبار سے پہلا قول ہی قوی معلوم ہوتا ہے ؛ کیوں کہ کتاب وسنت میں کہیں یہ بات نہیں آئی ہے کہ سجدہ مقصود ہے اور قیام اس کے لئے ذریعہ ووسیلہ ہے ؛ بلکہ کتاب وسنت کی تعبیرات کو سامنے رکھتے ہوئے فقہاء نے قیام اور سجدہ دونوں کو مستقل رکن قرار دیا ہے اور شریعت کا اصول یہ ہے کہ انسان کو جس عمل پر جس حد تک قدرت ہو اس حد تک اس پر عمل کرے ، یہاں تک کہ خود احناف کے یہاں قیام کے بارے میں فرمایا گیا کہ اگر لاٹھی کا ، کسی خادم کا یا کسی اور شئی کا سہارا لے کر قیام کرسکتا ہو تب بھی اسے قیام کرنا چاہئے :

" ولو قدر على القيام متكئا ، الصحيح أنه يصلي قائما متكئا ، ولا يجزيه غير ذلك ، وكذا لو قدر على أن يعتمد على عصا أو على خادم له فإنه يقوم ويتكئ " (۱)

یہی رائے فقہاء شوافع اور حنابلہ کی ہے :

" ومن قدر على القيام وعجز عن الركوع أو السجود لم يسقط عنه القيام ويصلي قائما فيؤمي بالركوع ثم يجلس فيؤمي بالسجود ، وبهذا قال الشافعي " (۲)

اس لئے جو بات راجح معلوم ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ اگر سجدہ پر قادر نہ ہو اور قیام پر قادر ہو ، تب بھی اس کے لئے قیام ضروری ہے ۔

بہر حال جو لوگ قیام کی حالت میں کھڑے ہوسکتے ہیں اور رکوع وسجدہ نہیں کرسکتے ، ان کو چاہئے کہ کرسی اس طرح رکھیں کہ اس کے پچھلے پائے دوسرے نمازیوں کے پاؤں کے مقابل پڑیں ، ایسی صورت میں قعدہ ، رکوع اور سجدہ کی حالت میں تو وہ صف کے برابر میں ہوگا ، قیام کی حالت میں اسے ذرا آگے کھڑا ہونا پڑے گا ، تو صفوں کو سیدھا رکھنا سنت ہے :

(۱) الفتاوى الهندية : ۱۳۶/۱ (۲) المغني : ۵۷۲/۲

"وفي حاشية البخاري عن العيني : وهي (تسوية الصفوف) سنة الصلاة عند أبي حنيفة والشافعي ومالك إلخ" (۱)

لہٰذا اس صورت میں نماز پڑھنے والا فرض کو ادا کرنے کے لئے عذر کی وجہ سے ایک سنت کو چھوڑ رہا ہے اور اس کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ سنت کا درجہ فرض سے کم تر ہے، اور پھر اس کا یہ فعل بالارادہ نہیں ہے، بلکہ عذر کی وجہ سے ہے، اور شریعت میں معذور کے لئے رعایت رکھی گئی ہے۔

نماز میں کسی کا سہارا لے کر کھڑا ہونا

سوال:- کچھ عرصہ پہلے مجھ پر فالج کا اثر ہوا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اس سے شفایاب ہو چکا ہوں، لیکن اب بھی دائیں حصہ پر اس کا اثر ہے، اگر دائیں طرف کوئی سہارا نہ ہو تو بعض دفعہ توازن کھو جاتا ہے اور گرنے کا خطرہ رہتا ہے، اس لئے میں مسجد میں بالکل کنارے دیوار سے متصل نماز پڑھتا ہوں اور قیام کی حالت میں دیوار کا سہارا لیتا ہوں، امام صاحب نے بتایا کہ اس طرح کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ (تنویر اکرم، محبوب نگر)

جواب:- اصل تو یہی ہے کہ نماز کے افعال کو کسی چیز کا سہارا لئے بغیر ادا کیا جائے، قیام بھی اپنے پاؤں کی قوت پر ہو، کسی اور شئی کا سہارا نہ ہو، لیکن احکام شریعت میں معذورین کے لئے خصوصی رعایت ہے، چنانچہ عذر کی بنا پر سہارا لے کر کھڑے ہونے کو بلا کراہت جائز قرار دیا گیا ہے:

"ويكره لمصلي المكتوبة أن يعتمد على شئ إلا من عذر" (۲)

---

(۱) إعلاء السنن: ۴/۳۵۰، سنية تسوية الصفوف (۲) بدائع الصنائع: ۱/۵۱۳

آپ نے جو بات توازن کھونے کی لکھی ہے، وہ ایک معقول عذر ہے؛ اس لئے جو تدبیر آپ اختیار کرتے ہیں وہ درست ہے، بلکہ اس کیفیت میں تو بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے کی گنجائش ہے، پھر یہ حکم تو فرض نمازوں کے لئے ہے، نفل نمازوں میں چوں کہ قیام واجب نہیں اور اسے بلا عذر بھی بیٹھ کر ادا کیا جا سکتا ہے، اس لئے اس میں بدرجۂ اولیٰ سہارا لینے کی گنجائش ہوگی۔

بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی نظر کس طرف ہو؟

سوال:- جب بیٹھ کر نماز ادا کی جائے تو نظر کس طرف رکھی جائے ، کیا سجدہ گاہ پر نگاہ رکھی جائے ، جیسا کہ قیام کی حالت کے لئے حکم ہے؟ (سید عطاء اللہ ، بنجارہ ہلز)

جواب:- نماز کی مختلف کیفیتوں میں مختلف مقامات پر نظر رکھنے کا فقہاء نے جو ذکر کیا ہے، میرے علم کے مطابق حدیث میں ایسا کوئی حکم نہیں آیا ہے، غالباً اس میں دو باتیں پیش نظر ہیں، ایک : یکسوئی ؛ کیوں کہ مختلف جہتوں میں دیکھنے سے ذہن بٹ جاتا ہے اور عبادت میں جو یکسوئی مطلوب ہے، وہ حاصل نہیں ہو پاتی ، دوسرے : آسانی ، کہ بے تکلف اس کیفیت میں نظر جس طرف رہتی ہو، اس پر نظر رکھی جائے ، اور یہ بات بھی یکسوئی میں معاون ہوتی ہے، بیٹھنے کی کیفیت میں گود پر نظر رکھنے کی تلقین اسی لئے کی گئی ہے اور بیٹھ کر نماز ادا کرنے والا اس کیفیت میں ''قیام'' ادا کر رہا ہے؛ اس لئے اس کی نظر گود پر ہونی چاہئے ، سجدہ گاہ پر نظر رکھنا اس شخص کے لئے بہتر ہے، جو قیام کو حقیقی قیام کی صورت میں ادا کر رہا ہو۔ واللہ اعلم

معذور کی نماز کا حکم

سوال:- ناچیز ضعیف العمر ہے، ضعیفی کے عوارض لاحق ہیں ، ایک یہ کہ پیشاب کر کے طہارت لینے کے بعد بھی کچھ قطرے نکل جاتے ہیں ، ایسی صورت میں بار بار پائجامہ بدلنا مشکل ہوتا

ہے اور نماز کے لئے طہارت و پاکیزگی ضروری اور لازمی ہے ،
اسلام یقیناً ایک دین فطرت ہے تو کیا ہم ایسے مجبوروں
اور معذوروں کے لئے شریعت نے کس حد تک رعایت رکھی ہے؟
(شیخ طاہر، شاہ علی بنڈہ)

جواب:- شریعت میں اعذار کی بے حد رعایت ہے اور قرآن مجید نے اس سلسلہ میں اصولی بات کہہ دی ہے کہ کسی بھی شخص کو اس کی گنجائش سے زیادہ عمل کا مکلف نہیں بنایا جاتا: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (۱) چنانچہ ایسے ضعیف شخص کے لئے بھی فقہ میں رعایت رکھی گئی ہے، اگر پیشاب کا قطرہ ایک درہم یعنی ہتھیلی کی گہرائی کی مقدار سے کم لگے تو اس نجاست کے باوجود نماز ادا کی جاسکتی ہے، عام طور پر ایک دو قطرہ اس مقدار سے بڑھتا نہیں، اگر اسی جگہ پر ایک سے زیادہ قطرات ٹپکیں؛ لیکن اس کا دائرہ مذکورہ مقدار سے بڑھے نہیں، تب بھی نماز ادا ہو جائے گی، اگر اس سے بڑھ جائے تو اب اس کا دھونا واجب ہے؛ اس لئے بہتر صورت یہ ہے کہ نماز کے لئے ایک الگ پائجامہ یا تہبند رکھا جائے اور نماز کے وقت اسے پہننے کا اہتمام کیا جائے، جو نجاست سے پاک ہو، یا استنجاء کے لئے کوئی زیر جامہ رکھا جائے اور نماز کے وقت اسے نکال کر نماز پڑھ لی جائے، اور اگر یہ صورتِ حال ہو کہ استنجاء کیا اور پیشاب کا قطرہ آگیا، کپڑا بدل لیا، پھر دوبارہ پیشاب کا قطرہ آگیا، یعنی کپڑے کو نجاست سے بچاتے ہوئے نماز پڑھنا ممکن نہیں رہا تو اس صورت میں پیشاب کے ٹپکنے والے قطرات کے ساتھ بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے؛ کیوں کہ ایسا شخص ''معذور'' ہے اور معذور کے لئے یہی حکم ہے:

''.... إذا أصاب ثوبه من ذلك أكثر من قدر الدرهم ، يجب غسله إذا كان الغسل مفيدًا بأن لا يصيبه مرة بعد أخرى ، حتى لو لم يغسل وصلى لم يجزئه ، وإن

(۱) البقرة : ۲۸۶

لم یکن مفیدا لا یجب مادام العذر قائما وهو اختیار مشایخنا " (۱)

گھر میں نماز کی جگہ مخصوص کرنا

سوال:- میں بہت بوڑھا ہوگیا ہوں، بیمار بھی رہتا ہوں اور مسجد بھی نہیں جا سکتا، گھر پر ہی نماز ادا کر لیتا ہوں، ایسی صورت میں مجھے کیا گھر میں کوئی جگہ مخصوص کر لینی چاہئے یا کسی بھی جگہ نماز ادا کی جا سکتی ہے؟ (صبیح الدین انصاری، جدہ)

جواب:- اگر آپ مسجد نہیں جا سکتے اور گھر میں ہی نماز ادا کرنے پر مجبور ہیں تو گھر میں کہیں بھی نماز ادا کر سکتے ہیں؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو اس امت کے لئے نماز گاہ بنا دیا ہے، صرف مسجدیں ہی نماز کے لئے مخصوص نہیں ہیں، لیکن بہتر ہے کہ آپ اپنے گھر میں کسی جگہ کو نماز کے لئے متعین کر لیں، اس جگہ کو صاف ستھرا رکھا جائے اور سب لوگ اسی جگہ پر نماز ادا کرنے کا اہتمام کریں، صحابی رسول ﷺ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ بارش وغیرہ ہو جانے کے وقت مسجد نہیں آپاتے تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے خواہش کی کہ آپ ان کے دولت خانہ میں کسی بھی جگہ نماز پڑھ دیں؛ تاکہ وہ اس کو اپنی نماز پڑھنے کے لئے استعمال کریں، آپ ﷺ نے ان کی یہ خواہش پوری فرما دی۔ (۲) اس پس منظر میں فقہاء نے لکھا ہے کہ ہر مسلمان کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنے گھر میں ایک جگہ نماز کے لئے مخصوص کر لے، البتہ اس کی وجہ سے اس جگہ پر مسجد کے تمام احکام جاری نہیں ہوں گے، اس کو بیچنا یا بحالت ناپاکی وہاں بیٹھنا وغیرہ جائز ہوگا:

" مندوب لكل مسلم أن يعد في بيته مكانا يصلي فيه إلا أن هذا المكان لا يأخذ حكم المسجد على الإطلاق؛ لأنه باق على حكم ملكه، له أن يبيعه " (۳)

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل في بيان ما ينقض الوضوء: ۱/۱۳۰

(۲) بخاری، حدیث نمبر: ۴۲۵ (۳) الفتاوى الهندية: ۵/۳۲۰

نماز کا فدیہ

سوال:- میری نانی کا کچھ عرصہ پہلے انتقال ہوگیا، وہ نماز کی پابند تھیں؛ لیکن اخیر زمانہ میں کچھ نمازیں چھوٹ گئی ہیں، انہوں نے اپنے بچوں کو وصیت کردی ہے کہ ان کی نمازوں کا کفارہ ادا کردیا جائے، ایسی صورت میں کیا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟ صرف فرض نمازوں کا کفارہ ادا کیا جائے گا یا سنن ونوافل کا بھی؟ نیز اگر نانی نے وصیت نہیں کی ہوتی، کیا اس صورت میں بھی کفارہ ادا کیا جاسکتا ہے؟ (عابدہ عبداللہ، شاہین نگر)

جواب:- حدیث میں روزہ کے فدیہ کا ذکر آیا ہے، بلکہ قرآن مجید میں بھی، (۱) — میرے علم کے مطابق قرآن یا حدیث میں صراحتاً نماز کے فدیہ کا ذکر نہیں آیا ہے؛ — لیکن جیسے نماز فرض ہے، اسی طرح روزہ بھی فرض ہے؛ بلکہ بعض جہتوں سے نماز کی اہمیت روزہ سے بڑھ کر ہے؛ اس لئے فقہاء نے روزہ پر قیاس کرتے ہوئے نماز چھوڑنے پر بھی فدیہ کو جائز قرار دیا ہے، اور وہ اس طرح کہ پانچوں فرض نمازوں اور نماز وتر میں سے ہر ایک کے فدیہ کے طور پر پونے دو کیلو گیہوں ایک ایک مسکین کو دیا جائے، سنتوں کے چھوڑنے پر فدیہ واجب نہیں:

" إذا مات الرجل وعليه صلوات فائتة فأوصى بأن تعطي كفارة صلواته يعطي لكل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع إلخ " (۲)

اگر مرنے والے نے وصیت نہیں کی ہو تو گو ورثہ پر اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا واجب نہیں ہے؛ لیکن اگر ورثاء اپنی خوشی سے فدیہ ادا کردیں، تو جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کی کریم ورحیم ذات سے امید رکھنی چاہئے کہ اسے قبول فرمالیں گے: " وإن لم يوص لورثته وتبرع بعض ورثته يجوز " (۳)

(۱) البقرۃ: ۱۸۴　(۲) الفتاوى الهندية: ۱/۱۲۵　(۳) حوالۂ سابق

مسافر کی نماز کا بیان

قصر کے لیے مسافتِ شرعی

سوال:- مختلف علماء کرام قصر کی نماز اور مسافت شرعی کے بارے میں الگ الگ فاصلے بتاتے ہیں، منصف میں ایک بار ۸۷ رکلومیٹر کا فاصلہ لکھا گیا تھا، جبکہ روزنامہ سیاست میں ۷۲ رکلومیٹر کا ذکر آیا ہے، صحیح معنوں میں کتنے فاصلوں پر قصر کرنا چاہئے؟

(فقیر احمد پاشا، گلبرگہ)

جواب:- اس مسئلہ میں علماء ہند کی آراء میں کسی قدر اختلاف ہے، بعض اہل علم نے ۳۶ رمیل کو مسافت شرعی مانا ہے، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ وغیرہ کی بھی یہی رائے ہے، بعض نے ۴۵ رمیل کو، مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا ظفر احمد تھانویؒ وغیرہ اسی کے قائل ہیں، اور اس کی بنیاد علماء خوارزم کے قول پر ہے، جن کے نزدیک پندرہ فرسخ مسافت سفر ہے، غالباً ''سیاست'' کا جواب اسی لحاظ سے ہوگا، زیادہ تر اہل علم کے نزدیک مسافت شرعی ۴۸ رمیل ہے اور یہ اس حدیث کے مطابق ہے، جس میں چار ''برید'' کو مسافت شرعی قرار دیا گیا ہے، جو اڑتالیس میل ہوتا ہے، اب بعض اہل علم جیسے مفتی محمد شفیع صاحبؒ وغیرہ نے اڑتالیس میل انگریزی مانا ہے، اس لحاظ سے ۷۷ رکلو میٹر سے کچھ زیادہ مسافت شرعی قرار پاتی ہے، اور بعض اہل علم جیسے مولانا خیر محمد جالندھریؒ وغیرہ نے اڑتالیس میل شرعی مراد لیا ہے، اڑتالیس میل شرعی چون میل انگریزی کے برابر ہوتا ہے، اس

لحاظ سے مسافت تقریباً اٹھاسی کلومیٹر ہوتی ہے؛ اس لیے کہ میل شرعی، میل انگریزی سے دوسو چالیس گز بڑا ہوتا ہے، لیکن اگر میل شرعی ہی سے حساب کریں تو یہ مسافت ۸۲ رکیلومیٹر ۲۹۶ میٹر یعنی ۸۳ کیلومیٹر کے قریب ہوتی ہے، یہ درمیانی قول ہے اور موجودہ دور میں متعدد اہل تحقیق علماء نے اس رائے کو اختیار کیا ہے: اس لئے راقم الحروف اگرچہ پہلے ۸۷ رکیلومیٹر کی مسافت کا قائل تھا، لیکن اب اس کو راجح سمجھتا ہے؛ لہذا آپ اس قول پر عمل کریں، ان شاء اللہ یہ بہتر ہوگا، تاہم چونکہ اس مسئلہ میں اہل علم کے مختلف نقاط نظر ہیں، اس لئے اگر کوئی شخص ان میں سے کسی اور رائے پر اعتماد کرتے ہوئے عمل کرے، تو اس کا عمل بھی عند اللہ درست ہوگا، ایسے مسائل میں اپنی رائے پر اصرار اور دوسرے کی رائے پر نکیر سے گریز کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم

اگر قصر کرنے اور نہ کرنے کے متعلق شبہ ہو

سوال:- اگر ایسی جگہ نماز پڑھنے کی نوبت آئی کہ جس کے بارے میں شبہ ہو کہ یہاں قصر کرنا چاہیے یا پوری چار رکعت ادا کرنی چاہیے تو وہ کیا کرے؟ (اسلم ہاشمی، ناندیڑ)

جواب:- اگر اس بارے میں شبہ ہو کہ یہاں اس کا حکم مسافر کا ہے یا مقیم کا؟ تو اسے چار رکعت پوری کرنی چاہیے، البتہ لازماً دو رکعت پر قعدہ بھی کرنا چاہیے؛ کیوں کہ اگر وہ مسافر ہو تو یہ قعدہ اولیٰ ہی اس کے حق میں قعدۂ اخیرہ سمجھا جائے گا:

"لو شك في صلاته أنه مسافر أو مقيم يصلي أربعاً ويقعد على الثانية إحتياطا" (۱)

ایک راستہ دور کا ہو ایک قریب کا؟

سوال:- مجھے بار بار ایک شہر کا سفر کرنا پڑتا ہے، اس شہر کے دو راستے ہیں، ایک راستہ کسی قدر گھوم کر جاتا ہے، لیکن سڑک

(۱) ھندیہ: ۱/۱۳۱

اچھی ہے، اس راستہ سے ہماری منزل ۸۵ کلو میٹر سے زیادہ فاصلہ پر آتی ہے، دوسرا راستہ خراب ہے، اس سے ۷۵ کلو میٹر سے بھی کم میں ہم اپنی منزل پر پہنچ جاتے ہیں، ایسی صورت میں ہمیں جاتے ہوئے نماز میں قصر کرنا چاہئے یا نہیں؟ (حمید الدین شریف، ورنگل)

جواب:- محتاط قول کے مطابق تقریباً سوا بیاسی کلو میٹر سے مسافت شرعی پوری ہو جاتی ہے اور اگر کوئی شخص اتنی مسافت کا یا اس سے زیادہ کا سفر کرے تو اسے قصر کرنا چاہئے، چونکہ دو راستوں سے الگ الگ مسافتیں بنتی ہیں؛ لہذا جب آپ جس راستہ سے سفر کریں، اس کا اعتبار ہوگا، اگر ۸۵ کلو میٹر والے راستہ سے جائیں تو قصر کرنا ہوگا اور ۷۵ کلو میٹر والا راستہ اختیار کریں تو چار رکعت والی نماز کو پوری چار رکعت پڑھیں گے:

" فإذا قصد بلدة إلى مقصده طريقان : أحدهما مسيرة ثلاثة أيام ولياليها و الآخر دونها فسلك الطريق الأبعد كان مسافرا عندنا و إن سلك الأقصر يتم كذا في البحر الرائق "(۱)

اگر منزل کی دو راستوں سے الگ الگ مسافت ہو؟

سوال:- بذریعۂ ٹرین 75 کیلو میٹر کی دوری ہے، اور بذریعۂ بس 55 کیلو میٹر ہے، تو اب کس دوری کا اعتبار ہوگا؟

جواب:- جو مسافت آپ نے لکھی ہے، وہ سفر شرعی کی مسافت سے کم ہے، البتہ اگر کسی ایسی جگہ کا سفر ہو، جو ایک طرف سے سوا بیاسی یا اس سے زائد فاصلہ پر ہو، اور دوسری طرف سے کم فاصلہ ہو تو جس راستہ سے سفر کیا جائے، اس کا اعتبار ہوگا، اگر سوا بیاسی کیلو میٹر والے راستہ سے سفر کر رہا ہے تو نماز میں قصر کرے گا، اور مختصر راستہ سے سفر کر رہا ہے تو چار رکعت پڑھنی ہوگی:

" و الآخر دونها فسلك الطريق الأبعد كان مسافرا

(۱) فتاوی هندیه :۱/۱۳۸، نیز دیکھئے مجمع الأنهر :۱/۱۶۱، الجوهر النيرة :۱/۱۰۳

عندنا و إن سلك الأقصر يتم " (۱)

قصر کن نمازوں میں ہے؟

سوال:- فجر، مغرب، اور عشاء کی نمازیں قصر کی حالت میں کتنی رکعات پڑھی جائیں گی؟ (عبدالسبحان، نامپلی مارکیٹ)

جواب:- سفر میں جو قصر کی سہولت دی گئی ہے، اس کا تعلق چار رکعت والی نمازوں سے ہے، دو اور تین رکعت والی نمازوں سے نہیں؛ اس لئے فجر اور مغرب کی نماز سفر میں بھی دو اور تین رکعتیں پڑھی جائیں گی، البتہ عشاء کی نماز سفر میں دو رکعت ادا کی جائے گی۔

تبلیغی سفر میں قصر و اتمام

سوال:- ہم لوگ تبلیغی جماعت میں نکلتے رہتے ہیں، ہمارا نظام مقامی ذمہ دار کے تابع ہوتا ہے، بعض اوقات ایک ہی مقام پر پندرہ دن یا اس سے زیادہ رکنا پڑتا ہے، بعض اوقات اس سے کم، ایسی صورت میں ہمارے لئے نماز پوری کرنے یا قصر کرنے کا کیا حکم ہوگا؟ (محمد عبداللہ، ملے پلی)

جواب:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص کہیں پندرہ دن ٹھہرے تو وہ پوری نماز پڑھے: " من أقام خمسة عشر يوما أتم الصلاة " (۲)؛ اس لئے احناف کے نزدیک اگر کسی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت ہو تو اس کو چار رکعت پڑھنی چاہئے اور اس سے کم قیام کی نیت ہے تو اسے مسافر کی طرح نماز ادا کرنی ہے، اب اگر انسان کا قیام اور سفر اس کے اپنے ارادہ پر موقوف ہے تب تو اس کا نیت کر لینا کافی ہے، اور اگر وہ اپنے قیام و سفر میں دوسرے کے تابع ہے اور اس کے حکم کا پابند ہے تو اس دوسرے شخص کی نیت معتبر ہوگی،

(۱) ہندیہ: ۱/ ۱۳۸

(۲) سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء في كم تقصر الصلاة ؟ حدیث نمبر: ۵۵۱

جیسے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر فوجی فوج کے ساتھ چل رہا ہو اور تنخواہ دار فوجی ہو تو کمانڈر کی نیت معتبر ہوگی، خود اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا:

" والجندی إنما یکون تبعا للأمیر ، إذا کان یرزق من الأمیر " (۱)

لہٰذا جماعت میں جانے والے لوگ اپنے امیر کے تابع ہوں گے، اگر مقامی ذمہ دار کے مشورہ سے انہوں نے کسی شہر میں پندرہ دن سے کم قیام کی نیت کر لی ہے تو وہ مسافر ہوں گے اور اگر مقیم امام کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کی تو چار رکعت والی نمازوں کو دو ہی رکعت پڑھیں گے، اور اگر امیر کی نیت پندرہ دن کے قیام کی ہے تو مقیم سمجھے جائیں گے۔

حالت سفر میں سنن ونوافل

سوال:- حالت سفر میں جب نماز قصر کے ساتھ ادا کی جاتی ہے تو اس وقت سنت ونفل نمازیں پڑھنی چاہئے یا وہ معاف ہیں؟ (عماد الدین، فتح دروازہ)

جواب:- شریعت میں مختلف حالات اور پیش آنے والی مشکلات کی بڑی رعایت کی گئی ہے، ایسی ہی رعایتوں میں سفر کو بھی شامل رکھا گیا ہے کہ اس میں چار رکعت والی نمازیں دو رکعت پڑھی جائیں گی، جہاں تک نوافل کی بات ہے تو ان کی ادائیگی حالت سفر میں بھی مستحب ہے اور حالت قیام میں بھی؛ البتہ سفر میں یہ رعایت ہے کہ سواری پر بیٹھے بیٹھے اشارہ کے ساتھ اور اگر سواری کا رخ قبلہ کی طرف نہ ہو تو بغیر استقبال قبلہ کے بھی ادا کی جاسکتی ہیں، رسول اللہ ﷺ حالت سفر میں اونٹنی کے اوپر ہی نماز تہجد ادا کیا کرتے تھے، سنن مؤکدہ کو اگرچہ کہ ادا کرنے کی گنجائش ہے؛ لیکن رعایت ہے کہ اگر چاہیں تو ادا کرلیں اور چاہیں تو نہ ادا کریں، یعنی کہا جاسکتا ہے کہ سفر کی حالت میں سنن مؤکدہ، مؤکدہ باقی نہیں رہتیں؛ البتہ افضل طریقہ کیا ہے؟

---

(۱) فتاوی ہندیة : ۱۴۲/۱

سنتوں کا ادا کر لینا یا نہ ادا کرنا، اس میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں، ایک رائے یہ ہے کہ فجر کی سنت ادا کر لیں، بقیہ سنتوں کو چھوڑ دیں، بعض حضرات نے مغرب کی سنت کا بھی اضافہ کیا ہے کہ اسے بھی ادا کر لینا چاہئے، اس حقیر کا رجحان جس رائے کی طرف ہے، وہ یہ ہے کہ اگر عارضی طور پر کہیں مقیم ہو جیسے ہوٹل یا مکان یا مسافر خانہ وغیرہ میں، تو سنتوں کو ادا کر لینا بہتر ہے اور اگر چلتی ہوئی حالت ہو، جیسے ٹرین یا جہاز وغیرہ میں ہو تو سنتوں کو ادا نہ کرنا بہتر ہے؛ کیوں کہ شریعت کی رخصت سے فائدہ اٹھانا بھی شریعت پر عمل کرنے کا ایک طریقہ ہے، یہی قول فقہاء حنفیہ میں علامہ ہندوانی کا ہے اور اسی طرف علامہ شامی کا رجحان بھی محسوس ہوتا ہے:

"... وقال الهندواني : الفعل حال النزول والترك حال السير الخ" (۱)

سفر میں نماز سے متعلق کچھ احکام

سوال:- (الف) کم از کم اور زیادہ سے زیادہ کتنے دنوں تک قصر برقرار رہے گا؟ (ب) اگر مسافر دو سو کیلو میٹر جا کر دس دنوں کے بعد وطن واپس ہوا اور آتے ہوئے ایسی جگہ ٹھہرا، جو وطن سے چالیس کیلومیٹر فاصلہ پر ہے تو کیا وہاں بھی نماز میں قصر کرے گا؟

(ایم، اے بشیر، پالونچہ)

جواب:- (الف) جب تک وطن واپس نہ آجائیں یا کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہر نہ جائیں قصر کرتے رہیں گے۔ (۲)

(ب) واپس آتے ہوئے جب تک اپنے شہر میں داخل نہ ہو جائے، وہ مسافر ہی رہے گا اور قصر کرتا رہے گا، اگر چالیس کیلومیٹر کے فاصلہ پر دس دن یا اس سے زیادہ اور پندرہ دن سے کم

---

(۱) رد المحتار: ۲/۶۱۳

(۲) کبیری: ۱/۵۳۹

قیام کی نیت سے ٹھہرا ہو تو شرعاً وہ سفر کی ہی حالت میں ہے اور ابھی اسے قصر ہی کرنا ہے۔(۱)

ٹرین میں نماز ادا کرنے کا طریقہ

سوال:- میرے مقام سے ملازمت کا فاصلہ ۷۵ رکلومیٹر ہے، عصر اور مغرب کا وقت ٹرین میں گزرتا ہے، دو نمازیں کس طرح ادا کریں؟ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر؟ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا چلتی ٹرین میں دشوار ہے، استقبال قبلہ کا کیا حکم ہوگا؟ ایسی صورت میں نماز کیسے ادا کریں اور کتنی رکعت پڑھیں؟ (فقیر احمد پاشا، گلبرگہ)

جواب:- نمازیں حتی المقدور اپنے وقت پر ادا کرنی چاہئیں، اس لیے آپ ان دونوں نمازوں کو ٹرین ہی میں ادا کریں، اگر ٹرین رکی ہوئی حالت میں ہو تب تو کھڑے ہو کر ہی نماز ادا کرنا ضروری ہے، اگر ٹرین چلتی ہوئی حالت میں ہو، مسافروں کو تکلیف میں ڈالے بغیر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی گنجائش ہو اور اس میں زیادہ مشقت نہ ہو، تو کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھنی چاہیے، لیکن اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں مشقت ہو، یا آپ کے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے مسافروں کو آمد و رفت میں دقت پیش آتی ہو، تو بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے، جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ نے کشتی میں نماز ادا کرنے کے بارے میں فرمایا ہے، ٹرین میں نماز پڑھتے ہوئے یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ گذرگاہ میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے؛ کیوں کہ گذرگاہ سے تمام لوگوں کا حق متعلق ہوتا ہے، اس لیے نماز کے لیے ٹرین میں ایسی جگہ کا انتخاب کرنا چاہئے جس سے گذرنے والوں کو دقت نہ ہو۔

استقبال قبلہ اگر ممکن ہو تو اس کی رعایت ضروری ہے، ٹرین میں عام طور پر استقبال قبلہ کے ساتھ نماز پڑھنا ممکن ہوتا ہے، اس لیے قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کریں، اگر کسی وجہ سے قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو، تو جس رخ پر نماز پڑھ سکتے ہوں، نماز ادا کرلیں، لیکن نماز قضاء

(۱) ہدایہ:۱/۱۳۹ (۲) ہندیہ:۱/۱۳۹

نہ ہو، اسی طرح اگر اندھیری شب ہونے کی وجہ سے قبلہ کا پتہ نہ چلتا ہو اور قبلہ معلوم کرنے کا کوئی اور ذریعہ بھی نہ ہو تو قلب کے رجحان پر عمل کریں، دل جس سمت میں قبلہ ہونے کی گواہی دے، اس طرف رخ کر کے نماز ادا کر لی جائے۔

فجر میں مسافر کی امامت

سوال:- ہماری مسجد میں جماعتیں آتی رہتی ہیں، اگر امام صاحب غیر حاضر ہوں تو لوگ فجر کی نماز میں جماعت میں سے کسی کو امام بنا دیتے ہیں، حالاں کہ مقیم لوگوں میں امامت کے اہل لوگ موجود ہیں۔ کیا یہ مناسب ہے؟ (قاری عبدالستار، بازار گھاٹ)

جواب:- فجر کی نماز چوں کہ دو ہی رکعت ہے، اس لئے اس میں مقیم اور مسافر کی نماز کا کوئی فرق نہیں، مقیم اور مسافر نمازیوں میں سے ایسے شخص کو امامت کے لئے آگے بڑھانا چاہئے جو احکام نماز سے زیادہ واقف ہو اور قرآن مجید بہتر طور پر پڑھ سکتا ہو، اگر جماعت میں آنے والے حضرات اس معیار کے اعتبار سے نماز پڑھانے کے زیادہ اہل ہوں تو ان کو آگے بڑھانا مناسب ہے اور اگر وہ اس کے اہل نہیں ہوں، مقیم حضرات میں کوئی زیادہ اہل ہو تو اسے بڑھایا جائے، یہ سب اس صورت میں ہے جب کہ مسجد کے مقررہ امام صاحب موجود نہ ہوں، اگر مقررہ امام موجود ہوں تو وہ امامت کا زیادہ حقدار ہے۔

سفر سے واپسی پر دعا

سوال:- عام طور پر سنت تو یہ ہے کہ سفر کے شروع میں دعائے سفر پڑھی جائے، لیکن کیا سفر سے واپسی پر بھی دعا پڑھنی چاہئے؟ اور اگر متعدد لوگ سفر کر رہے ہوں تو سبھوں کی طرف سے ایک شخص کا دعا پڑھ لینا کافی ہے یا ہر شخص کا الگ الگ دعا پڑھنا ضروری ہے؟ (محمد نصیر قریشی، بیگم پیٹ)

جواب:- (الف) رسول اللہ ﷺ جب سفر سے واپس آتے تھے تو اس وقت بھی بعض دعائیں پڑھا کرتے تھے، اسی سلسلہ کی ایک دعا مشہور محدث امام ترمذیؒ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

"آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون" (۱)

"ہم اپنی منزل پر واپس آنے والے، اللہ کے حضور توبہ کرنے والے اور اسی کی بندگی کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد و ستائش کرتے ہیں"

سفر سے واپسی پر ایک معمول یہ بھی تھا کہ پہلے آپ مسجد تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے۔(۲)

(ب) دعا دراصل انفرادی فعل ہے، یہاں تک کہ نماز میں بھی دعائیں ہر ایک کو انفرادی حیثیت میں پڑھنی ہوتی ہیں، اس لیے ہر شخص کو دعا پڑھنی چاہیے، ایک یا چند اشخاص کا سبھوں کی طرف سے دعا پڑھ لینا کافی نہیں۔

سفر کے دوران تلاوت قرآن مجید کا حکم

سوال:- دوران سفر قرآن مجید کی تلاوت کا کیا حکم ہے؟ کیا بہ آواز بلند بھی سفر کے درمیان تلاوت کی جا سکتی ہے؟

(فضل احمد، بہادر پورہ)

جواب:- قرآن مجید پیدل اور سوار دونوں حالتوں میں پڑھا جا سکتا ہے؛ اس لئے حالت سفر میں تلاوت قرآن میں کچھ حرج نہیں؛ بلکہ باعث اجر وثواب ہے؛ البتہ چند امور کا خیال رکھنا چاہئے، ایک تو ایسی جگہ جو نجاست وغیرہ کے لئے ہو، وہاں قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے:

---

(۱) ترمذي ، أبواب الدعاء :۱۸۳/۲

(۲) بخاري عن كعب بن مالك ؓ، حدیث نمبر :۳۰۸۸

" لم يكن ذلك الموضع معدا للنجاسة فإن كان يكره "(۱)

دوسرے جہاں لوگ دوسرے کاموں میں مشغول ہوں، وہاں قرآن شریف پڑھنے سے گریز کرنا چاہئے، تیسرے بازار میں اور لہو ولعب کی جگہ پر بھی قرآن کی تلاوت نہیں کرنی چاہئے:

" لا يقرأ جهرا عند المشتغلين بالأعمال في الأسواق وفي موضع اللغو " (۲)

ان امور کی رعایت کے ساتھ سفر میں قرآن مجید کی تلاوت کی جاسکتی ہے اور بہ آواز بلند بھی کی جاسکتی ہے۔

---

(۱) ہندیہ: ۳۱۶/۵

(۲) ہندیہ: ۳۱۶/۵

نماز جمعہ کا بیان

جمعہ کے دن موت

سوال:- عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ جس کی موت جمعہ کے دن ہو، اس پر عذاب قبر نہیں ہوتا ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟

(محمد اسماعیل، ملے پلی)

جواب:- یہ روایت ترمذی شریف میں ہے، حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

" ما من مسلم يموت يوم الجمعة أو ليلة الجمعة إلا وقاه الله فتنة القبر" (۱)

"جس مسلمان کی روز جمعہ، یا شب جمعہ موت واقع ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ قبر کی آزمائش سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں"

لیکن یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، خود امام ترمذیؒ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کی سند متصل نہیں ہے اور بعض واسطے حذف ہوگئے ہیں: "وليس إسناده بمتصل" مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے بھی یہی لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، (۲) مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اس روایت کے بارے میں بعض علماء کا نقطۂ نظر لکھا ہے کہ صرف

---

(۱) ترمذی، حدیث: ۱۰۷۴

(۲) العرف الشذی ۱/۳۵۶، ط: رحیمیہ دیوبند

جمعہ کے دن اور رات وہ عذاب سے محفوظ رہے گا، اگر مستحق عذاب ہو تو شب ہفتہ سے عذاب دیا جائے گا۔(۱) واللہ اعلم

شہر سے مراد

سوال:- حنفیہ کے یہاں جمعہ کی نماز گاؤں میں نہیں ہو سکتی؛ بلکہ شہر میں ہی ہو سکتی ہے، موجودہ دور میں شہر سے کیا مراد ہے جب کہ اب سڑکیں، بجلی وغیرہ گاؤں گاؤں پہنچ چکی ہیں؟

(حبیب الرحمان، نولی چوکی)

جواب:- حضرت علی ﷺ سے روایت ہے کہ جمعہ اور عیدین کی نماز شہر میں ہی ہونی چاہئے؛ لیکن شہر سے کیا مراد ہے؟ حدیث میں اس کی کوئی تفصیل منقول نہیں، فقہاء نے اپنے ذوق اور اپنے عہد کے معیار کے لحاظ سے شہر کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے، اسی لئے اس سلسلہ میں بہت سے اقوال ہیں، امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر آبادی کے تمام لوگ نماز پنج گانہ کی مساجد میں سے بڑی مسجد میں جمع ہو جائیں تو مسجد ان کے لئے ناکافی ہو جائے، ایسی آبادی کو شہر سمجھا جائے گا اور اس میں جمعہ وعیدین کی نماز ادا کی جائے گی، اکثر علماء اور ارباب افتاء نے اسی کو ترجیح دیا ہے:

" وعن أبي يوسف أن ما إذا اجتمعوا في أكبر مساجدهم للصلوات الخمس لم يسعهم وعليه فتوى أكثر الفقهاء ، وقال أبو شجاع : هذا أحسن ما قيل فيه ، وفي الولوالجية : وهو الصحيح " (۲)

نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے مسجد میں پنج وقتہ جماعت کی شرط نہیں

سوال:- ایک ایسی مسجد جہاں کہ پانچ وقت کی باجماعت

(۱) الکوکب الدری :۱/۳۲۵

(۲) البحر الرائق:۲/۲۴۶، نیز دیکھئے، بدائع الصنائع :۱/۵۸۵، فتح القدیر :۲/۲۴

نماز نہیں ہوتی ہے، جب کہ امام مقرر ہے، صرف امام اکیلا ہی نماز پڑھ لیا کرتے ہیں؛ البتہ جمعہ کے دن کچھ لوگ آجاتے ہیں تو کیا ایسی مسجد میں جمعہ پڑھنا درست ہے؟　(جمیل فیضان، مرشد آباد)

جواب:- کسی مسجد میں نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس مسجد میں نماز پنج وقتہ جماعت کے ساتھ ادا ہوتی ہو، فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر بادشاہ اپنے خدام کے ساتھ ایسے گھر میں جمعہ کی نماز پڑھ لے، جہاں عام لوگوں کو بھی اندر آنے کی اجازت ہو تو جمعہ کی نماز ادا ہو جائے گی، فتاوی ہندیہ میں ہے:

"السلطان إذا أراد أن يجمع بحشمه في داره ، فإن فتح باب الدار وإن أذن عاما جاز صلاته شهدها العامة أو لم يشهد" (۱)

تو جب عام جگہوں میں نماز جمعہ درست ہے تو ایسی مسجد میں تو بدرجہ اولی درست ہوگی۔

درگاہ کی مسجد میں جمعہ

سوال:- ہمارے علاقہ میں ایک درگاہ ہے، جس میں ایک مسجد ہے، اس کے اندر صرف جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے اور ہر جمعہ کم از کم پندرہ افراد اور زیادہ سے زیادہ تیس افراد ہوتے ہیں، کیا ایسی جگہ پر نماز پڑھنا اور پڑھانا درست ہے؟ (حافظ طاہر، متھیلی)

جواب:- اگر اس جگہ بنیادی ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہوں یا وہاں کی نسبتاً بڑی مسجد میں سارے لوگ جمع ہوں اور وہ مسجد ناکافی ہو جائے تو پھر اس علاقہ میں اور درگاہ کی اس مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا درست ہے؛ کیوں کہ احناف نے بڑے گاؤں (قریہ کبیرہ) کی جو تعریفیں کی ہیں، ان میں سے ان دونوں کو علماء نے ترجیح دی ہے، نیز ہندوستان کے علماء اور ارباب افتاء کا رجحان ہے کہ کسی جگہ پہلے سے نماز جمعہ ہوتا آیا ہو تو اسے روکا نہ جائے؛

(۱) فتاوی هندیه ۱۴۸/۲:

کیوں کہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے، اس کے علاوہ ایک اہم مصلحت یہ بھی ہے کہ آج کل جمعہ کے اہتمام سے دعوتی مصلحت بھی متعلق ہے: کیوں کہ اس سے مسلمانوں میں اپنے مسلمان ہونے کا احساس باقی رہتا ہے اور وہ فتنۂ ارتداد سے بچے رہتے ہیں؛ لہٰذا آپ کا وہاں نماز جمعہ پڑھنا اور پڑھانا درست ہے۔

منبر کی نئی وضع

سوال:- ہماری مسجد میں منبر عرب ممالک کی مساجد کی طرح بنایا گیا ہے، یعنی اس کی سیڑھیاں محراب کے اندر سے ہیں، سیڑھیاں ختم ہونے کے بعد ایک اسٹیج ہے، جس میں مصلیوں کی جانب ایک محراب نما کمان ہے، امام ان سیڑھیوں سے ہو کر اس دریچہ میں جا کر کھڑا ہوتا ہے، اور اس میں خطبہ دیتا ہے، جب کہ عام مساجد میں جو محراب ہے اس کی نوعیت الگ ہے، کیا مذکورہ منبر خلاف سنت تو نہیں ہے؟ (سعید بن علی، کریم نگر)

جواب:- منبر کا مقصد یہ ہے کہ خطیب کی جگہ اونچی ہو؛ تاکہ سامعین سے خطاب کرنے میں سہولت ہو؛ اسی لیے جب تک منبر نہیں بنا تھا، رسول اللہ ﷺ کھجور کے ایک تنے کے سہارے سے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، پھر جب رسول اللہ ﷺ کا منبر مبارک بنا تو وہ تین سیڑھیوں پر مشتمل تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ پوری تفصیل موجود ہے۔ (۱) پھر مختلف ادوار میں منبر کی شکلیں بدلتی رہیں، اس دور میں سلف صالحین موجود تھے لیکن تبدیل شدہ وضع پر ان کا معترض ہونا منقول نہیں، اس لیے منبر کی مذکورہ شکل بھی جائز ہے، البتہ بہتر اور سنت سے قریب وہ صورت ہے جو ہندوستان میں عام طور پر مروج ہے، جس میں منبر تین سیڑھیوں کا ہوتا ہے، اور خطیب سامنے سے منبر پر چڑھتا ہے۔

---

(۱) دیکھئے: مجمع الزوائد: ۲/۱۰۲

قبل از وقت جمعہ کی اذان

سوال:- آج کل کے موسم کے لحاظ سے ظہر کا وقت بارہ بج کر چالیس منٹ پر شروع ہوتا ہے اور جمعہ کے دن بہت سی مساجد کے اندر بارہ بج کر تیس منٹ پر جمعہ کی اذان ہو جاتی ہے، تو اس صورت میں اذان کو دوہرانا ضروری ہوگا یا ضروری نہیں؟

(محمد رفیق، کورٹلہ)

جواب:- اذان کا مقصد اس بات کی اطلاع دینا ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو چکا ہے؛ اس لیے ضروری ہے کہ اذان وقت شروع ہونے کے بعد دی جائے اور یہی عہد نبوی سے متوارث عمل رہا ہے، اگر قبل از وقت دے دی گئی تو یہ کافی نہیں، وقت شروع ہونے کے بعد دوہرانا چاہیے، یہ حکم تمام ہی نمازوں کے لیے ہے:

"حتی لو أذن قبل دخول الوقت لا یجزیه ویعیده إذا دخل الوقت فی الصلوات کلها في قول أبي حنیفة ومحمد رحمهما الله" (۱)

خطبۂ جمعہ سے پہلے کی اذان

سوال:- جمعہ کے خطبہ سے پہلے کی اذان کب سے شروع ہوئی اور اس کی مصلحت کیا ہے؟ (محمد مصلح الدین، انجن باؤلی)

جواب:- خطبہ شروع کرنے کے وقت جو اذان دی جاتی ہے، وہ حضور ﷺ کے زمانہ ہی سے ہے، رسول اقدس ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ابتدائی عہد میں جمعہ کی یہی ایک اذان ہوا کرتی تھی، حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے:

"سمعت السائب بن یزید یقول: إن الأذان یوم

---

(۱) بدائع الصنائع: ۱/۳۸۱

الجمعة كان أوله حين يجلس الإمام يوم الجمعة

على المنبر في عهد رسول الله ﷺ وأبي بكر ﷺ

وعمر ﷺ ... " (۱)

البتہ جمعہ کا وقت شروع ہوتے ہی جو پہلی اذان دی جاتی ہے، وہ حضور ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کے دور میں نہیں دی جاتی تھی، حضرت عثمان غنی ﷺ نے اس اذان کا اضافہ کیا اور صحابہ ﷺ نے اس سے اتفاق کیا؛ کیوں کہ ان کا اس عمل پر خاموش رہنا اور کوئی نکیر نہیں کرنا اجماع و اتفاق کی دلیل ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ منورہ کا شہر اب نسبتاً پھیل گیا تھا، آبادی زیادہ ہوگئی تھی اور یوں تو مدینہ میں کئی مسجدیں تھیں؛ لیکن جمعہ کی نماز مدینہ اور اس کے مضافات کے لوگ مسجد نبوی ہی میں پڑھا کرتے تھے؛ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ کچھ پہلے لوگوں کو متنبہ کردیا جائے اور جمعہ کے سلسلہ میں اعلان ہوجائے، یہی وجہ ہے کہ یہ اذان مسجد نبوی سے باہر بازار میں ''زوراء'' نامی مقام پر دی جاتی تھی:

" فلما كان في خلافة عثمان ﷺ وكثروا أمر

عثمان ﷺ يوم الجمعة بالأذان الثالث ، فأذن به

على الزوراء ، فثبت الأمر على ذلك " (۲)

اسی لئے خطبہ کے وقت دی جانے والی اذان کے علاوہ دوسری اذانوں کو مسجد سے باہر دینا افضل ہے، اس مقصد کے لئے مسجد کے ساتھ اذان خانے بھی بنائے گئے اور ان میناروں سے اذان دینے کا رواج شروع ہوا، اب لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے ایسے اذان خانوں کی ضرورت باقی نہیں رہی؛ لیکن عام طور پر مسجد سے متصل خارج مسجد اذان دینے کا کمرہ ہوتا ہے، اور اس سے اذان دی جاتی ہے، اس سے وہ مصلحت بھی حاصل ہوجاتی ہے، جو بازار میں اذان دلوانے کی تھی اور لوگوں تک آواز بھی اچھی طرح پہنچ جاتی ہے۔

---

(۱) صحيح البخاري ، حدیث نمبر: ۹۱۶

(۲) حوالہ سابق

منبر کے سامنے جمعہ کی اذان ثانی

سوال:- کیا مسجد کے اندر منبر کے سامنے جمعہ کی اذان ثانی دینی چاہئے؟ (عبدالسلام، بیدر)

جواب:- جی ہاں، منبر کے سامنے اذان دینی چاہئے، سلف صالحین کے دور سے یہی متوارث طریقہ ہے۔

"وإذا صعد الإمام المنبر وأذن المؤذن بين يدي المنبر بذلك جرى التوارث" (۱)

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اسی طرح اذان دی جاتی تھی:

"كان يؤذن بين يدي رسول الله إذا جلس على المنبر يوم الجمعة" (۲)

جمعہ کی اذان ثانی کا جواب

سوال:- جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ جواب دیتے ہیں اور بعض لوگ اس سے منع کرتے ہیں۔ (عبدالخبیر، اورنگ آباد)

جواب:- خطیب جب منبر پر بیٹھ چکا ہو تو اس کے لئے تو جواب دینے کی اجازت ہے؛ چنانچہ حضرت معاویہ ﷺ نے اپنے زمانہ خلافت میں منبر پر بیٹھے ہوئے مؤذن کی اذان کا جواب دیا ہے: (۳) لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کے درمیان ہر طرح کے کلام سے منع فرمایا ہے، یہاں تک کہ نماز اور ذکر سے بھی، اور بعض روایتوں میں منقول ہے کہ جب خطیب

---

(۱) فتح القدير :۱/۴۲۱

(۲) أبو داؤد عن سائب بن يزيد :۱/۴۶۴

(۳) دیکھئے: بخاری: ۹/۳۰۹، عن ابی امامة بن سهل بن حنيف

نکلے تو پھر نہ نماز پڑھی جائے نہ گفتگو کی جائے؛ اس لئے عام طور پر فقہائے احناف نے زبان سے جواب دینے کو منع کیا ہے، مشہور فقیہ علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

" وینبغي أن لا یجیب بلسانه اتفاقا في الأذان بین یدي الخطیب " (۱)

جب خطیب کے سامنے اذان دی جائے تو زبان سے جواب نہیں دینا چاہئے، اس پر اتفاق ہے؛ لہٰذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جمعہ کی دوسری اذان کا جواب زبان سے دینے کے بجائے دل ہی دل میں دیا جائے ۔

جمعہ کی اذانِ ثانی کے بعد دعا

سوال:- جمعہ کے روز خطیب صاحب کا بیان ختم ہوتے ہی خطبہ کے شروع میں جو اذان دی جاتی ہے، کیا اس اذان کے بعد اذان کی دعا پڑھنی چاہیے؟ (محمد وسیم قریشی، بیگم پیٹ)

جواب:- خطبہ شروع ہونے کے بعد کسی بھی چیز کے پڑھنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے، اور خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے؛ اس لیے اس موقع پر دعا نہیں کرنی چاہئے؛ چنانچہ فقہاء نے زبان سے اذان کا جواب دینے سے بھی منع کیا ہے:

" و في المجتبی : إذا سمع الأذان لا یجیب في الصلاة و استماع خطبة الجمعة ... " (۲)

کاروبار بند کرنے میں کس مسجد کا اعتبار ہے؟

سوال:- میں ہوٹل چلاتا ہوں اور میرے قرب و جوار میں دو تین مسجدیں ہیں، ہر جگہ سے اذان جمعہ کی آواز آتی ہے؛ لیکن ان مسجدوں میں اذان اور نماز کے اوقات الگ الگ ہیں، تو اذان

(۱) در مختار ۱/۳۹۹ (۲) البحر الرائق ۱/۲۵۴

کے بعد جو کاروبار کو بند کردینے کا حکم ہے، ہمارے لئے اس میں کس
مسجد کی اذان کا اعتبار ہوگا؟ (محمد محسن حیدر، چپل مارکٹ)

جوابؒ:- اذان کے ساتھ ہی کاروبار کے بند کرنے کا حکم اسی لئے دیا گیا ہے کہ آپ خطبہ شروع ہونے سے پہلے مسجد میں پہونچ جائیں، خطبہ بھی سنیں اور نماز بھی ادا کریں؛ بلکہ آج کل بہت سی مسجدوں میں خطبہ سے پہلے کچھ دیر اصلاحی باتیں بھی ہوتی ہیں، ان کا سننا بھی بہت مفید ہے؛ اس لئے جس مسجد میں آپ کا نماز ادا کرنے کا ارادہ ہو، اس مسجد کا اعتبار ہوگا؛ تاکہ خطبہ میں شرکت کا مقصد حاصل ہو جائے۔

اردو زبان میں خطبۂ جمعہ اور منبر پر اردو خطاب

سوالؒ:- ہمارے محلہ کی مسجد میں ہر جمعہ کو تقریر ہوتی ہے، ایک صاحب جمعہ کے دن مختلف عنوانات پر تقریر کرتے رہتے ہیں، یہ موصوف پہلا خطبہ دینے کے بعد اسی منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہیں اور اس کے بعد دوسرا خطبہ دیتے ہیں، کیا اس طرح منبر سے تقریر کرنا مناسب بات ہے، چوں کہ عربی زبان کے علاوہ کسی زبان میں خطبہ دینا مکروہ ہے، تو کیا اس طرح منبر سے اردو میں تقریر کرنا درست ہوگا؟ (محمد خواجہ، ورنگل)

جوابؒ:- رسول اللہ ﷺ نے عربی زبان میں خطبہ دیا ہے، آپ ﷺ کا عربی میں خطبہ دینا اس بناء پر تھا کہ آپ ﷺ کی اور سامعین کی زبان عربی تھی، یا اس بناء پر کہ عربی ہی میں خطبہ دینا ضروری ہے؟ اس میں فقہاء کے دو نقاط نظر رہے ہیں، بعض فقہاء نے اسے ایک اتفاقی واقعہ سمجھا ہے کہ چوں کہ آپ ﷺ کے اور سامعین کے لئے اس زمانہ میں عربی زبان ہی قابل فہم تھی؛ اس لئے آپ ﷺ نے عربی میں خطبہ ارشاد فرمایا، اگر کسی جگہ سامعین کسی اور زبان کو بولتے اور سمجھتے ہوں تو وہاں اس زبان میں خطبہ دینے کی گنجائش ہوگی، امام ابوحنیفہؒ کا ایک قول یہی ہے، دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ آپ ﷺ کا عربی زبان میں خطبہ دینا حکم شرعی کے طور پر تھا؛

اس لئے ضروری ہے کہ عربی زبان ہی میں خطبہ دیا جائے ، یہی رائے راجح ہے ؛ اس لئے جو صورت آپ نے لکھی ہے ، اگرچہ خطبہ اس میں بھی ہوجاتا ہے ؛ لیکن یہ مناسب نہیں ہے ، اس کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ خطبہ طوال مفصل (یعنی بروج تا حجرات) کی سورتوں میں سے کسی سورت کے بقدر رہنا چاہئے ، فقہاء نے اس سے زیادہ لمبے خطبہ کو مکروہ لکھا ہے۔

" وتكره زيادتهما على قدر سورة من طوال المفصل " (۱)

اور جب خطبہ کے ساتھ اردو خطاب بھی ہوگا تو ظاہر ہے کہ وہ طویل ہوگا ؛ ہاں اس میں کوئی حرج نہیں کہ خطبہ سے پہلے اردو زبان میں خطاب کردیا جائے ؛ تاکہ عمل نبوی کی مکمل اتباع بھی ہوجائے اور دعوت وتذکیر کا مقصد بھی حاصل ہوجائے —— البتہ اگر خطبہ اردو زبان میں نہ ہو ، لیکن خطبہ سے پہلے یا نماز کے بعد یا کسی اور موقع پر منبر پر بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر اردو میں بات کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ، ایسا نہیں ہے کہ منبر پر عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں گفتگو کرنے کی ممانعت ہو۔

خطبۂ جمعہ سے پہلے بیٹھ کر خطاب

سوال :- جمعہ میں تقریر و بیان جوان خطیب منبر یا کرسی پر بیٹھ کر کرسکتا ہے یا نہیں ؟ یا کھڑے ہوکر ہی بیان کرنا ضروری ہے ؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ کھڑے ہوکر ہی کرنا ضروری ہے ؟

(اخلاق احمد قاسمی ، کٹھیار)

جواب :- تقریر و بیان کی حیثیت خطبہ کی نہیں ؛ بلکہ عمومی نصیحت وتذکیر کی ہے ، اس لئے کرسی پر یا منبر پر بیٹھ کر بیان کرنے میں حرج نہیں ، گو بیان کرنے والا جوان ہو ، بوڑھا اور معذور نہ ہو ، جو افعال عبادت کے درجہ میں ہیں ، اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو حالت قیام میں کرنے کا حکم دیا ہے یا حالت قیام میں ان کا انجام دینا منقول ہے ، ان میں قیام ضروری ہے اور بلا عذر بیٹھ جانا مناسب نہیں۔

---

(۱) رد المحتار : ۲۰/۳

اذان اور خطبہ کے درمیان فصل

سوال:- شہر کی ایک مسجد میں اذان ایک بجے ہوتی ہے اور خطبہ ڈھائی بجے شروع ہوتا ہے، کیا یہ عمل صحیح ہے؟ شرعی احکام کے مطابق اذان اور خطبہ میں کتنا فصل مناسب ہے؟

(عبداللہ یاسر، ملے پلی)

جواب:- حیدرآباد میں ایک بجے ہر موسم میں وقت شروع ہوجاتا ہے، اسی طرح ڈھائی بجے ہر زمانہ میں ظہر کا وقت باقی رہتا ہے؛ اس لئے وقت کے اعتبار سے تو یہ عمل درست ہے ہی، جہاں تک پہلی اذان اور خطبہ کے درمیان فاصلہ کی بات ہے تو اس سلسلہ میں عام طور پر فقہاء نے کوئی صراحت نہیں کی ہے، اتنا وقت دیا جانا مناسب ہے کہ محلہ کے لوگ ضروریات پوری کر کے اپنے گھر سے چل کر مسجد تک پہونچ جائیں، اگر اس مسجد میں یہی معمول ہو اور لوگ اس کے مطابق مسجد میں آیا کرتے ہوں، تو اس طویل فصل میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے؛ البتہ دوسری اذان اور خطبہ کے درمیان فصل نہیں ہونا چاہئے؛ کیوں کہ یہ متوارث طریقہ کے خلاف ہے، فقہاء کی عبارتوں سے بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ دوسری اذان خطبہ دینے والے شخص کے منبر پر بیٹھنے کے بعد ہو اور اس کے بعد خطبہ شروع ہوجائے۔

خطبہ کے دوران کس طرح بیٹھے؟

سوال:- جس طرح تشہد کی حالت میں بیٹھتے ہیں، کیا جمعہ کے خطبہ میں اسی طرح بیٹھنا چاہئے؟ یا کسی بھی طرح بیٹھ سکتے ہیں؟

(حمید الرحمن، گلبرگہ)

جواب:- خطبہ چوں کہ بعینہ نماز نہیں، اس لئے نماز ہی کی ہیئت پر بیٹھنا ضروری نہیں، جیسی سہولت ہو اور اس کی بیٹھک سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے، بیٹھ سکتے ہیں، آلتی پالتی بیٹھنے، یا گوٹ مار کر، یا جیسے سہولت ہو، البتہ قعدہ کی سی بیٹھک بہتر ہے، فتاوی عالمگیری میں اس

مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

" إن شاء جلس محتبيا أو متربعا أو كما تيسر ... و يستحب أن يقعد فيها كما يقعد في الصلوة " (۱)

اگر جمعہ میں ایک ہی خطبہ دے؟

سوال:- جمعہ میں اگر بلا توقف ایک ہی مرتبہ میں پورا خطبہ دے دیا جائے، درمیان میں بیٹھا نہیں جائے، تو یہ خطبہ کافی ہو جائے گا یا نہیں؟ (محمد خلیل احمد، ایڈوکیٹ، حیدرآباد)

جواب:- دو خطبہ دینا مسنون ہے، اور یہ بھی مسنون ہے کہ ان دونوں کے درمیان تین آیات کی تلاوت کی مقدار بیٹھا جائے:

" ويخطب خطبتين ، يفصل بينهما بقعدة ، به جرى التوارث " (۲)

البتہ دونوں خطبے ضروری نہیں، کم سے کم ایک خطبہ شرط ہے، اگر ایک ہی خطبہ پر اکتفاء کرے، تو خطبہ ادا ہو جائے گا اور نماز جمعہ درست ہو جائے گی، البتہ ترک سنت کا گناہ ہوگا:

" ويسن خطبتان خفيفتان ، وفي الرد : لا ينافي ما مر من أن الخطبة شرط ، لأن المسنون هو تكرارهما مرتين ، والشرط إحداهما ، وفي الدر : تاركها (الجلسة بينهما) مسيئ على الأصح " (۳)

---

(۱) فتاوی هنديه ۱۴۸/۱

(۲) الهدايه ۱/۱۱۱، صلاة الجمعة ، ط: ایچ ایم سعید

(۳) ردالمحتار ۳/۲۰، باب الجمعة

جمعہ کے دونوں خطبوں کے درمیان دعا

سوال:- جمعہ کے دن ایک وقت دعاء کی قبولیت کا ہے، جیسا کہ علماء کرام بتاتے ہیں، بہت سے لوگ اس وقت کی تلاش میں دو خطبہ کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتے ہیں؛ کیوں کہ اس وقت خطیب خاموش رہتا ہے، بعض لوگ اس وقت دعاء کرنے سے منع کرتے ہیں، اس مسئلہ میں صحیح طریقہ کیا ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

(مبین احمد، تاڑبن)

جواب:- یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ میں ایک ساعت اجابت کا ذکر فرمایا ہے، جو قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے، اور ان شاء اللہ اس وقت جو بھی دعاء کی جائے گی، قبول ہوگی، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے خطبہ کے لئے بیٹھنے سے لے کر نماز جمعہ ختم ہونے تک کا وقت دعاء کی قبولیت کا وقت ہے، اور فقہاء نے اسی کو زیادہ صحیح قول قرار دیا ہے، (۱) دوسری طرف پورے خطبہ کے درمیان گفتگو اور ذکر وغیرہ سے منع کیا گیا ہے، جس میں دونوں خطبوں کے درمیان کا وقفہ بھی شامل ہے؛ اس لئے اگر زبان سے دعاء کرنی ہو تو خطبہ ختم ہونے اور اقامت شروع ہونے کے درمیان جو مختصر سا وقفہ ہوتا ہے، اس میں دعاء کر لی جائے، اور اگر یہ وقت کافی نہ ہو تو دل ہی دل میں دعاء کر لے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ دل کی آواز بھی سنتے ہیں:

"فيسن الدعاء بقلبه لا بلسانه ؛ لأنه مأمور بالسكوت" (۲)

خطبۂ جمعہ کے درمیان سنت کی ادائیگی

سوال:- خطبۂ جمعہ شروع ہونے کے بعد کیا سنت پڑھنا درست ہے؟ اور خطبۂ جمعہ سے پہلے جو بیان کیا جاتا ہے، کیا وہ بھی

---

(۱) درمختار مع الرد :۳/۴۲-۴۳ (۲) رد المحتار :۳/۴۲

خطبہ میں شمار ہوگا؟ (خالد اقبال، ناندیڑ)

جواب:- حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ جوں ہی امام خطبہ کے لئے نکلتا ہے، اس وقت سے ہی یہ حضرات نماز اور گفتگو کو ناجائز سمجھتے تھے: " کانوا یکرھون الصلاۃ والکلام بعد خروج الإمام " (۱)؛ اس لئے خطبہ شروع ہونے کے بعد تحیۃ المسجد یا جمعہ کی سنت نہیں پڑھنی چاہئے، ایک روایت حضرت سلیک غطفانیؓ کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو خطبہ کے درمیان دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا، (۲) لیکن یہ ایک استثنائی واقعہ ہے؛ کیونکہ حدیث میں یہ بات بھی آئی ہے کہ جب تک وہ دو رکعت پڑھتے رہے، آپ ﷺ خطبہ سے رکے رہے، (۳) پس یہ بات درست نہیں کہ خطیب خطبہ دینے میں مشغول ہو اور لوگ نفل پڑھنے میں مصروف ہوں، یہ آداب خطبہ کے خلاف ہے۔

خطبہ سے پہلے اردو زبان میں جو بیان ہوتا ہے، وہ خطبہ کے حکم میں نہیں ہے، بیان کے دوران نماز پڑھی جاسکتی ہے؛ البتہ چونکہ ان بیانات کی بڑی افادیت ہے اور اصلاح نفس میں ان بیانات سے بڑا نفع ہوتا ہے؛ اس لئے چاہئے کہ بیانات سے پہلے ہی سنت ادا کرلیں، اور اگر بیان و خطبہ کے درمیان سنت کے لئے وقت دیا جائے تو توجہ کے ساتھ سنیں اور وقفہ میں سنت ادا کریں۔

سنت جمعہ کے درمیان سماعت خطبہ کے لئے سنت کو چھوڑ دینا

سوال:- اگر کوئی شخص سنت مؤکدہ پڑھ رہا ہو اور جمعہ کا خطبہ شروع ہو جائے تو کیا خطبہ واجب ہونے کی وجہ سے سماعت

---

(۱) نصب الرایۃ بحوالہ المصنف لابن أبی شیبۃ: ۲۰۲/۲

(۲) دیکھئے: سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۱۱۱۶، باب إذا دخل الرجل و الإمام یخطب

(۳) نصب الرایۃ: ۲۰۳/۲

خطبہ کے لئے سنت کو چھوڑ دینا چاہئے یا سنت کو پورا کرنا چاہئے؟

(عبدالحمید اطہر، عنبر پیٹ)

جوارب:- سنت شروع کرنے کے بعد خطبہ شروع ہو تو صحیح یہی ہے کہ سنت کو پورا کرے اور توڑے نہیں:

"إذا شرع في الأربع قبل الخطبة ثم افتتح الخطبة ... تكلموا فيه و الصحيح أنه يتم و لا يقطع" (۱)

خطبۂ جمعہ میں شریک نہ ہونا

سوال:- میرا دفتر مسجد کے قریب ہے، جمعہ کے دن ہم سب لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے مسجد جاتے ہیں، لیکن دفتر کے کاموں کی کثرت کو دیکھتے ہوئے کوشش کرتے ہیں کہ نماز شروع ہونے کے وقت مسجد پہنچیں، یعنی یا تو مکمل خطبہ چھوٹ جاتا ہے، یا اس کا بڑا حصہ، کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ (عبدالصمد صدیقی، بچی باؤلی)

جوارب:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر وہ آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے جاتے ہیں، جو شخص جمعہ کا وقت شروع ہونے کے بعد مسجد میں آجاتا ہے، اس کی مثال (اجر کے اعتبار سے) اونٹ کی قربانی دینے والے کی ہے، اس کے بعد آنے والا گائے کی قربانی دینے والے کے مماثل ہے، اس کے بعد آنے والا گویا مینڈھے کی قربانی دیتا ہے، جو اس کے بعد آئے، اس نے گویا مرغی صدقہ کیا، اس کے بعد آنے والے نے گویا انڈا صدقہ کیا، پھر جب امام خطبہ کے لئے نکلتا ہے، تو فرشتے اپنے صحیفے لپیٹ لیتے ہیں، اور خطبہ سننے لگتے ہیں۔ (۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ خطبہ میں شریک نہیں ہوتے ہیں، فرشتوں کے

---

(۱) البحر الرائق: ۲/۲۷۱

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۹۲۹، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۵۰، عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

یہاں اجر پانے والوں کی فہرست میں ان کا نام نہیں آپاتا ہے، اس سے بڑی محرومی اور کیا ہوسکتی ہے؟ خطبہ ہی کی وجہ سے ظہر کی چار رکعت کے بجائے جمعہ میں دو رکعت رکھی گئی ہیں، پس خطبہ میں شریک نہ ہونا گویا دو رکعت سے اپنے آپ کو محروم کرنا ہے؛ اس لئے آپ اور آپ کے احباب اپنے اس معمول میں تبدیلی پیدا کریں، اور خطبہ سے پہلے مسجد میں آیا کریں، تاہم اگر کوئی خطبہ میں شریک نہ ہو اور نماز میں شریک ہوگیا، تب بھی نماز جمعہ ادا ہو جاتی ہے۔(۱)

خطبۂ جمعہ اور اقامت کے درمیان بات چیت

سوال:- جمعہ کا خطبہ ختم ہونے اور اقامت کہے جانے کے درمیان پڑوسی سے بات کرنا یا دعاء کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مجھے ایک عالم صاحب نے کہا کہ اس وقت بھی خاموش رہنا ضروری ہے۔

(فائز الدین، گلبرگہ)

جواب:- خطبہ اور اقامت کے درمیان دنیوی بات چیت کرنا مکروہ ہے، اس سے بچنا چاہئے، دینی گفتگو کرنا جائز ہے، جیسے مسئلہ بتانا، ذکر کرنا، دعاء کرنا، وغیرہ:

" فإذا أتم أقيمت ويكره الفصل بأمر الدنيا ...
أما نهي عن منكر أو أمر بمعروف فلا " (۲)

جن عالم صاحب نے خاموش رہنے کو ضروری قرار دیا ہے، ان کا مقصد بھی یہی ہوگا کہ درمیان میں دنیوی گفتگو نہیں کی جائے۔

طویل نماز اور مختصر خطبہ

سوال:- جمعہ کے دن خطبہ طویل اور نماز مختصر ہونی چاہیے، یا خطبہ مختصر اور نماز طویل، نیز یہ بھی وضاحت کریں کہ جمعہ کے بعد

---

(۱) دیکھئے: الدر المختار مع الرد ۳/۵۱۵-۵۱۴

(۲) رد المحتار ۱/۷۷

دعا مختصر ہونی چاہیے یا طویل؟ (فہیم الدین، مہدی پٹنم)

جواب:- حضرت واصل بن حبان ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کا طویل ہونا اور خطبہ کا مختصر ہونا فہم دین کی علامت ہے ؛ لہذا نماز طویل پڑھو اور خطبہ مختصر دو۔ (۱) اسی حدیث کی روشنی میں فقہاء نے بھی جمعہ کے خطبہ کو بمقابلہ نماز کے مختصر رکھنے کو کہا ہے ؛ (۲) اس لیے خطبہ بمقابلہ نماز کے مختصر ہونا چاہیے اور نماز جمعہ نسبتاً طویل ؛ لیکن اتنی طویل بھی نہیں کہ لوگ اکتا جائیں اور دشواری میں مبتلا ہو جائیں — جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں دعا مختصر کرنی چاہیے ؛ چونکہ جمعہ کے بعد بھی سنت ادا کی جاتی ہے ؛ اس لیے اس موقع پر بھی مختصر دعا کرنی چاہئے۔

سلام اور دعا کے درمیان چندہ

سوال:- ہمارے گاؤں لوناواڑہ ضلع پنچ محل کی چند مساجد میں چند مہینوں سے گاؤں کی کمیٹی کی طرف سے چندہ کی ایک عجیب شکل شروع ہوئی ہے ، جو بظاہر مناسب نہیں معلوم ہوتی ، وہ شکل یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے سلام کے بعد متصلاً ہر صف میں ایک ایک آدمی ٹوکری لئے پھرتا ہے ، اور اس دوران مصلی حضرات دعا کا انتظار کرتے ہیں بعض تسبیح میں مشغول ہوتے ہیں ، چند منٹوں کے بعد امام صاحب دعا کراتے ہیں ، کیا چندہ کی یہ شکل صحیح ہے؟

(غلام محمد فلاحی ، لوناواڑہ ، گجرات)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دینی مقاصد کے لئے یا محتاج مسلمانوں کی مدد کی غرض سے مسجد نبوی میں چندہ کرنا ثابت ہے ؛ اس لئے اگر مسجد کے نظم و نسق اور اس کی ضروریات کے لئے سلام اور دعا کے درمیان چند منٹ میں اس طرح تعاون کی رقم وصول کر لی

---

(۱) صحیح مسلم ، باب تخفیف الصلوۃ حدیث: ۲۰۰۹

(۲) دیکھئے: بدائع الصنائع ۱: ۵۹۲

جائے تو کوئی حرج نہیں، سلام کے ساتھ ہی نماز مکمل ہو جاتی ہے، نماز کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے وہ نماز کا جز نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ مستحب ہے اور نماز سے اس کا اتصال ضروری نہیں، لہذا اگر اس کی وجہ سے نماز اور دعا کے درمیان چند منٹ کا وقفہ ہوتا ہو تو کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ شور وغل اور کسی پر تعاون کے لئے جبر و دباؤ نہ ہونا چاہئے۔

جمعہ سے پہلے اور بعد چار رکعتیں

سوال:- ایک صاحب کا کہنا ہے کہ نماز جمعہ سے پہلے یا اس کے بعد چار رکعت سنت نہیں ہے، نیز رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین ﷺ کے عہد میں یہ نہیں پڑھی جاتی تھی، جب حضرت معاویہ ﷺ فرمانروا ہوئے تب بعض صحابہ ﷺ پڑھنے لگے؛ کیوں کہ وہ حضرت معاویہ کی امامت کو برحق نہیں جانتے تھے، اور چوں کہ جمعہ کے لئے سلطان کی اجازت ضروری ہے، ورنہ نماز ظہر پڑھی جائے گی؛ اس لئے احتیاطا چار رکعت نماز ظہر ادا کیا کرتے تھے، اس سلسلہ میں وضاحت کریں۔ (ابو منصور قریشی، نامپلی)

جواب:- یہ کہنا درست نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین ﷺ کے زمانہ میں نماز جمعہ کے ساتھ چار رکعت نہیں پڑھی جاتی تھی؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی؛ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص جمعہ کی نماز پڑھے تو نماز جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھ لیا کرے: "إذا صلى أحدكم الجمعة فليصل بعدها أربعا" (۱) — حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ کی روایت میں خود رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد ایک ہی سلام سے چار چار رکعت پڑھا کرتے تھے:

---

(۱) مسلم، باب الصلاة بعد الجمعة، حديث نمبر: ۸۸۱

"یرکع قبل الجمعه أربعا وبعدها أربعة لا یفصل بینهن" (۱)

یہ بھی کہنا درست نہیں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو صحابہ رضی اللہ عنہم باطل سمجھتے تھے؛ کیوں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح ہو جانے کے بعد تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ رضی اللہ عنہ کی امارت پر اتفاق ہو گیا تھا؛ اس لئے یہ کہنا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی امارت کو برحق نہ سمجھنے کی وجہ سے احتیاطاً نماز ظہر ادا کرتے تھے، زیادتی پر مبنی ہے اور خلاف واقعہ بات ہے۔

جمعہ کے بعد کی سنت کا ثبوت

سوال:- میرے ایک دوست کا کہنا ہے کہ جمعہ کے بعد کوئی سنت نہیں ہے، بعض صحابہ نے نماز جمعہ کے بعد چار رکعت ضرور پڑھی ہے، لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت معاویہ کی امارت کو درست نہیں سمجھتے تھے اور جمعہ امیر یا اس کے نائب کی اقتداء میں ادا کیا جاتا ہے؛ اس لئے وہ جماعت سے جمعہ پڑھنے کے بعد بطور احتیاط کے چار رکعت ظہر کی نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے، یہ بات کہاں تک درست ہے؟ (محمد عبدالرحیم، نامپلی)

جواب:- یہ کہنا بالکل غلط ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خود حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی اور ان کے ہاتھوں پر بیعت فرمائی، پھر تمام لوگوں کا ان کی امامت پر اتفاق ہو گیا، ان بیعت کرنے والوں میں تقریباً تمام صحابہ رضی اللہ عنہم شامل تھے، اس کے باوجود ان کی امارت کے درست نہ ہونے کے کوئی معنی نہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مختلف مہمات میں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی رضامندی اور خواہش سے شریک جہاد ہوئے، تو یہ کیوں کر ممکن ہے کہ جہاد میں تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امامت کو قبول کریں اور نماز میں قبول

---

(۱) مجمع الزوائد بحواله طبرانی کبیر، باب فی سنة الجمعة: ۱۹۵/۲

نہیں کریں ، اس لئے یہ کہنا کہ صحابہ ؓ حضرت معاویہ ؓ کی امامت کو درست نہیں مانتے تھے، قطعاً غلط ہے۔

اس کے علاوہ جمعہ کے بعد کی سنت خود رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے ثابت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو جمعہ پڑھ چکا ہو، اسے چاہئے کہ اس کے بعد مزید چار رکعت پڑھ لے: " إذا صلى أحدكم الجمعة فليصل بعدها أربعا "(۱) خود رسول اللہ ﷺ سے بھی جمعہ کے بعد دو رکعت اور پھر چار رکعت پڑھنا منقول ہے،(۲) امام ترمذیؒ نے حضرت علی ؓ سے بھی نقل کیا ہے کہ جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت اور اس کے بعد چار رکعت پڑھنا چاہئے،(۳) غرض کہ خود رسول اللہ ﷺ سے اور حضرت علی ؓ سے جمعہ کے بعد کی سنتیں ثابت ہیں۔

امام اور خطیب الگ الگ ہوں

سوال:- ہمیں ایک مسجد میں نماز جمعہ کا اتفاق ہوا، ایک شخص نے خطبہ دیا اور دوسرے نے نماز پڑھائی، کیا اس طرح دو الگ الگ آدمیوں کا خطبہ دینا اور نماز پڑھانا درست ہے؟

(امتیاز احمد، ناندیڑ)

جواب:- بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک ہی شخص خطبہ بھی دے اور نماز بھی پڑھائے؛ البتہ دو الگ الگ افراد اگر خطبہ دے اور نماز پڑھائیں، تو یہ بھی درست ہے۔

" لا ينبغي أن يصلي غير الخطيب لأن الجمعة مع الخطبة كشيء واحد ، فلا ينبغي أن يقيمها اثنان وإن فعل ، جاز" (۴)

---

(۱) مسلم ، عن أبي هريرة ؓ ، باب الصلاة بعد الجمعة ، حدیث نمبر: ۲۰۳۶

(۲) سنن أبي داؤد ، عن ابن عمر ؓ ، حدیث نمبر: ۱۱۳۰

(۳) ترمذي ، باب فى الصلاة قبل الجمعة وبعدها

(۴) ردالمحتار: ۳/۱۱، نیز دیکھئے: هنديه: ۱/۱۴۷

البتہ یہ ضروری ہے کہ نماز پڑھانے والے نے خطبہ یا اس کا کچھ حصہ سنا ہو، ورنہ اس کا نماز پڑھانا درست نہیں ہوگا۔

"الإمام إذا خطب فأمر من لم يشهد الخطبة أن يجمع بهم فأمر ذلك الرجل من شهد الخطبة فجمع بهم جاز ؛ لأن الذي لم يشهد الخطبة من أهل الصلاة فصح التفويض إليه لكنه عجز لفقد شرط الصلاة ، وهو سماع الخطبة ، فملك التفويض إلى الغير ولو جمع هو ولم يأمر لغيره لا يجوز " (۱)

جمعہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے؟

سوال:- جمعہ کی نماز میں امام صاحب نے مکمل طور پر سورہ فاتحہ چھوڑ دی اور سجدہ سہو کر کے نماز ختم کر دی، تو کیا نماز جمعہ ہو جائے گی، جب کہ مسجد مصلیوں سے بھری ہوئی تھی؟ (ساجد خان، بھینسہ)

جواب:- نماز میں مطلقاً قراءت فرض اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، پس اگر امام سورہ فاتحہ پڑھنا بھول گیا تو ترک واجب کی نوبت آگئی، اور اس کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، اگر مسجد میں مصلی زیادہ تھے تو سجدہ سہو کرنا ضروری نہیں تھا؛ لیکن کر لیا تو کچھ حرج نہیں؛ کیونکہ اصل میں تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہی ہے، ازدحام کے وقت لوگ غلط فہمی میں نہ پڑ جائیں؛ اس لئے بطور رعایت سجدہ سہو نہ کرنے کی بھی اجازت دی گئی ہے، اگر کر لیا جائے اور کوئی افراتفری نہ پیدا ہو تو یہ صورت زیادہ بہتر ہے۔

جمعہ وعیدین میں لقمہ

سوال:- کیا عیدین یا جمعہ کی نماز میں لقمہ دیا جا سکتا ہے؟

(۱) البحر الرائق :۲/۱۳۵

اگر لقمہ دیا جائے اور امام لقمہ قبول کر لے، لیکن سجدہ سہو نہیں کرے تو کیا نماز ہو جائے گی؟ بعض افراد کہتے ہیں کہ نہ لقمہ دیا جا سکتا ہے اور نہ سجدہ سہو کیا جا سکتا ہے۔ (ساجد خان، بھینسہ)

جواب:- لقمہ کے سلسلہ میں جو حکم عام نمازوں کا ہے، وہی جمعہ و عیدین کا بھی ہے کہ مقتدی کا لقمہ قبول کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی اور نہ اس کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوگا:

"وإن فتح على إمامه لم تفسد الخ" (۱)

البتہ اگر امام کوئی ایسا عمل کرے جس سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہو اور نمازیوں کی تعداد زیادہ ہو، تو جمعہ اور عیدین میں سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہیں؛ کیونکہ اس سے لوگوں کو غلط فہمی ہو سکتی ہے۔

آپریشن کی وجہ سے نماز جمعہ کا فوت ہونا

سوال:- میں ڈاکٹر ہوں، مجھے بعض دفعہ جمعہ کے دن آپریشن کرنا پڑتا ہے، آپریشن شروع ہونے کے بعد جمعہ کی اذان اور نماز شروع ہوتی ہے، اگر میں نماز کے لئے جاؤں تو مریض کو سخت نقصان ہو سکتا ہے اور نہ جاؤں تو جمعہ کی نماز چھوٹ جاتی ہے، ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ (ڈاکٹر سراج الحسن، مہدی پٹنم)

جواب:- اس میں شبہ نہیں کہ نماز اور بالخصوص نماز جمعہ کی بڑی اہمیت ہے؛ لیکن اس کا بدل موجود ہے، اگر نماز وقت پر نہ ادا کر سکے تو قضاء کر سکتا ہے، اسی طرح نماز جمعہ چھوٹ جائے تو ظہر کی نماز ادا کی جا سکتی ہے؛ لیکن اگر انسان کو ہلاکت سے نہیں بچایا گیا اور اس کی جان چلی گئی تو اس کی تلافی ممکن نہیں اور جہاں تک ممکن ہو انسانی جان کا بچانا بھی ایک انسانی اور اسلامی فریضہ ہے؛ اس لئے ایسے مواقع پر اس دوسرے فریضہ کو مقدم رکھا گیا ہے، فقہاء نے

---

(۱) هندیه: ۱/۹۹.

لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کے کنویں میں گر جانے یا آگ میں جل جانے کا اندیشہ ہو اور کوئی شخص وہیں نماز میں مصروف ہو تو اپنی نماز کو توڑ کر اس شخص کو بچانا واجب ہے؛ لہٰذا اگر جمعہ کے وقت ہی آپریشن کرنا پڑے، مؤخر کرنے کی گنجائش نہ ہو تو آپریشن پورا کرنے کے لئے جمعہ ترک کیا جا سکتا ہے؛ اس لئے کہ آپریشن کو درمیان میں چھوڑ دینا مریض کے لئے جان لیوا اور مہلک بھی ہو سکتا ہے۔

❀❀❀❀❀

نماز عیدین کا بیان

لیلۃ الجائزہ میں دعاء کے لئے اجتماع

سوال:- ہمارے یہاں ایک مسجد کے امام صاحب نے کچھ برسوں سے یہ سلسلہ شروع کیا ہے کہ رمضان المبارک کی اخیر رات یعنی لیلۃ الجائزہ میں رات کے تقریباً ایک بجے مصلیان مسجد کو اعلان کر کے بلاتے ہیں، اور اجتماعی دعا کا اہتمام کرتے ہیں، اب یہ سلسلہ دوسری مسجدوں میں بھی شروع ہو چکا ہے، کیا یہ عمل سنت سے ثابت ہے؟ (قاضی اظہر الدین، ناندیڑ)

جواب:- عید الفطر کی شب کو حدیث میں لیلۃ الجائزہ کا نام دیا گیا ہے، یعنی وہ رات جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی خوشنودی اور ان کے اعمال کی قبولیت کا انعام عطا فرماتے ہیں، یہ بھی ان راتوں میں ہے، جن میں خاص طور پر دعائیں قبول کی جاتی ہیں؛ لیکن اس موقع پر رسول اللہ ﷺ یا صحابہ ؓ سے اجتماعی طور پر دعاء کرنا ثابت نہیں ہے اور نہ دعاء کے لئے خاص طور پر مسجد میں جمع ہونا ثابت ہے، اگر اس رات کی دعاء مسجد میں مطلوب ہوتی تو اعتکاف کو اس رات تک باقی رکھا جاتا، جیسا کہ شب قدر کے اہتمام کے لئے عید کا چاند طلوع ہونے تک اعتکاف باقی رہتا ہے؛ لیکن شریعت میں ایسا حکم نہیں دیا گیا؛ اس لئے لیلۃ الجائزہ میں خصوصیت سے لوگوں کو مسجد میں جمع کرنا اور اجتماعی دعا کرنا سنت سے ثابت نہیں؛ اس سے اجتناب کرنا چاہئے اور انفرادی طور پر دعا کا اہتمام کرنا چاہئے۔

عیدین کی شب میں عبادت

سوال:- کیا عیدین کی شب میں بھی عبادت کا خصوصی حکم ہے، اور اس کے لئے اجر ہے؟ (احمد عبدالرؤف، مہدی پٹنم)

جواب:- جن راتوں کی خاص طور پر فضیلت بیان کی گئی ہے، ان میں عیدین کی راتیں بھی ہیں، ان کو بعض حدیثوں میں "لیلۃ الجائزۃ" یعنی انعام کی رات کہا گیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من قام ليلتي العيدين محتسبا لله تعالى لم يمت قلبه يوم تموت القلوب" (۱)

" جو شخص اخلاص کے ساتھ عیدین کی راتیں عبادت میں گذارے تو اس کا قلب اس دن زندہ رہے گا، جب سب لوگوں کے دل مرجائیں گے"

اس لئے اس رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دعاؤں میں گذارنا چاہئے، نہ کہ بازاروں میں گھومنے، مارکٹنگ کرنے اور مختلف کھانوں کا ذائقہ لینے میں ۔ وباللہ التوفیق

نماز عید کے لئے جاتے ہوئے تکبیر تشریق زور سے کہی جائے یا آہستہ؟

سوال:- نماز عید کے لئے جاتے ہوئے تکبیر تشریق کہنا چاہئے ؛ لیکن ان کو زور سے کہنا مسنون ہے یا آہستہ؟

(عبید اللہ قاسمی ، ٹولی چوکی)

جواب:- تکبیر تشریق یوں تو عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں میں نماز عید کو جاتے

---

(۱) ابن ماجه ، كتاب الصيام ، باب فيمن قام في ليلتي العيدين ، حدیث نمبر:۱۷۸۲

ہوئے پڑھنا مسنون ہے؛ لیکن عید الاضحیٰ میں اس کی اہمیت زیادہ ہے؛ کیوں کہ ایام قربانی ایام تشریق میں شامل ہے اور ایام تشریق میں زیادہ سے زیادہ تکبیر کہنا مستحب ہے، اس بنیاد پر، نیز رسول اللہ ﷺ کے عمل کو دیکھتے ہوئے فقہاء نے عیدین میں تھوڑا سا فرق کیا ہے کہ عید الاضحیٰ میں عیدگاہ یا مسجد جاتے ہوئے کسی قدر بلند آواز میں تکبیر کہی جائے اور عیدگاہ پہونچ کر تکبیر بند کردی جائے، جبکہ عید الفطر میں آہستہ زیرِ لب تکبیر کہنا مستحب ہے:

" ویکبر في الطريق في الأضحى جهرا ويقطعه إذا انتهى إلى المصلى ، وهو المأخوذ به وفي الفطر المختار من مذهبه أنه لا يجهر وهو المأخوذ به ، كذا في الغياثية ، وأما سرا فمستحب كذا في الجوهرة النيرة " (۱)

عید کی نماز واجب ہے یا سنت؟

سوال:- عید کی نماز سنت ہے یا واجب؟ کیوں کہ بعض لوگوں سے سنتے ہیں کہ یہ واجب ہے اور بعض لوگ اسے سنت قرار دیتے ہیں، براہ کرم وضاحت کیجئے۔ (امتیاز احمد مظاہری، ممبئی)

جواب:- فقہاء کے یہاں بھی اس سلسلہ میں اختلاف رائے ہے، بعض حضرات نے اسے واجب قرار دیا ہے اور بعض حضرات نے سنت؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ عید کی نماز مسنون ہے؛ کیوں کہ امام محمدؒ نے اپنی کتاب "الجامع الصغیر" میں اسے سنت قرار دیا ہے اور امام محمدؒ کی یہ تألیف ان کے اخیر زمانہ کی ہے؛ لیکن سنت سے مراد سنت مؤکدہ ہے اور بلا عذر سنت مؤکدہ کا چھوڑنا بھی گناہ کا باعث ہے، مشہور حنفی فقیہ علامہ ابن نجیم مصریؒ نے اس سلسلہ میں اپنی تحقیق کو تفصیل سے ذکر کیا ہے:

---

(۱) الهندية :۱/۱۵۰

"وثانيهما أنه صرح بالسنة .... وقد ذكرنا مرارا أنها بمنزلة الواجب عندنا ، ولهذا كان الأصح أنه يأثم بترك المؤكدة كالواجب " (۱)

غرض کہ اگرچہ فقہاء کے درمیان تعبیر کے اعتبار سے کسی قدر فرق ہے، لیکن کوئی جوہری اختلاف نہیں؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سال پابندی کے ساتھ عید کی نماز پڑھی ہے اور بلا عذر نماز عید کا چھوڑ دینا سبھوں کے یہاں باعث گناہ ہے؛ اس لئے ان دونوں آراء میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔

عیدگاہ میں صفوں میں فاصلہ کے ساتھ نماز کی ادائے گی

سوال:- اگر عید کی نماز عیدگاہ میں ہورہی ہو اور صفوں کے درمیان بیچ میں کئی صفوں کا فصل ہو، تو کیا پیچھے کی صف میں کھڑے ہونے والوں کی نماز درست ہو جائے گی؟

(شفیع احمد، ملک پیٹ)

جواب:- جو جگہ نماز عیدین یا نماز جنازہ کے لئے مخصوص کر دی گئی ہو، وہ بھی مسجد ہی کے حکم میں ہے اور جیسے مسجدوں میں فصل کے باوجود اقتداء درست ہو جاتی ہے، اسی طرح ان مقامات پر بھی صفوں کے فصل کے ساتھ نماز درست ہو جائے گی، البتہ یہ جگہیں دوسرے احکام جیسے جنبی کے داخل ہونے کی ممانعت وغیرہ کے لحاظ سے مسجد کے حکم میں نہیں ہیں:

"وأما المتخذ لصلاة جنازة أو عيد فهو مسجد في حق جواز الإقتداء و إن انفصل الصفوف رفقا بالناس لا في حق غيره " (۲)

---

(۱) البحر الرائق :۲/۲۷۷

(۲) در مختار مع الرد :۲/۴۳۰

اس لئے جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، اس میں نماز درست ہو جاتی ہے۔

عیدگاہ میں نماز اور اس میں تاخیر

سوال:- ہمارے شہر کی عیدگاہ میں نماز عید دس بجے یا اس کے بعد ادا کی جاتی ہے، اور خطبوں کے بعد تقریباً آدھا گھنٹہ دعاء ہوتی ہے، گھر لوٹنے تک بارہ بج جاتے ہیں، جو لوگ قربانی ادا کرنے والے ہوتے ہیں، وہ مسجدوں میں عید کی نماز ادا کر لیتے ہیں، اور جلد قربانی میں مشغول ہو جاتے ہیں: (الف) کیا اس طرح مسجدوں میں نماز پڑھنے کی گنجائش ہے یا ممنوع ہے؟ (ب) ایک مسجد میں پندرہ سال سے نماز عید الاضحیٰ طلوع آفتاب کے آدھا گھنٹہ بعد ادا کی جاتی ہے، کیا اس کی گنجائش ہے یا اس کو ختم کرنا ضروری ہے؟　　(عبد البصیر، سنتوش نگر)

جواب:- (الف) رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع سے عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے، (۱) اس سے معلوم ہوا کہ نماز عید آبادی سے باہر صحرا اور میدان میں ادا کرنا مسجد میں ادا کرنے سے افضل ہے:

" واستدل به على استحباب الخروج إلى الصحراء لصلوة العيد " (۲)

فقہاء نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ اگر مسجد اتنی کشادہ ہو کہ تمام لوگ اس میں نماز ادا کر سکتے ہوں، تب بھی عیدگاہ جا کر نماز ادا کرنا ہی بہتر ہے:

" ..... وإن وسعهم المسجد عند عامة المشايخ

(۱) بخاری شریف ، باب الخروج إلى المصلى ، حدیث نمبر: ۹۵۶

(۲) فتح الباری: ۵۲۲/۲

وهو الصحيح " (۱)

لیکن یہ حکم بطور استحباب کے ہے، مسجدوں میں بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے، خاص کر موجودہ حالات میں جبکہ عیدگاہ تمام لوگوں کے لئے کفایت نہیں کرتی ہو۔

(ب) جہاں تک نماز کے وقت کی بات ہے، تو طلوع آفتاب کے بعد جلد جلد نماز ادا کرلینا بہتر ہے؛ اس لئے اگر کسی مسجد میں طلوع آفتاب کے بعد آدھے گھنٹے میں نماز ادا کی جاتی ہے، تو اس میں حرج نہیں؛ بلکہ یہ افضل طریقہ ہے، رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک نماز عید الفطر اس وقت ادا کرنے کا تھا، جب سورج دو نیزہ اوپر چڑھ جاتا، اور نماز عید الاضحیٰ اس وقت ادا فرماتے جب سورج ایک نیزہ اوپر چڑھتا (۲) مگر شہر کی بڑی عیدگاہوں میں انتظامی دشواریوں کی وجہ سے ایسا کرنا ممکن نہیں، اور نماز عید زوال آفتاب سے پہلے تک ادا کی جاسکتی ہے؛ اس لئے اگر عیدگاہ کی نماز میں کسی قدر تاخیر ہو، تو حرج نہیں ہے، البتہ منتظمین کو کوشش کرنی چاہئے کہ خاص کر بقرعید کی نماز میں جس قدر عجلت کی جاسکتی ہو، کریں۔

اگر عید میں تکبیرات زوائد چھوٹ جائیں؟

سوال:- نماز عید میں امام صاحب نے زائد تکبیرات کہے بغیر قراءت شروع کر کے پہلی رکعت پوری کرلی، اسی دوران شاید یاد آگیا تھا تو دوسری رکعت کی قراءت سے پہلے تین بھولی ہوئی تکبیرات کہہ کر قراءت شروع کی، اور ختم سورہ کے بعد پھر تین تکبیرات کہہ کر نماز پوری کی، شرعی لحاظ سے نماز ہوئی یا نہیں؟

(شمیم احمد، سنگاریڈی)

جواب:- اس صورت میں نماز ہوگئی، تاہم مسئلہ یہ ہے کہ اگر قرأت سے پہلے

(۱) حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ،ص: ۳۴۶
(۲) دیکھئے: تلخيص الحبير ۲/۱۹۶

تکبیرات زوائد کو بھول جائے اور رکوع سے پہلے یاد آجائے تو پہلی رکعت کے رکوع میں جانے سے پہلے پڑھ لے، اگر رکوع میں چلا گیا ہو، پھر یاد آیا تو اب اسے کیا کرنا چاہئے؟ اس سلسلے میں دو رائیں ہیں:

ایک یہ کہ رکوع ہی میں ان زائد تکبیرات کو کہہ لے اور دوسری یہ کہ ان تکبیرات کو کہنے کی ضرورت نہیں رہی، یوں ہی نماز پوری کر لی جائے۔(۱) پہلا قول راجح ہے: کیوں کہ تکبیرات زوائد واجب ہیں، اور تسبیحات مسنون ہیں، اور مسنون کے مقابلہ میں واجب کی ادائیگی مقدم ہے۔(۲)

پہلی رکعت کے رکوع کے بعد اب زائد تکبیرات کو نہ لوٹائے، عیدین میں تکبیرات زوائد واجب ہیں؛ اس لئے اصولی بات تو یہ ہے کہ ان تکبیرات کے چھوٹ جانے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہو؛ لیکن عیدین اور جمعہ میں نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے سجدۂ سہو معاف ہے، اس کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے:

" السهو في الجمعة و العيدين و المكتوبة و التطوع واجب إلا أن مشائخنا قالوا : لايسجد للسهو في العيدين و الجمعة لئلا يقع الناس في فتنة " (۳)

تکبیرات زوائد کے درمیان وقفہ

سوال:- عید کی نماز میں جو چھ تکبیرات زوائد کہی جاتی ہیں، ان کے درمیان خاموش رہنا ہے، یا کچھ تسبیحات وغیرہ پڑھنا بھی ہے؟ نیز ان تکبیرات کے درمیان کتنا وقفہ کرنا چاہئے؟

(انور خاں، بیگم بازار)

---

(۱) فتاوی هندیه :۱/۱۵۱، رد المحتار :۳/۵۲

(۲) دیکھئے: بدائع الصنائع :۱/۶۲۲ (۳) فتاوی هندیه :۱/۱۲۸

جواب:- تکبیرات زوائد کے درمیان کوئی ذکر منقول نہیں ہے؛ اسی لئے ہاتھ باندھنے کے بجائے ہاتھ چھوڑنے کا حکم ہے، کھڑے ہونے کی حالت میں جب کوئی ذکر منقول ہوتا ہے، اس وقت ہاتھ باندھا جاتا ہے، ہر دو تکبیر کے درمیان تین تسبیح کے بقدر وقفہ دینا مستحب ہے؛ تاکہ لوگوں کو التباس نہ ہو جائے، لیکن اتنا ہی وقفہ ضروری نہیں، اگر لوگ کم ہوں، اور اشتباہ کا اندیشہ نہیں ہو تو اس سے کم وقفہ بھی رکھا جا سکتا ہے، اور ازدحام زیادہ ہو، لوگوں کے اشتباہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو وقفہ بڑھایا بھی جا سکتا ہے:

"ولیس بین تکبیراته ذکر مسنون (ولذا یرسل یدیه) ویسکت بین کل تکبیرتین مقدار ثلاث تسبیحات ... أن هذا التقدیر لیس بلازم بل یختلف بکثرة الزحام وقلته : لأن المقصود إزالة الإشتباه" (۱)

تکبیر تشریق ایک بار یا اس سے زیادہ؟

سوال:- ایام تشریق میں تکبیرات ہر فرض نماز کے بعد ایک بار پڑھی جاتی ہے، بعض لوگ ہمارے یہاں ایک بار پڑھنے کو خلاف سنت کہتے ہیں، اس سلسلہ میں صحیح حکم کی رہنمائی فرمایئے۔

(محمد نعیم الدین فاروقی و رفقاء، ناندیڑ)

جواب:- ہر فرض نماز کے فوراً بعد ایک بار تکبیر تشریق کہنا واجب ہے:

"ویجب تکبیر التشریق في الأصح للأمر به مرة" (۲)

ایک سے زیادہ دفعہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اس میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے ایک دفعہ سے زیادہ کو بہتر قرار دیا ہے: "وإن زاد علیها یکون فضلا" (۳) اور بعض نے ایک سے زیادہ دفعہ کو سنت کے خلاف قرار دیا ہے:

---

(۱) رد المحتار : ۳/ ۵۷

(۲) در مختار مع الرد : ۳/ ۷۱ (۳) حوالہ سابق

" إن الحموی نقل عن القراحصاری أن الإتیان به مرتین خلاف السنة " (۱)

بعض حضرات نے اگرچہ تین دفعہ کہنے کو بہتر قرار دیا ہے، (۲) اور علامہ رافعیؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ نمازوں کے بعد تین بار تکبیر کہتے تھے، (۳) لیکن احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے ایک سے زیادہ تکبیر تشریق کہنا یا آپ ﷺ کے سامنے کہا جانا ثابت نہیں ہے، پس حاصل یہ ہے کہ ایک بار تکبیر تشریق کہنے پر سبھوں کا اتفاق ہے، اور ایک سے زیادہ دفعہ کہنے کے بارے میں اختلاف ہے، اس لئے ایک ہی دفعہ پر اکتفا کرنا بہتر ہے، تاہم اگر کوئی ایک سے زیادہ دفعہ تکبیر کہنا چاہے تو اس کی وجہ سے اختلاف نہ کریں؛ کیوں کہ سلف سے دونوں طرح کی آراء منقول ہیں، اور امت کی اجتماعیت کو باقی رکھنا ایسے مسائل میں الجھنے سے زیادہ اہم ہے۔

تکبیر تشریق کتنی بار پڑھی جائے؟

سوال:- تکبیر تشریق ہر نماز کے بعد بہ موقع عید الاضحی کتنی بار پڑھنی چاہئے، ایک بار یا تین بار؟

(محمد فہیم الدین فاروقی ورفقاء، ناندیڑ)

جواب:- ایام تشریق میں ہر نماز کے بعد ایک بار تو تکبیر تشریق کہنا واجب ہے، اس سے زیادہ دفعہ کہنے کا کیا حکم ہے؟ بعض علماء درست کہتے ہیں اور بعض بدعت اور خلاف سنت قرار دیتے ہیں؛ اس لئے مشہور قول یہی ہے کہ ایک بار تکبیر تشریق کہنی چاہئے؛ کیوں کہ حدیث میں ایک بار یا مطلق تکبیر تشریق کہنے کا ذکر آیا ہے اور جب کسی کام کو کرنے کا مطلق حکم دیا جائے تو اس سے ایک ہی بار کرنا مراد ہوتا ہے:

" ویجب تکبیر التشریق مرة ، بیان للواجب لکن

(۱) ردالمحتار: ۳/۶۲ (۲) رد المحتار: ۳/۶۲

(۳) تقریرات الرافعی مع رد المحتار: ۱۱۶

ذكر أبو السعود أن الحموي نقل أن الإتيان به مرتين خلاف السنة ، قلت : وفي الأحكام عن البرجندي ثم المشهور عن قول علمائنا أنه يكبر مرة وقيل ثلاث مرات " (۱)

تکبیرات تشریق - کچھ اہم مسائل

سوال:- تکبیر تشریق کس تاریخ سے کس تاریخ تک کہنی چاہئے؟ کیا نماز عید کے بعد بھی تکبیرات تشریق کہی جائے گی؟ تکبیر سلام کے بعد ہی کہنی ہے یا دعاء کے بعد بھی کہی جاسکتی ہے؟ اور تکبیر ایک بار کہنی چاہئے یا تین بار؛ کیوں کہ بعض مسجدوں میں ایک بار کہی جاتی ہے اور بعض میں تین بار؟

(حامد شریف، احمد منیب، محمد فرقان، نظام آباد)

جواب:- (الف) تکبیر تشریق ۹ رذوالحجہ کو نماز فجر سے لے کر ۱۳ ر ذوالحجہ کی نماز عصر تک کہنا مسنون ہے:

" وأما وقته فأوله عقيب صلاة الفجر من يوم عرفة وآخره في قول أبي يوسف ومحمد عقيب صلاة العصر من آخر أيام التشريق "

(ب) تکبیر تشریق امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی کہنی چاہئے، دعاء بعد میں کرنی چاہئے، یہاں تک کہ اگر سلام کے بعد کسی نے گفتگو کرلی تو اب تکبیر تشریق کہنے کا موقع ختم ہوگیا:

" وينبغي أن يكبر متصلا بالسلام حتى لو تكلم أو أحدث متعمدا سقط "

---

(۱) شامی: ۶۲/۳

(د) حدیث میں نمازوں کے بعد ایک ہی بار تکبیر تشریق کہنے کا ذکر آیا ہے؛ اس لئے ایک ہی بار کہنے پر اکتفاء کرنا سنت کے موافق ہے، فقہاء نے بھی اسی کی صراحت کی ہے:

" وأما عدده وماهيته فهو أن يقول مرة واحدة : الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله ، والله أكبر الله أكبر ولله الحمد " (۱)

تکبیر تشریق - ضروری احکام

سوال:- تکبیر تشریق کب سے کب تک کہی جائے گی اور جو شخص بعد میں نماز میں شریک ہوا، اس کے لئے تکبیر کہنے کا کیا حکم ہے؟ (عبدالحمید، ورنگل)

جواب:- یوم عرفہ یعنی ۹/ ذی الحجہ کی فجر سے تکبیر شروع ہوگی اور ۱۳/ تاریخ کی عصر تک صاحبینؒ کے قول کے مطابق تکبیر تشریق کہی جائے گی، اسی پر فتوی ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والے پر تکبیر واجب ہے، بشرطیکہ امام مقیم ہو، اور ایسی جگہ ہو جہاں جمعہ اور عیدین کی نمازیں واجب ہوتی ہیں، صاحبینؒ کے نزدیک جماعت سے نماز پڑھے یا تنہا، مقیم ہو یا مسافر اور مرد ہو یا عورت، سبھوں پر تکبیر تشریق کہنا واجب ہے؛ کیوں کہ تکبیر نماز کے تابع ہے؛ لہذا جن لوگوں پر نماز فرض ہے، ان پر تکبیر واجب ہوگی:

" وقال بوجوبه فور كل فرض مطلقا و لو منفردا أو مسافرا او امرأة لانه تبع المكتوبة فی عصر اليوم الخامس آخر أيام التشريق و عليه الاعتماد و العمل و الفتوى الخ " (۲)

---

(۱) الفتاوى الهندية : ۱/۱۵۲

(۲) در مختار : ۳/۲۴

جس شخص کی بعض رکعتیں چھوٹ گئی ہوں، یعنی مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتوں کو پورا کرنے کے بعد اسے بھی تکبیر کہنا ضروری ہے، اسے امام کے ساتھ تکبیر نہیں کہنی چاہئے؛ لیکن اگر امام کے ساتھ تکبیر تشریق کہہ لیا، تب بھی نماز فاسد نہیں ہوگی:

" والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقب القضاء لما فاته و لو کبر مع الامام لا تفسد " (۱)

عیدین میں شافعی امام کی اقتداء

سوال:- میرے علاقہ سے قریب عیدین کی سب سے بڑی جماعت بارکس کی جامع مسجد میں ہوتی ہے؛ اس لئے ہم لوگوں کی خواہش ہے کہ وہاں نماز ادا کریں؛ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم لوگ حنفی ہیں اور یہاں زیادہ تر شوافع کی آبادی ہے؛ اس لئے شافعی طریقہ پر نماز ہوتی ہے اور تکبیرات زوائد گیارہ دفعہ کہی جاتی ہے، کیا ہم ان کے پیچھے نماز عید پڑھ سکتے ہیں؟ اور اگر پڑھ سکتے ہیں تو چھ سے زائد تکبیروں میں ہمیں کیا کرنا چاہئے، کیا ہم خاموش کھڑے رہیں؟ (محمد نقیب، چندرائن گٹہ)

جواب:- عیدین ایسی مسجد یا عیدگاہ میں ادا کرنا بہتر ہے، جس میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی شرکت ہو؛ کیوں کہ ان نمازوں کا مقصود اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ امت کی اجتماعیت کا اظہار بھی ہے، اور احناف، شوافع یا مختلف مکاتب فکر کے درمیان جو اختلاف رائے پایا جاتا ہے، وہ ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت ہو، مختلف فقہاء نے رسول اللہ ﷺ کی مختلف سنتوں کو لیا ہے، اور سب کا مقصود سنت نبوی کی اتباع ہے؛ چنانچہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ احناف کے لئے شافعی امام کی اقتداء میں نماز عیدین ادا

---

(۱) در مختار مع الرد: ۳ / ۶۵

کرنا درست ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک چھ کی بجائے گیارہ تکبیرات زوائد کہی جاتی ہیں، ان تمام تکبیرات میں امام کے ساتھ تکبیر کہنا چاہئے:

"... ولو زاد تابعه إلى ستة عشر ؛ لأنه مأثور"(۱)

خواتین اور نمازِ عید

سوال:- آج کل علماء عورتوں کو مسجدوں اور عیدگاہوں میں عید کی نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں؛ حالاں کہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو عیدگاہ میں آنے کی ترغیب دی ہے، اور اب بھی خواتین حرمین شریفین میں عید کی نمازیں ادا کرتی ہیں، کیا عورتیں نمازِ عید مسجدوں اور عیدگاہوں میں ادا نہیں کرسکتی ہیں اور عیدگاہ نہیں جاسکتیں، تو گھر میں پڑھ سکتی ہیں، عید سے متعلق دوسرے افعال ان سے متعلق ہوں گے یا نہیں؟ (سمیرہ بیگم، قلعہ گولکنڈہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں صلاح کا غلبہ تھا، لوگ عام طور پر فسق و فجور سے دور تھے، جب نماز کا وقت ہوتا، تمام مرد مسجدوں کو چلے جاتے تھے؛ اس لئے فتنہ کا اندیشہ بہت کم تھا، وحی کا سلسلہ جاری تھا اور ان مواقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نئی ہدایات آپ ﷺ پر اترتی تھیں، آپ ﷺ انہیں بیان فرماتے تھے، اس کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا تھا کہ مردوں کے ذریعہ مردوں تک اور خواتین کے ذریعہ خواتین تک دین کی باتیں پہنچ جائیں؛ لیکن اس پر تمام اہل علم متفق ہیں کہ عورتوں کے لئے جمعہ، جماعت اور عیدین واجب نہیں ہیں، اور موجودہ دور میں فسق و فجور کی کثرت کی وجہ سے فتنہ کا اندیشہ محض ایک واہمہ نہیں؛ بلکہ واقعہ ہے، اور جن بڑے مذہبی اور غیر مذہبی اجتماعات میں عورتوں کی شرکت ہوتی ہے، وہاں بعض اوقات ناشائستہ واقعات پیش آجاتے ہیں، پھر عیدین اور جمعہ میں شرکت خواتین کے لئے زیادہ سے

---

(۱) در مختار مع الرد: ۵۴/۳

زیادہ مستحب ہوگی، اور فتنہ کے مواقع سے اپنے آپ کو بچانا واجب کے درجہ میں ہے؛ اس لئے فقہاء شریعت ہی کے منشاء کو سامنے رکھتے ہوئے عورتوں کی عیدین وغیرہ میں شرکت کو ناپسند کیا ہے، ہاں، اگر کہیں پوری طرح امن اور اطمینان کی جگہ ہو، جیسے حرمین شریفین اور وہاں خواتین نماز عید ادا کرلیں تو اس کی گنجائش ہے اور نماز ہو جائے گی؛ کیوں کہ اصل مقصود نماز سے روکنا نہیں ہے، فتنہ سے بچانا ہے۔

البتہ خواتین گھر میں نفل کی نیت سے نماز اشراق یا مطلق نفل دو چار رکعت پڑھ سکتی ہیں، عید کے دن سے متعلق دوسرے احکام جیسے غسل کرنا، اچھے کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا، بقرعید میں قربانی کے گوشت سے کھانے کا آغاز کرنا وغیرہ، یہ احکام جس طرح مردوں کے لئے ہیں، خواتین کے لئے بھی ہیں؛ کیوں کہ یہ افعال صرف نماز کے لئے نہیں ہیں، خوشی اور مسرت کے اظہار کے لئے بھی ہیں۔

دعاء، نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد؟

سوال:- عیدین کی نماز کے بعد دعا مسنون ہے یا خطبہ کے بعد؟ (محمد فہیم الدین فاروقی درفقاء، ناندیڑ)

جواب:- احادیث میں نمازوں کے بعد دعاء کا ذکر آیا ہے، گاہے گاہے آپ ﷺ نے نماز کے بعد اجتماعی دعا بھی فرمائی ہے؛ لیکن خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد الگ سے دعاء کا ذکر نہیں ملتا، اس کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہے کہ خود خطبہ میں بھی دعاء شامل ہوتی ہے؛ اس لئے نماز کے بعد دعا پر اکتفا کرنا چاہئے، واللہ اعلم۔

شیر خرما کھانے کی اصل

سوال:- عید کے دن عام طور پر شیر خرما کھایا جاتا ہے، اور کھلایا بھی جاتا ہے، اس کی کیا بنیاد ہے؟ کیا سیوئی کھانا مسنون ہے؟ (رشید احمد، نیو ملک پیٹ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ عید کے دن صبح میں چند کھجوریں کھا کر نماز کے لئے نکلا کرتے تھے، اور یہ کھجوریں بھی طاق عدد میں ہوتی تھیں، اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ عید کے دن نماز سے پہلے کچھ کھانا مسنون ہے، اور کھانے میں بھی بہتر ہے کہ کھجوریں کھائے، اگر کھجوریں میسر نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھائے، اور جو بھی کھائے طاق عدد میں کھائے۔

"فالظاهر أن التمر أفضل كما اقتضاه هذا الخبر ،
فإن لم يجد يأكل شيئا حلوا "(۱)

خیال ہوتا ہے کہ شیر خرما اسی کی بدلی ہوئی شکل ہے، فارسی زبان میں شیر کے معنی دودھ کے ہیں اور خرما کے معنی سوکھے کھجور کے ہیں، چوں کہ ہندوستان میں عام طور پر تر کھجور نہیں ملتے تھے، اور سوکھے کھجور کا کھانا مشکل ہوتا ہے؛ اس لئے اسے دودھ میں گھلا کر کھانے کا رواج رہا ہوگا، اور لوگوں نے مزید ذائقہ کے لئے سیوئی کو بھی شامل کرلیا ہوگا، اس طرح شیر خرما وجود میں آیا ہوگا، بہر حال کھجور کا کھانا افضل ہے، اور شیر خرما بھی میٹھا ہوا کرتا ہے؛ اس لئے اس کے کھانے سے بھی ان شاء اللہ یہ سنت ادا ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

(۱) رد المحتار: ۳/ ۴۸

نماز کے اندر و باہر دعائیں

فرض نماز کے بعد دعا

سوال:- فرض نماز کے بعد دعاء صحیح حدیث سے ثابت ہے یا نہیں، اگر ثابت ہے تو بالجہر یا بالسر؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد بالسر دعا کرنے سے نماز ادھوری ہوتی ہے، اسی طرح بعض لوگ مکہ ومدینہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ وہاں دعا بالجہر ہوتی ہے۔

(محمد ابرار، نلگنڈہ)

جواب:- نمازیں سلام پر مکمل ہو جاتی ہیں، نماز کے بعد دعاء کرنا نہ واجب و لازم ہے اور نہ بدعت و مکروہ، رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد دعاء فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت مغیرہ کی روایت میں ہے کہ آپ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعاء پڑھتے تھے:

" لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ " (۱)

(۱) بخاری ، باب الذکر بعد الصلاۃ ، حدیث نمبر: ۸۴۴

''اللہ کی تنہا ذات کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، نہ اس کا کوئی شریک ہے، اسی کے لئے کائنات کی بادشاہت ہے، اسی کے لئے ساری تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! آپ جسے عطا فرمائیں اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے محروم کردیں اسے کوئی دے نہیں سکتا اور آپ کے مقابلہ کسی کوشش کرنے والی کی کوشش کام نہیں آسکتی''

دعا آپ ﷺ نے جہراً بھی فرمائی، جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ اگر آپ ﷺ نے زور سے یہ کلمات نہ کہے ہوتے تو صحابہ کیسے سنتے اور اسے نقل کرتے، اسی طرح امام مسلم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ جب آپ ﷺ سلام پھیرتے تو ''اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْإِکْرَامِ'' کہنے سے زیادہ مقدار نہیں بیٹھتے''(۱) ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرض نمازوں کے بعد آپ ﷺ مختصر دعا فرمایا کرتے تھے، اسی طرح دعاء آہستہ کرنا بھی درست ہے؛ بلکہ افضل ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے دعا کا ادب ہی یہ بتایا ہے کہ دل میں جھکاؤ اور نیازمندی کا جذبہ ہو اور آواز کے اعتبار سے آہستہ ہو: ﴿ادْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً﴾ (۲) یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آمین کا آہستہ کہنا افضل ہے؛ کیوں کہ ''آمین'' بھی دعاء ہے، غرض کہ دعاء کرنا ثابت ہے، کبھی کبھی چھوڑ دیں تو بہتر ہے؛ تاکہ واجب اور غیر واجب کا فرق باقی رہے، آہستہ کرنا افضل ہے اور زور سے کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

عصر اور فجر کی نماز کے بعد دعا

سوال:- ہمارے بعض احباب خاص طور پر فجر اور عصر کی نماز میں امام صاحب کے دعاء مکمل کرنے سے پہلے ہی مسجد سے نکل

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبیان صفته، حدیث نمبر: ۱۳۶۳　(۲) الأعراف: ۵۵

جاتے ہیں، منع کرنے پر وہ اس سے باز نہیں آرہے ہیں، شرعی نقطہ نظر سے اس کا حکم کیا ہے؟ (شفیع اللہ، مہدی پٹنم)

جوابؒ:- نماز کے بعد جو دعا کی جاتی ہے وہ نماز کا حصہ نہیں، اس لئے اگر کوئی شخص دعا میں شامل نہ ہو تو برا نہیں سمجھنا چاہئے؛ کیونکہ جو چیز واجب نہ ہو، اس کو واجب کا درجہ دے دینا بدعت ہے؛ البتہ نمازوں کے بعد دعائیں مقبول ہوتی ہیں، یہ حدیث سے ثابت ہے؛ اس لئے ان اوقات میں کوشش کرنی چاہئے کہ دعاؤں کا اہتمام کریں۔

نمازوں کے بعد طویل دعائیں

سوالؒ:- آج کل عام طور پر جمعہ اور دوسری نمازوں کے بعد ائمہ حضرات طویل دعائیں کراتے ہیں، کیا اس طرح سے لمبی دعائیں کرانا حدیث سے ثابت ہے؟ (حافظ ارشاد، ملے پلی)

جوابؒ:- رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک فرض نمازوں کے بعد مختصر دعا کرنے کا تھا، بعض احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ اللهم أنت السلام و منك السلام تبارکت یا ذا الجلال و الإکرام کے بقدر بیٹھا کرتے تھے، خاص کر جن نمازوں کے بعد سنتیں ہوں، ان نمازوں کے بعد تو فقہاء نے اس دعاء سے زیادہ تاخیر کو مکروہ قرار دیا ہے اور اس میں جمعہ کی نماز بھی شامل ہے:

"یکره تأخیر السنة إلا بقدر اللهم أنت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال و الإکرام" (۱)

اس لئے ان مواقع پر مختصر دعا کرنی چاہئے۔

نمازوں کے بعد تسبیح

سوالؒ:- میں فرض نماز پڑھنے کے بعد تسبیح فاطمہ یعنی

(۱) در مختار: ۲۴۶/۲

''سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر'' پڑھا کرتی تھی، ہمارے ابا جان نے یہ کہا کہ یہ تسبیح صرف فجر اور عصر میں پڑھنی چاہئے، مگر ہماری استاذ صاحب نے بتایا کہ ہر فرض کے بعد یہ تسبیح پڑھی جائے، آپ اس مشکل کا حل بتائیں؟ (عائشہ فردوس، گلبرگہ)

جو(ب:- احادیث میں مطلقاً نمازوں کے بعد تسبیحات پڑھنے کا ذکر آیا ہے، کسی خاص نماز کی تخصیص نہیں۔ (۱) اور یہ بھی درست ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہوں یعنی ظہر، مغرب اور عشاء، ان میں سنت کی ادائے گی میں تاخیر کرنا مکروہ ہے، اس لئے آپ یوں کریں کہ فجر و عصر میں تو فرض کے بعد ہی تسبیحات پڑھ لیں اور بقیہ نمازوں میں سنتیں ادا کرنے کے بعد ان تسبیحات کو پڑھیں، فقہ حنفی کی معروف کتاب کبیری میں ہے:

"... بل يحمل على الأتيان بها بعد السنة و لا يخرجها تخلل السنة بينها و بين الفريضة عن كونها بعدها و عقيبها" (۲)

"لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين" دعاء ہے

سو(ل:- ان دنوں بیشتر مساجد میں فرض نمازوں کے بعد دعاؤں میں "لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين" آیت کو پڑھنے کا اہتمام شروع کر دیا گیا ہے؛ حالاں کہ معنی کے اعتبار سے یہ دعاء نہیں ہے؛ بلکہ حضرت یونس علیہ السلام کا اقرار ہے، کیا یہ پڑھنا درست ہے؟ (نفیس اختر، ممبئی)

جو(ب:- اگرچہ یہ کلمہ اپنے ظاہری الفاظ کے اعتبار سے اپنے قصور و خطا کا اعتراف ہے؛ لیکن معنی و مقصود کے اعتبار سے دعاء بھی ہے، کہ ''اے اللہ! ہم تو گنہگار و خطاء

(۱) دیکھئے: سنن الترمذي، عن عبد الله بن عباس رضی اللہ عنہ، حدیث: ۴۱۰

(۲) کبیری: ۳۳۱

کار ہیں ہی ؛ لیکن ہیں آپ کے بندے ؛ اس لئے مجھے اس مصیبت سے نجات عطا فرما دیجئے '' ؛ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے بھی اس کلمہ کو بطور دعاء ہی پڑھا تھا ؛ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ '' وہ مچھلی والے یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے اس کلمہ کو پڑھا تو ہم نے ان کی دعاء قبول کرلی اور ان کو مصیبت سے نجات عطا فرمائی :

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ (۱)

رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے حضرت یونس علیہ السلام کی دعاء قرار دیا ہے ؛ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کی پیٹ میں تھے تو آپ نے دعاء کی "لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين" ؛ لہٰذا کوئی بھی مسلمان کسی بھی چیز کے لئے ان الفاظ میں دعاء کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاء قبول فرمائیں گے : "فإنه لم يدع بها رجل مسلم في شيء قط إلا استجاب الله له" (۲) ؛ اس لئے بطور دعاء کے بھی اس کلمہ کو پڑھنا مسنون ہے ۔

" إني كنت " کی جگہ " إنا كنا " پڑھنا

سوال :- قرآن پاک کی ایک آیت جو " آیت کریمہ " کے نام سے مشہور ہے : " لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين " ہے ۔ جو دعاؤں میں اکثر پڑھی جاتی ہے ، اس آیت کریمہ کو اجتماعی دعاء کے وقت مقامی پیش امام صاحب " إني كنت " کے بجائے " إنا كنا ظالمين " پڑھتے ہیں اور پوچھنے پر کہتے ہیں کہ یہ جمع کا صیغہ ہے ، کیا اس طرح قرآنی آیت کو تھوڑا بدل کر پڑھنا شرعاً جائز ہے ؟　　(احمد سعید اطہر ، مجریال)

---

(۱) الأنبياء : ۸۸　　(۲) ترمذی عن سعید ، حدیث نمبر : ۳۵۰۰

جواب:- ایک صورت تو یہ ہے کہ اس آیت کو تلاوت قرآن کی نیت سے پڑھا جائے، ایسی صورت میں الفاظ میں کوئی تبدیلی کرنا اور " إنا کنا " پڑھنا جائز نہیں؛ کیوں کہ یہ قرآن مجید میں تحریف کرنے کے مترادف ہوگا؛ لیکن اگر دعاء کے طور پر پڑھیں اور متعدد لوگ دعاء میں شریک ہوں تو " إني کنت " کے بجائے " إنا کنا " یعنی واحد کے صیغہ کی جگہ جمع کا صیغہ استعمال کرنا جائز ہے؛ کیوں کہ دعا میں دعا کرنے والا ضرورت کے لحاظ سے تعبیر اختیار کرسکتا ہے، تاہم بہتر یہی ہے کہ دعاء میں بھی قرآن کے الفاظ جوں کے توں پڑھے جائیں، جب دوسرے لوگ آمین کہیں گے تو وہ بھی دعاء میں شریک ہو جائیں گے؛ کیوں کہ قرآن کے اصل الفاظ سے جو برکت حاصل ہو سکتی ہے، وہ تبدیل شدہ الفاظ میں نہیں مل سکتی۔

قوت حفظ کے لئے تدبیر

سوال:- میرا حافظہ بہت کمزور ہے، مجھے کیا پڑھنا چاہئے؟

(شعیب خان، نظام آباد)

جواب:- قوت حفظ کے لئے معالج سے رجوع کرنا چاہئے؛ کیوں کہ علاج سنت نبوی ﷺ ہے اور دعا کا اہتمام بھی کرنا چاہئے، حدیث میں زیادتی علم کے لئے ایک خاص دعا منقول ہے اور علم میں فہم اور حفظ دونوں شامل ہے؛ اس لئے اس دعا کا اہتمام کریں، اس دعا کو امام ترمذیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے واسطہ سے نقل کیا ہے۔

" اللهم انفعني بما علمتني و علمني ما ينفعني وزدني علما ، الحمد لله على كل حال ، و أعوذ بالله من حال أهل النار " (۱)

'' اے اللہ! مجھے جو علم عطا فرمایا ہے، اس سے نفع پہنچایئے اور وہ علم عطا فرمایئے جو میرے لئے نافع ہو اور میرے علم میں اضافہ فرمایئے،

---

(۱) ترمذی، حدیث: ۳۵۹۹

تمام تعریفیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور میں اہل دوزخ کے حال سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں''

خاص طور پر حفظ قرآن کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے ضعف حفظ کی شکایت کی، آپ ﷺ نے انہیں تلقین فرمائی کہ جمعہ کی شب چار رکعت نماز پڑھیں، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ یٰسین، دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورہ الدخان، تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور الم التنزیل السجدہ اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ اور تبارک الذی (سورہ ملک) پڑھیں، پھر جب تشہد سے فارغ ہوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کریں، انبیاء پر درود بھیجیں اور مؤمنوں کے لئے استغفار کریں اور پھر دعا کریں، یہ دعا بہت طویل ہے، آپ ﷺ نے اسے تین یا پانچ یا سات بار پڑھنے کا مشورہ دیا، اس کے سات ہفتہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خدمت اقدس ﷺ میں آئے اور آپ ﷺ کو قرآن مجید حفظ ہو جانے کی اطلاع دی، (۱) پس جو لوگ حفظ قرآن میں دقت محسوس کرتے ہوں، ان کے لئے بہتر ہے کہ اسی تفصیل کے مطابق چار رکعت نماز پڑھ کر حفظ میں سہولت اور پختگی کی دعا کریں۔

دعاء میں ہاتھ اٹھانا

سوال:- دعاء میں ہاتھ کس طرح اٹھایا جائے، ہاتھ ملا کر رکھا جائے، یا ایک دوسرے سے ہٹا کر؟ (محبوب احمد، شانتی نگر)

جواب:- دعاء کے وقت ہاتھ اٹھانا مستحب ہے، بشرطیکہ نماز میں نہ ہو، حدیث میں بھی اس کی ترغیب دی گئی ہے، کیوں کہ اس میں خدا کے سامنے عجز و فروتنی اور بے چارگی و محتاجی کا اظہار ہے، ہاتھ سینہ کے مقابل اٹھانا چاہیے اور دونوں ہاتھوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہونا چاہئے:

" و الأفضل في الدعاء أن يبسط كفيه و يكون بينهما

(۱) كتاب عمل اليوم والليلة :۱۵۲

فرجة وإن قلت والمستحب أن يرفع يديه عند الدعاء بحذاء صدره " (۱)

دوسرے سے دعاء کرانا بھی درست ہے

سوال:- ایک صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ کسی اور سے دعا کرانا درست نہیں اور یہ حدیث سے ثابت بھی نہیں؟

(سید شاہ نواز ہاشمی ، فرسٹ لانسر)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کی دعا اس کے غائب بھائی کے حق میں قبول ہوتی ہے ، اسی طرح ماں ، باپ اور بعض دوسرے متعلقین کی دعا کے انسان کے حق میں مقبول ہونے کا ذکر احادیث میں آیا ہے ، اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک شخص کی دعا دوسرے کے حق میں فائدہ مند ہو سکتی ہے تو اس کی خواہش کرنے میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی ؛ بلکہ خود حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ ﷺ سے دعا کی خواہش کرنے کا ذکر منقول ہے ، حضرت عمر ﷺ سے روایت ہے :

> " میں نے حضور ﷺ سے عمرہ کرنے کی اجازت چاہی ، آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا : اے میرے چھوٹے بھائی ! اپنی دعا میں مجھے فراموش نہیں کرنا " لا تنسانی یا أخیّ من دعائك " حضرت عمر ﷺ کہتے ہیں کہ مجھے اس بات سے اتنی خوشی ہوئی اگر اس کے بدلہ مجھے پوری دنیا بھی مل جاتی تو اس درجہ خوشی نہیں ہوتی " (۲)

پیسے دے کر دعا کرانا

سوال:- بعض مساجد کے منتظمین اور متولیان پیسے لے

---

(۱) ہندیہ : ۳۱۸/۵ (۲) ابو داؤد ، حدیث : ۱۴۹۸

کر بیماروں یا مرحومین وغیرہ کے لئے دعائیں کراتے ہیں اور مساجد میں بذریعہ لاؤڈ اسپیکر بار بار اور کئی دنوں تک دعائیں کرنے کا اعلان بھی کرتے ہیں، اگر کوئی غریب یا امیر، مذکورہ لوگوں کو مطلوبہ رقم یا لفافہ نہ دے تو پھر ان کے لئے نہ ہی کوئی دعاء کی جاتی ہے اور نہ ہی کوئی اعلان، شرعی قوانین کے تحت ایسی دعائیں قبول ہوتی ہیں یا نہیں؟ کیا پیسے دے کر دعائیں کروانا شرعاً جائز ہے؟ بیمار یا مرحومین کے عزیز واقارب کا دعائیں کرنا زیادہ مفید ہے یا پھر تجارتی ومطلبی دعاؤں کا اہتمام کروانا مناسب رہے گا؟

(قاری، ایم، ایس خاں، اکبر باغ)

جواب:- دعاء کرنے یا مساجد میں دعاء کرانے کے لئے پیسے لینا قطعاً جائز نہیں، اور جو دعاء پیسے لے کر کی جائے وہ بظاہر قبول بھی نہیں ہوگی؛ کیوں کہ قبولیت کے لئے بنیادی شرط اخلاص ہے، جو عبادت یا دعاء اخلاص کے ساتھ کی جاتی ہے، وہی قبول ہوتی ہے، جو دعاء پیسوں کے لئے کی جائے وہ اخلاص سے خالی ہوئی تو مقبول کیسے ہوگی؛ اس لئے نہ اس طرح پیسے دے کر دعاء کرانی چاہئے اور نہ اس کا کوئی فائدہ ہے، نیز مساجد کے منتظمین کو بھی اس سے احتراز کرنا چاہئے؛ کیوں کہ یہ دین کے ساتھ تمسخر اور مذاق اڑانا ہے، اعزہ واقارب کی دعاء کے قبول ہونے کی زیادہ توقع ہے؛ کیوں کہ رشتۂ تعلق کی وجہ سے ان کی دعاء میں زیادہ اخلاص بھی ہوتا ہے اور دردمندی بھی ہوتی ہے اور یہی چیزیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مطلوب ہیں۔

وباللہ التوفیق

ہوائی جہاز میں سواری کی دعاء

سوال:- حدیث میں ایک دعا خشکی میں سواری پر چڑھنے کی ہے اور ایک دعا پانی پر چلنے والی سواری کی ہے، ہوائی جہاز نہ زمین

پر چلتا ہے، نہ پانی میں، تو ہوائی جہاز کے سفر میں کون سی دعا پڑھنی چاہئے؟ (مصباح الدین قاسمی، اڑیسہ)

جواب:- ہوائی جہاز میں سفر کے دو مرحلے ہیں، ایک مرحلہ اس کے رن وے پر دوڑنے کا ہے اور دوسرا مرحلہ اڑان بھرنے کا، اس حقیر کی رائے ہے کہ جب زمین پر چلنا شروع کرے تو "سبحان الذي سخر لنا هذا الخ" پڑھ لے اور جب اڑان بھرے تو "بسم الله مجريها و مرساها" پڑھے؛ کیوں کہ جیسے پانی کے جہاز پانی میں تیرتے ہیں اسی طرح ہوائی جہاز بھی دراصل فضا میں تیرتے ہیں اور یہ تیرنا پانی کے بجائے ہوا کی پشت پر ہوتا ہے، خود قرآن مجید میں فضاء میں چلنے کو تیرنے سے تعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا سورج اور چاند کے بارے میں ارشاد ہے کہ "وهو الذي خلق الليل والنهار كل في فلك يسبحون"(۱) لہٰذا کشتی والی دعا سے اس کو مناسبت حاصل ہے، کہ اس میں بھی کشتی کے تیرنے کا ذکر ہے، غرض کہ ہوائی جہاز کے سفر میں دونوں دعاؤں کو جمع کر لینا بہتر ہے۔

عیادت کی دعا

سوال:- مریض کی عیادت کے وقت کیا دعا پڑھنی چاہئے؟

(شمیم اختر، بیدر)

جواب:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو کسی مریض کی عیادت کرے اور اس کے پاس سات دفعہ یہ دعا پڑھے تو انشاء اللہ اسے شفاء ہوگی، بشرطیکہ اس کی موت کا وقت نہ آ گیا ہو:

"أسأل الله العظيم رب العرش العظيم أن يشفيك" (۲)

میں خدائے بلند و برتر اور عرش عظیم کے مالک سے التجا کرتا ہوں، کہ وہ آپ کو شفا عطا فرمائے۔

(۱) الأنبیاء: ۳۳ (۲) ابوداؤد: ۲/۳۱

اسی طرح یہ بھی مسنون ہے کہ ''لا بأس طهور إن شاء الله '' کہے۔

مایوسی اور نا اُمیدی کی حالت کے لئے دُعاء

سوال:- حوادثِ زمانہ نے جس شخص کی قوت ارادی کو کمزور کردیا ہو اور وہ نا اُمیدی کا شکار رہتا ہو، اسے کونسی دُعاء کرنی چاہئے کہ نا اُمیدی اور زندگی سے مایوسی کی کیفیت ختم ہو؟

(این، آر، حیدرآباد)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو کوئی غم یا فکر درپیش ہو، وہ ان کلمات کے ذریعہ دُعاء کرے :

"اللهم أنا عبدك ، وابن عبدك ،وابن أمتك ، ناصيتي بيدك ، ماض فيّ حكمك ، عدل فيّ قضاءك ، أسألك بكل اسم هولك سميت به نفسك أو أنزلته في كتابك أو علمته أحدا من خلقك أو استأثرت به في علم الغيب عندك ، أن تجعل القرآن ربيع قلبي ونور بصري وجلاء حزني وذهاب همي"(۱)

''اے اللہ! میں آپ کا بندہ ہوں، آپ کی بندی کی اولاد ہوں، آپ کے قبضہ میں ہوں، میری پیشانی آپ کے ہاتھ میں ہے، مجھ پر آپ کا حکم جاری ہے، میرے بارے میں آپ کا فیصلہ مبنی بر انصاف ہے، آپ نے اپنے آپ کو جن جن ناموں سے موسوم کیا ہے، میں اس کے حوالہ سے آپ سے سوال کرتا ہوں، ان ناموں کے حوالہ سے بھی جن کو آپ نے اپنی کتاب میں

(۱) الاذکار للنووی :۱۷۲

اُتارا ہے یا اپنی کسی مخلوق کو اس کا علم دیا ہے یا جو آپ ہی کے نزدیک علم غیب میں ہے، کہ آپ قرآن کو میرے سینے کی روشنی، میرے دل کی بہار، میرے غم کا مداوا اور میری فکر کا علاج بنادیجئے''

آپ اگر عربی الفاظ کو یاد کرسکیں، تو اسے یاد کر کے پڑھا کریں، چوں کہ یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہیں؛ اس لئے ظاہر ہے کہ اس میں برکت وسعادت زیادہ ہے، اور اگر اس میں دشواری ہو تو اس کا اُردو ترجمہ اچھی طرح ذہن میں بٹھالیں اور نمازوں کے بعد نیز حسب موقع پڑھا کریں، نیز اپنے اندر قوت ارادی پیدا کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔

وسوسہ سے بچنے کی دعاء

سوال:- وساوس سے بچنے کے لئے کوئی دعاء بتائیں۔

(غوث محبوب نگر)

جواب:- اول تو اس کے لئے انسان کو اپنی قوت ارادی مضبوط کرنی چاہئے، یہ بیماری اکثر ان لوگوں کو متاثر کرتی ہے، جو ضعیف الارادہ ہوں، اس کے علاوہ سورۂ فلق، سورۂ ناس کی بکثرت تلاوت کا اہتمام رکھیں، اور سورۂ مؤمنون کی حسب ذیل آیتوں کی تلاوت کا اہتمام کریں:

﴿وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ ○ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ﴾ (۱)

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب میں بے احتیاطی کی وجہ سے بھی وسوسہ کی بیماری پیدا ہوتی ہے؛ اس لئے استنجاء کرنے میں احتیاط برتیں اور کوشش کریں کہ آپ کے بدن پر پیشاب کی چھینٹ نہ پڑے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس بیماری سے شفاء عطا فرمائے۔

(۱) المؤمنون: ۹۸-۹۷

نئی گاڑی میں علماء کو بٹھانا اور دعاء کرانا

سوال:- ہمارے دیار میں جب کوئی شخص لاری کار وغیرہ خرید کرتا ہے تو علماء کے پاس لاتا ہے، علماء ان سواریوں میں بیٹھ کر دعاء خیر کرتے ہیں اور بعض لوگ اس موقع پر شیرینی بھی تقسیم کرتے ہیں، کیا یہ عمل جائز ہے اور اسے بدعت نہیں کہا جائے گا؟

(عبداللہ محسن، ممبئی)

جواب:- نئی گاڑی کا علماء کے پاس لانا اور ان میں سوار کرنا بطور تبرک کے ہوتا ہے، اس میں کچھ مضائقہ نہیں، اسی طرح دعاء کرانے میں بھی کوئی حرج نہیں، مختلف صحابہ اپنے نومولود بچوں کو حضور ﷺ کی خدمت میں لاتے تھے اور آپ ﷺ ان کے لئے دعاء فرماتے تھے، اسی طرح بعض صحابہ ؓ آپ ﷺ کو اپنے مکان لے گئے؛ تاکہ آپ ﷺ وہاں تبرکاً نماز پڑھ دیں اور آپ ﷺ نے وہاں نماز ادا فرمائی،(۱) اسی طرح خوشی کے اظہار کے لئے کوئی میٹھی چیز تقسیم کردینا بھی درست ہے؛ کہ یہ اظہار مسرت ہے اور اپنی مسرت میں دوسرے احباب کو شریک کرنا ہے؛ چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ سے عید اور نکاح کے موقع پر کھجور کھانا اور کھلانا ثابت ہے، بدعت ایسے عمل کو کہتے ہیں جس کی حضور ﷺ اور صحابہ ؓ کے عہد میں کوئی اصل نہ ہو اور اسے ایک دینی عمل سمجھ کر انجام دیا جائے، یہ عمل عبادت یا دینی کام سمجھ کر انجام نہیں دیا جاتا؛ چنانچہ اگر ان افعال کو دینی اعتبار سے ضروری سمجھ لیا جائے تو پھر ان کا شمار بھی بدعات میں ہوگا۔

ٹیپ کی ہوئی دعاء پر آمین کہنا

سوال:- اگر ٹیپ رکارڈ میں دعائیں محفوظ ہوں اور رکارڈ پر انہیں سنا جائے، تو کیا اس پر آمین کہنا چاہیے؟

(عامر بن محمد فداء، سعودی عرب)

(۱) بخاري ، كتاب الجماعة والإمامة ،حديث نمبر:۹۳۲

جواب :- کسی دعاء پر آمین کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آمین کہنے والا بھی اس دعاء میں شریک ہے اور دعاء کرنے کے لیے یہ بات ضروری نہیں ہے کہ مکلف شخص ہی دعاء کرے، دعاء نابالغ بھی کرسکتا ہے، یہاں تک کہ غیر مسلم بھی دعاء کرسکتا ہے، اس لیے ٹیپ رکارڈ کی دعاء پر آمین کہنا جائز؛ بلکہ مستحب ہے، اور آمین کہنے والا ان شاء اللہ ان دعاؤں کو مانگنے والا متصور ہوگا۔

واللہ اعلم

غیر مسلموں کے لئے دعاء صحت

سوال:- اکثر دیکھا جاتا ہے کہ نماز کے اوقات میں ہندو حضرات لوگوں کو نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرتے ہیں اور نمازیوں سے دعائیں کراتے ہیں اور پانی اور مریض پر دم کراتے ہیں، کیا دوسری قوموں پر دفع امراض کے لئے دعا کرنا درست ہے؟ (محمد کاشف، زیبا باغ)

جواب :- غیر مسلم بھائیوں کی صحت، دنیوی فلاح اور دنیا میں مصیبتوں سے نجات کی دعا کرنا درست ہے، رسول اللہ ﷺ نے مشرکین مکہ سے قحط دور ہونے کی دعا فرمائی ہے اور ان کی ہدایت کی دعا کرنا تو کم سے کم سنت ضرور ہے، رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ ان کی ہدایت کے لئے دعا فرمائی ہے، ممانعت صرف اس بات کی ہے کہ جس شخص کی موت حالت کفر پر ہو چکی ہو اس کے لئے استغفار کی دعا کی جائے، اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا، اس لئے استغفار یا ایصال ثواب جائز نہیں، باقی جو لوگ زندہ ہوں ان کے لئے دنیوی واخروی فلاح ونجات کی دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ بلکہ یہ اسلامی اخلاق کا تقاضہ ہے۔

درود شریف کا حکم

سوال:- رسول اللہ ﷺ پر صلوۃ وسلام کا کیا حکم ہے یعنی نماز سے باہر؟ (شہاب الدین قادری، حیدرآباد)

جواب:- رسول اللہ ﷺ انسانیت کے سب سے بڑے محسن ہیں، اس لئے آپ ﷺ پر صلوۃ وسلام آپ کا حق ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ صلوۃ وسلام نہ بھیجے، وہ بخیل ہے'' اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ عمر میں ایک مرتبہ درود وسلام بھیجنا فرض ہے: ''وهي فرض مرة واحدة اتفاقا في العمر ''؛ البتہ نماز میں صلوۃ وسلام پڑھنے سے بھی یہ فرض ادا ہو جاتا ہے،(۱) اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر مبارک آئے، خواہ خود ذکر کرے یا دوسرے نے ذکر کیا ہو اور وہ اس مجلس میں موجود ہو، اس صورت میں بھی آپ ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے، البتہ اگر ایک ہی مجلس میں کئی بار ذکر مبارک آئے تو امام طحاویؒ کے نزدیک تو ہر بار درود پڑھنا واجب ہے اور امام کرخیؒ کے نزدیک ایک بار درود پڑھنا واجب ہے اور اس کے بعد مستحب، بعض اہل علم نے امام طحاویؒ کے قول کو اور بعض نے امام کرخیؒ کے قول کو ترجیح دی ہے، زیادہ تر علماء کا رجحان امام کرخیؒ کے قول کی طرف ہے؛ کیوں کہ اس میں سہولت ہے:

"والمذهب استحبابه أي التكرار و عليه الفتوى"(۲)

ایک صاحب علم نے درود کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عمر میں ایک دفعہ فرض ہے، جب جب آپ ﷺ کا ذکر مبارک آئے درود پڑھنا واجب ہے، نماز کے قعدۂ اخیرہ میں سنت ہے اور ہر وقت حسب موقع وگنجائش پڑھنا مستحب ہے، نماز میں قعدہ کے علاوہ کسی اور وقت پڑھنا مکروہ ہے، اور ایسی جگہ جس میں صلوۃ وسلام کی بے توقیری ہوتی ہو حرام یعنی مکروہ تحریمی ہے، جیسے تاجر اپنا سامان دکھاتے ہوئے اس سامان کی خوبی کے اظہار کے لئے صلوۃ وسلام پڑھے کہ یہ ایک حقیر مقصد کے لئے رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک کا استعمال کرنا ہے۔(۳)

---

(۱) الدر المختار مع الرد :۲/۲۲۶

(۲) در مختار مع الرد :۲/۲۲۹

(۳) حوالہ سابق:۲۳۰

نماز سے متعلق مختلف مسائل

شب براءت میں گھر میں عبادت افضل ہے یا مسجد میں؟

سوال:- شب برأت میں مسجد میں نماز پڑھنا بہتر ہے یا گھر میں؟ (عبدالقادر قادری، شولاپور)

جواب:- رسول اللہ ﷺ سے شب قدر میں مسجد میں نماز پڑھنا اور نماز کا اہتمام کرنا ثابت ہے، لیکن شب براءت کے موقع سے مسجد میں شب بیداری کرنا ثابت نہیں؛ اسی لئے فقہاء نے اس کو بہتر نہیں قرار دیا ہے:

"و یکره الاجتماع علی إحیاء لیلة من هذه اللیالي في المسجد" (۱)

پس گھر میں نماز کا اہتمام کرنا بہتر ہے، شیخ امیر حسن علاء سنجریؒ، شیخ نظام الدین اولیاءؒ سے اپنا استفسار اور ان کا جواب اس طرح نقل کرتے ہیں:

"... وطائفه که در مسجد قیام کننده بنده عرض داشت کرد که اگر در خانۂ خود قیام کنند، چگونه باشد ؟ فرمود که در خانۂ خود یکپاره بخوانند بهتر که در مسجد ختم کنند" (۲)

---

(۱) البحر الرائق :۲/۵۲ (۲) فوائد الفؤاد :۴۳

"... اور وہ لوگ جو مسجد میں قیام کرتے ہیں، بندہ نے ان کے بارے میں عرض کیا کہ اگر اپنے گھر میں عبادت کریں تو کیسا رہے گا؟ فرمایا: اپنے گھر میں ایک پارہ قرآن تلاوت کرے، یہ اس سے بہتر ہے کہ مسجد میں ایک قرآن ختم کرلے"

فجر میں مسجد کی لائٹ بند کرنا

سوال:- فجر کے وقت مسجد کی لائٹ بند کردی جاتی ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ اگر اتنا اندھیرا ہو کہ سجدہ کی جگہ نظر نہیں آئے تو نماز صحیح نہیں ہوتی، کیا یہ بات درست ہے؟　　(محمد نظام الدین مظہری، کاماریڈی)

جواب:- فجر کی نماز کے وقت لائٹ جلائی بھی جاسکتی ہے اور بجھائی بھی جاسکتی ہے، یہ بات درست نہیں کہ نماز صحیح ہونے کے لئے سجدہ گاہ کا نظر آنا ضروری ہے، عام طور پر فجر کی نماز میں لائٹ بجھا کر نماز پڑھنے کا جو معمول ہے، وہ کسی حکم شرعی پر مبنی نہیں ہے؛ بلکہ اس میں لوگوں کی سہولت مقصود ہے، شاید اس کی ابتداء یوں ہوئی ہو کہ فجر کی نماز میں طویل قراءت کی جاتی ہے، تو یہ اتنی طویل نہ ہو کہ سورج نکل آئے یا نکلنے کے قریب ہوجائے؛ کیوں کہ اندھیرے میں زیادہ بہتر طور پر اس کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

مسجد حرام میں نمازی کے سامنے سے گزرنا

سوال:- مکہ مکرمہ میں لوگ نمازیوں کے سامنے سے گزرتے رہتے ہیں اور سترہ کا خیال نہیں کرتے، براہ کرم اس سلسلہ میں روشنی ڈالیں۔　　(حبیب احمد، سکندرآباد)

جواب:- نمازی کے سامنے سے عذر شدید کے بغیر گزرنا بہت ہی گناہ ہے، اور حدیث شریف میں اس کی بڑی مذمت کی گئی ہے؛ لیکن اس سے مسجد حرام مستثنیٰ ہے، طواف

کرنے والے کے لئے تو استثناء ہے ہی؛ کیوں کہ طواف بھی نماز کے حکم میں ہے؛ لیکن علاوہ اس کے مسجد حرام میں چوں کہ اس سے احتیاط برتنا دشوار ہے؛ اس لئے فقہاء کا رجحان دوسروں کے لئے بھی جواز کا معلوم ہوتا ہے، علامہ شامیؒ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجر اسود کے مقابل نماز ادا فرمارہے تھے اور سترہ نہیں تھا، پھر بھی لوگ سامنے سے گزر رہے تھے(۱) اور امام طحاویؒ نے نقل کیا ہے کہ کعبہ کے سامنے لوگوں کا نمازیوں کے سامنے سے گزرنا درست ہے۔(۲)

مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے گذرنا

سوال:- اگر مسجد بڑی ہو اور اس کی آخری صف میں کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو کتنا آگے سے نمازی کے سامنے سے گذرا جاسکتا ہے؟ (محمد اعظم، حمایت نگر)

جواب:- بڑی مسجد سے مراد طول کے اعتبار سے یعنی مشرق سے مغرب چالیس ہاتھ لمبی مسجد ہے، ایسی مسجد میں نمازی کے اتنے آگے سے گزرنے میں کچھ حرج نہیں کہ اگر وہ نماز پڑھنے والا خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھے اور اپنی سجدہ گاہ پر نگاہ کرے تو اس کی نگاہ کے دائرہ میں جو حصہ آتا ہے اور بلا ارادہ نظر آجاتا ہے، یہ اس سے باہر ہو:

"إن كان بحال لو صلى صلاة خاشع لا يقع بصره على المار" (۳)

فقہاء نے محتاط طریقہ پر اس کا اندازہ بتایا ہے کہ نمازی کی ایک صف اور مزید ایک صف چھوڑ کر آگے سے گذر سکتا ہے۔

نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو روکنا

سوال:- اگر کوئی شخص نمازی کے سامنے سے گزرے تو

(۱) ابن حبان، باب ما يكره للمصلي وما لا يكره، حدیث نمبر: ۲۳۶۴

(۲) دیکھئے: ردالمحتار: ۲/۴۰۱، ط پاکستان (۳) البحر الرائق: ۲/۱۵

اسے ہٹانے کی تعلیم دی گئی ہے، اس کا طریقہ کیا ہوگا؟ براہ مہربانی اس کی وضاحت کیجئے۔ (عبدالمنعم، قاضی پورہ)

جواب:- اگر سترہ نہیں لگایا گیا ہو اور سجدہ کی جگہ سے کوئی گزرنا چاہے یا سترہ ہونے کے باوجود نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرنے کی کوشش کرے، تو گزرنے والے کو روکنے کی کوشش کرنی چاہئے، روکنے کے دو طریقے ہیں: ایک سبحان اللہ کہنا، دوسرے ہاتھ کے اشارہ سے روکنا، دونوں میں سے کوئی ایک طریقہ اختیار کرنا چاہئے، بہ یک وقت دونوں طریقے اختیار نہیں کئے جائیں، اس کے باوجود اگر کوئی شخص نہیں مانے اور گزر جائے تو اسی پر اس کا گناہ ہے:

" ویدرأ إذا أراد أن یمر في موضع سجوده أو بینه وبین السترة بالإشارة أو بالتسبیح لا بهما معاً " (۱)

نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کو روکنے کی تدبیر

سوال:- آج کل لوگ نمازیوں کے سامنے سے گذرتے ہیں، احتیاط نہیں کرتے، پس اگر کوئی شخص نمازی کے آگے سے گذرنے لگے تو اس گذرنے والے کے سلسلہ میں کیا تدبیر اختیار کرنی چاہئے؟ (محمد توفیق، دہلی)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے نمازی کے سامنے سے گذرنے کو سختی سے منع فرمایا ہے، ضرورت ہے کہ مساجد کے ائمہ اور خطباء وقتاً فوقتاً اس پر توجہ دلائیں اور لوگوں کی تربیت کریں، رہ گئی یہ بات کہ چلنے والوں کو کس طرح روکا جائے؟ — تو فقہاء نے لکھا ہے کہ سبحان اللہ کہے یا سری نماز ہو تو ایک آدھ آیت زور سے پڑھ دے، جہری نماز ہو تو اپنی آواز میں اضافہ کردے، نیز گذرنے والے کے فہم کے لحاظ سے روکنے کے لئے ہاتھ کا اشارہ بھی کیا جاسکتا ہے، عورتوں کے لئے طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے اوپری حصہ کو دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے تھپتھپائیں:

(۱) منیة المصلي وغنیة المتملي، ص: ۳۴۴

" ویدفعه بتسبیح أو جهر بقراءة أو إشارة ولا یزاد علیها عندنا . قهستانی . لا بهما : فإنه یکره ، والمرأة تصفق " (۱)

لیکن ظاہر ہے کہ یہ ساری تدبیریں سمجھداروں کے لئے ہیں کہ:

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

اس لئے حقیقت یہ ہے کہ اصل ضرورت لوگوں کی تربیت کرنے کی ہے۔

نمازی کے سامنے سے ہٹنے کی صورت

سوال:- نمازی کے سامنے سے گزرنے کی سخت وعید ہے،لیکن بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں یا بیٹھا ہوا ہوں اور دوسرا شخص ٹھیک میرے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے لگا،تو ایسی صورت میں کیا میں اپنی جگہ سے صرف ہٹ سکتا ہوں؟

(محمد شریف الدین قریشی، یاقوت پورہ)

جواب:- یہ صحیح ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے کی حدیث میں سخت مذمت کی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر گزرنے والے کو اس فعل پر جواب دہی کے بارے میں معلوم ہو جائے تو اس کو چالیس (دن) رکا رہنا گزرنے سے بہتر محسوس ہوگا:

" ولو يعلم المار بين يدي المصلي ماذا عليه لكان أن يقف أربعين خيرا له من أن يمر بين يديه " (۲)

البتہ گزرنے کی ممانعت ہے،گزرنا ایک طرف سے آنے اور دوسری طرف سے نکل جانے کو کہتے ہیں؛اس لئے جو صورت آپ نے دریافت کی ہے،اس میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار :۲/۴۰۳

(۲) بخاری، حدیث نمبر :۵۱۰

نماز پوری ہونے کا انتظار کرلیا جائے؛ لیکن اگر اس میں دشواری ہو، تو اپنی جگہ سے ہٹ جانے کی گنجائش ہے، اگر بالکل مقابل میں ہو تو دائیں بائیں جس طرف سے چاہے ہٹ جائے، اور اگر مصلی کے دائیں جانب پشت کا کچھ حصہ ہو اور کچھ باہر ہو، تو دائیں طرف سے ہٹے اور بائیں طرف سے پشت کا کچھ حصہ ہو اور کچھ باہر ہو، تو بائیں طرف سے نکل جائے۔

مرد وعورت کے درمیان احکام نماز میں فرق

سوال:- مرد وعورت کے درمیان احکام نماز میں کیا فرق ہے؟ براہ کرم وضاحت فرمائیں؟ (محمد شفیع، امیر پیٹ)

جواب:- یہ بات ظاہر ہے کہ عورت کے لئے بمقابلہ مرد کے پردہ کے احکام زیادہ ہیں؛ اسی لئے بعض فرائض جو مرد سے متعلق ہیں، عورتوں سے متعلق نہیں کئے گئے ہیں، نماز میں فقہاء نے اسی کو ملحوظ رکھا ہے، بنیادی فرائض وواجبات مرد وعورت کے لئے یکساں ہیں؛ لیکن ان کو ادا کرنے کی کیفیت میں کسی قدر فرق کیا گیا ہے، ان میں سے بعض فرق تو وہ ہے جن کی صراحت رسول اللہ ﷺ کے فرمودات یا صحابہ ﷺ کے فتاویٰ میں موجود ہے، اور بعض وہ ہیں جن میں شریعت کے اصول ومقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے فقہاء نے اجتہاد واحتیاط سے کام لیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ نماز کے بعض افعال سے متعلق ایک سے زیادہ کیفیتیں منقول ہیں، ان میں جس کیفیت میں ستر کا لحاظ زیادہ ہے اور جن میں عورت کا جسم کم نمایاں ہوتا ہے، ان کیفیات کو عورت کے حق میں ترجیح دی گئی ہے؛ کیوں کہ اس میں احتیاط اور شریعت کے اس بنیادی منشاء ومقصد کی رعایت ہے کہ عورت کے معاملہ میں زیادہ سے زیادہ ستر اور پوشیدگی کو ملحوظ رکھا جائے۔

بحیثیت مجموعی جن احکام میں فرق کیا گیا ہے، ان کی تعداد ۲۳ تک پہنچتی ہے، جس کا علامہ شرنبلالی اور علامہ ابن نجیم مصری وغیرہ نے ذکر کیا ہے، یہاں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱) عورت اذان نہیں دے سکتی، اگر اذان دے دے تو لوٹائی جائے گی۔

۲) تکبیر تحریمہ کے وقت مرد کانوں تک ہاتھ اٹھائے گا اور عورتیں صرف کندھوں تک اٹھائیں گی۔

۳) عورتوں کو ہاتھ دوپٹہ کے اندر ہی اندر اٹھانا چاہئے، جب کہ مرد چادر اوڑھے ہوا ہو، تو چادر سے باہر ہاتھ نکال کر اٹھانا چاہئے۔

۴) عورتوں کو سینہ پر ہاتھ باندھنا ہے اور مردوں کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔

۵) عورتوں کو صرف دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ دینا کافی ہے، جب کہ مردوں کو اپنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لینا چاہئے۔

۶) عورتوں کو کسی بھی وقت اتنی بلند آواز سے قراءت نہیں کرنی چاہئے کہ غیر محرم سن لے، اس کے بالمقابل مردوں کو جہری نمازوں میں بلند آواز سے قراءت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۷) مردوں کو رکوع میں اس طرح جھکنا چاہئے کہ سر، سرین اور پشت برابر ہوں اور پنڈلیاں سیدھی ہوں اور عورتوں کو صرف اتنا جھکنا کافی ہے کہ ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

۸) مرد ہاتھ کی انگلیاں رکوع میں پھیلا کر گھٹنوں پر رکھیں، اور عورتیں ملا کر رکھیں گی۔

۹) مرد رکوع میں اپنی کہنیاں پہلو سے الگ رکھیں گے، اور عورتیں ملا کر رکھیں گی۔

۱۰) سجدہ کی حالت میں مرد پیٹ کو رانوں سے، بازو کو بغلوں سے اور کہنیوں کو پہلو سے جدا رکھیں گے، اور باہوں کو زمین سے اٹھا ہوا رکھیں گے اور اس کے برخلاف عورتیں پیٹ کو رانوں سے، کہنیوں کو پہلو سے ملا کر اور باہوں کو زمین پر بچھا کر سجدہ کریں گی۔